مادری زبان کی تعلیم

مادری زبان کی تعلیم

مادری زبان کی تعلیم

جس میں

تخلیقی و اظہاری (یعنی تقریر و تحریر کی) استعداد کو اصولِ
تعلیم اور نفسیاتِ اطفال کی روشنی میں ترقی دینے کے
اصولوں اور طریقوں سے بحث کی گئی ہے

از

پروفیسر یونس حسن فروغ علوی ایم اے، بی۔ ٹی (علیگ)

اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ

آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کراچی

(انجمن پریس کراچی)

ناشر

سید الطاف علی بریلوی، بی۔ اے (علیگ)

رجسٹرار

اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ

آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس

سعیدہ منزل ناظم آباد بی روڈ کراچی

 — تعداد طبع ایک ہزار ——— قیمت ۲؍

فہرست

ص

BIBLIOGRAPHY کتابیات

1. TEACHING OF MOTHER TONGUE — BALLARD
2. ENGLISH FOR THE ENGLISH — GEORGE SAMPSON
3. HOW TO TEACH ENGLISH COMPOSITION — FINCH
4. THE TEACHING OF ENGLISH IN ENGLAND — × ×
5. TEACHING OF ENGLISH — WYATT
6. PRINCIPLES AND METHODS — WELTON
7. SUGGESTIONS FOR TEACHERS — LONDON
8. SOME CHAPTERS ON WRITING ENGLISH — [illegible]
9. THE WRITING OF ENGLISH — [illegible]
10. DIRECTING LANGUAGE POWER IN THE ELEMENTARY SCHOOL CHILD — TOMMERY REGAN
11. ON WRITING OF ENGLISH — WARNER
12. THE WRITING OF CLEAR ENGLISH — WESTAWA
13. ENGLISH FOR INFANTS — × ×

4. CREATIVE WRITING — ELLSWORTH

5. INSPIRATIONAL WRITING — GEORGE MACKNESS

6. THE PLAY WAY — H. CALDWELL COOK

7. DRAMA IN SCHOOLS — GRACE SLOON OVERTON

18. TEACHING BY PROJECTS — MC MURRY

9. THE PRINCIPLES OF LANGUAGE STUDY —

PALMER

10. INSTRUCTION IN INDIAN SCHOOLS —

MACKENZIE

11. THE ORAL METHOD OF TEACHING LANGUAGES —

[illegible] STRUCTION IN INDIAN SECOND

SCHOOLS — MACN.

23. HOW TO TEACH A FOREIGN LANG

JESPERSON

پیش لفظ

(از جناب خواجہ غلام السیدین صاحب بی اے (علیگ) ایم ایڈ (لیڈس) سابق پرنسپل علیگڑھ مسلم یونیورسٹی ٹریننگ کالج و حال ایجوکیشنل ایڈوائزر گورنمنٹ آف انڈیا)

"مسٹر یونس حسن علوی ایک مخلص اور محنتی استاد ہیں۔ انھوں نے ٹریننگ کالج اور اس کے کتب خانہ سے پورا فائدہ حاصل کیا ہے۔ وہ انگریزی کے ایک اچھے معلم ہیں مگر انھوں نے اردو ادب کی تعلیم میں خاص مہارت حاصل کی ہے جس کے محاسن و معائب کا اُن کو پورا اندازہ ہے اور جس میں اُن کو ایک باریک بیں نظر بھی حاصل ہے۔ انھوں نے تعلیم مادری زبان پر یہ اعلیٰ درجہ کی کتاب لکھی ہے جس کو میں نے غور سے پڑھا ہے اور میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ فن تعلیم کی اُردو کتابوں میں ایک بیش قیمت اضافہ ہے۔"

خواجہ غلام السیدین

مقدمہ

از

جناب ایس، ایم یوسف صاحب آنریری ٹریژرر آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس

قومی زبان کسی ملک کا بیش قیمت سرمایہ ہوتی ہے، اُردو کو قائداعظم نے
پاکستان کی قومی زبان قرار دیا تھا حالانکہ خود ان کی مادری زبان اُردو نہ تھی
اور خود اُن کو اس زبان میں اپنا مطلب ادا کرنے میں دقت ہوتی تھی۔ انھوں نے
ایسا کیوں کیا؟ اس کی وجہ اول تو یہ تھی کہ مسلمانوں کی تہذیب و معاشرت اور
مسلمانوں کے دین و مذہب کا گہرا تعلق فارسی و عربی زبانوں سے ہے اور اُردو
میں نہ صرف فارسی و عربی کے بے شمار الفاظ شامل ہیں بلکہ اُردو انھیں زبانوں
[illegible] سم الخط میں لکھی جاتی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ پاکستان کی اکثریت [illegible]
[illegible] ھتی اور بولتی ہے۔ پاکستان ہی نہیں بلکہ برصغیر پاک و ہند [illegible]
[illegible] اُردو ہی وہ واحد زبان ہے جو ہر جگہ سمجھی اور بولی جاتی۔
[illegible] ممالک میں بھی اُردو کے سمجھنے اور بولنے والے اکثر مل
[illegible] ہری پاکستانی و ہندوستانی زبانوں کا جاننے والا ایک بھی نہیں ملتا
[illegible] اعظم رحمۃ اللہ علیہ عصبیت سے بالاتر تھے اس لئے انھوں نے اپنی مادری
[illegible] بلہ میں اُردو کو ترجیح دی اور وہی کیا جو مسلمانوں کے عام مفاد کے لحاظ سے

بہتر تھا۔

قومی زبان اور قومی معاشرت و تمدن قوم کا عزیز ترین سرمایہ ہوتے ہیں اور ایک خود دار اور با وقار قوم اس سرمایہ کی نہ صرف پوری قدر اور حفاظت کرتی بلکہ اس پر فخر کرتی ہے مگر سو برس کی انگریزی غلامی نے ہمارے دلوں سے اپنی زبان بلکہ اپنی ہر چیز کی قدر کھو دی اور ہم انگریزی زبان، انگریزی تہذیب اور اس کے تمام اچھے برے جزئیات تک کے دلدادہ ہو گئے۔ مگر وہ دن دور نہیں کہ آزادی کی برکات سے صحیح طور پر متمتع ہونے پر ہم میں اپنی چیزوں کی قدر کرنے کی خواہش بھی ضرور پیدا ہو گی اس لئے اپنی زبان کی اہمیت بڑھانا اور اس کو صحیح درجہ دینا اگزیر ہے جیسا کہ اس کتاب کے مصنف پروفیسر یونس حسن فرخ علوی صاحب نے بھی اس کتاب میں لکھا ہے "کوئی غیر زبان ہماری جملہ ضروریات پوری [illegible] کر سکتی اور ہم اپنی زبان سے بے نیاز نہیں ہو سکتے بلکہ جملہ علوم و فنون میں [illegible] [illegible] اسی وقت پیدا ہو سکتی ہے جب اپنی زبان ہی میں ان کی تعلیم دی جائے [illegible] [illegible] زبان کو اہمیت اور وسعت دینے اور اس میں کامیابی سے ہر قسم کے [illegible] مطالب کے اظہار کی قابلیت حاصل کرنے کی طرف متوجہ ہونا ضروری ہے۔"

یہ کتاب اسی اہم مقصد کو پیش نظر رکھ کر لکھی گئی ہے اور اس میں مصنف نے مادری زبان کی تعلیم کے اسی اہم پہلو سے سیر حاصل بحث کی ہے۔ جو ایک

متعلم میں تخلیقی و اظہاری صلاحیت پیدا کرنے اور اُسے ترقی دینے سے تعلق رکھتا ہے اور اظہار خیال و جذبات کے جتنے تقریری و تحریری طریقے ہو سکتے ہیں سب نہایت وضاحت سے بیان کئے ہیں اور ان کو ترقی دینے کے ایسے طریقے بتائے ہیں جو نہ صرف اصول تعلیم اور نفسیات کے مطابق ہیں بلکہ دلچسپ بھی ہیں جگہ جگہ یورپ کے ماہرین تعلیمات کے اقوال بھی نقل کئے ہیں اور آخر میں مادری زبان کے جملہ مضامین کی تدریجی تعلیم کا ایک نصاب اور اظہار و تصنیف کی تدریجی ترقی کے لئے مشقوں کا ایک دلچسپ سلسلہ بھی پیش کیا ہے جو نہایت مفید ہے۔ میرے خیال میں یہ کتاب اُردو میں اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے اور نہ صرف اُردو کی تعلیم کے لئے بلکہ پاکستان و ہندوستان کی جملہ مادری زبانوں کی تعلیم کے سلسلہ بھی اس سے استفادہ کیا جا سکتا ہے

آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کی اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ نے وزارت تعلیم حکومت پاکستان کی امداد و ہمت افزائی کی بدولت مختلف تعلیمی موضوعات پر معیاری کتابوں کی اشاعت کا جو سلسلہ شروع کیا ہے چونکہ اس کتاب کو باعتبار افادیت ایک خصوصی اہمیت حاصل ہے اس لئے میں امید کرتا ہوں کہ اُردو سے دلچسپی رکھنے والے بالخصوص مادری زبان کے اساتذہ اور ٹیچرس ٹریننگ کالجوں کے طلبہ اس کتاب سے پورا فائدہ اٹھائیں گے۔

محمود یوسف

کراچی یکم نومبر ۱۹۵۶ء

تعارف

از قلم جناب خان بہادر سید اسد اللہ کاظمی ایم اے (علیگ) ایم ایڈ (لیڈس)
سابق ڈائرکٹر تعلیمات ریاست کشمیر

جس نشاۃ ثانیہ سے ہم گذر رہے ہیں وہ اس بات کی متقاضی ہے کہ اُن تمام اداروں پر جو ہماری قومی سیرت کی تشکیل کر رہے ہیں اور ہماری اقدار پر گہرا اثر ڈال رہے ہیں نظرِ ثانی کی جائے۔ ان اداروں میں ادارۂ تعلیم بھی ہے اور مادری زبان اور اس کے پڑھانے کا انداز تمام تعلیمی مضامین میں ایک مابہ الامتیاز حیثیت رکھتے ہیں، اس حقیقت کا احساس آہستہ آہستہ معلمین کو ہوتا جاتا ہے لیکن ابھی تک کوئی ایسی کتاب نہیں لکھی گئی جو مادری زبان کے پڑھانے کے اصولوں کو واضح اور نمایاں کر سکتی۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے یہ موضوع ابھی تک تشنہ تھا، علوی صاحب کی توفیقات میں خدا اضافہ کرے کہ انھوں نے یہ پہلا قدم اس وادی میں اٹھایا ہے۔ اُن کی تصنیف نہ صرف اس حیثیت سے کہ یہ قدم اولین ہے بلکہ اس لئے بھی، اور یہ وجہ زیادہ وقیع ہے، کہ اس کتاب کی تصنیف میں ممدوح نے انگلستان اور امریکہ میں مادری زبان کے پڑھانے پر جو تجربات ہوئے ہیں اُن سے قرار واقعی فائدہ حاصل کیا ہے اور مادری زبان کے

ایک مشکل اور وقیع پہلو پر عالمانہ انداز سے قلم اٹھایا ہے۔ میں یقین کرتا ہوں کہ علوی صاحب کی سعی مشکور رہے اور اُن کی کتاب مادری زبان کے معلمین کے لئے ایک مستقل شمع ہدایت ہوگی۔

فہرست ابواب ہی سے کتاب کی جامعیت کا اندازہ ہو جاتا ہے، قابل مصنف نے علم تصنیف کے کسی پہلو کو نہیں چھوڑا اور جس پہلو کو بھی لیا ہے اُس پر جدید انکشافات کے ماتحت تفصیل سے بحث کی ہے، میری رائے میں یہ کتاب معلمین اُردو کے علاوہ اُردو زبان سے محبت رکھنے والے اصحاب کے لئے بھی مفید ثابت ہوگی کیونکہ لائق مصنف نے مختلف طریقوں سے بتایا ہے کہ ایک شگفتہ اسلوب بیان کس طرح حاصل ہوسکتا ہے، خود مصنف کے لکھنے کا انداز دلچسپ ہے، زبان کی دل آویزی نے کتاب کی عالمانہ حیثیت کو اور بھی دوبالا کر دیا ہے، مصنف کا قلم نوجوان ہے اور اس نقش اولین میں جوانی کی ساری ہی دل آویزیاں موجود ہیں، مصنف خود مادری زبان کے ایک اچھے پڑھانے والوں میں سے ہیں اور اس لئے جو کچھ اُن کے قلم سے نکلا ہے اس پر مشق اور ذاتی تجربے کا نقش موجود ہے، یہ خصوصیت کتاب کو مفید تر بنا دیتی ہے۔

سید اسد اللہ کاظمی

اُردو کا وجود خود شاہد ہے کہ اس کے عناصر السنۂ مختلفہ سے لئے گئے
ہیں اور متعدد اقوام نے مل کر اس کی بنا ڈالی ہے، سیاسیات کے مبصرین اس اہم
حقیقت سے ہرگز بے بہرہ نہیں کہ زبان کے مشترک ہونے پر قومیت کی تاسیس کا
مدار ہے، اس لئے خیال تو یہ تھا کہ جوں جوں زمانہ گزرتا جائے گا اور احساس
قومی ترقی پذیر ہوتا جائے گا اُردو کی مقبولیت اور ترویج پاکستان و ہندوستان کے طول و
عرض پر محیط ہوتی اور قصبات و دیہات تک سرایت کرتی چلی جائے گی، ابتدائی
آثار بھی کچھ ایسے ہی تھے اور زیادہ زمانہ نہیں گزرا کہ یہ زبان کم و بیش کل برِ صغیر
کے لئے بین الاقوامی زبان (LIN GUA FRANCA) کی حیثیت رکھتی
تھی اور کشمیر سے مدراس اور پشاور و بلوچستان سے آسام اور برما تک ہر جگہ مقابلتاً
بہت زیادہ سمجھی اور بولی جاتی تھی اور اس کی علامتیں اس وقت بھی دور دراز
تک پائی جاتی ہیں۔

ذرا سی توجہ اس اہم مسئلہ کو حل کر دیتی، اُردو حقیقی طور پر تمام پاکستان و
ہندوستان کی واحد مشترکہ زبان بن جاتی اور یہاں کی مختلف اقوام اس رشتہ میں منسلک
ہو کر ایک ہو جاتیں مگر اس کے برخلاف متحدہ ہندوستان میں گزشتہ تیس چالیس

برس میں جس قدر سیاسی احساس اور بیداری پیدا ہو گئی اسی قدر اردو کی مخالفت میں بھی اضافہ ہو گیا، اس حد تک کہ اب ہندوستان میں تو اردو کا مستقبل نہایت غیر متیقن بلکہ تقریباً تاریک ہے اس لئے اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ وہ قوم جس نے اپنی اصلی زبان فارسی کو ترک کر کے اس برصغیر کی دیگر اقوام کی خاطر یہ مخلوط زبان اختیار کی تھی اس حد تک کہ اپنی اصلی زبان کو بھلا دیا تھا، وہ صرف اپنی موجودہ زبان کی بقا ہی کے لئے نہیں بلکہ اپنی پرانی روادارانہ شان کی یادگار کو قائم رکھنے کے لئے امکانی کوشش کرے اور اس زبان کو بربادی سے بچائے جس کی بنیاد کل زبانوں اور قوموں کی تمائندگی پر رکھی گئی ہے اور جو پاکستان و ہندوستان کی واحد بین الاقوامی زبان بننے کی کامل صلاحیت اور استحقاق رکھتی ہے۔

اس کے علاوہ چونکہ اردو عربی و فارسی الفاظ سے مرکب ہونے اور عربی رسم الخط میں لکھی جانے کی وجہ سے ان زبانوں سے قریبی تعلق رکھتی ہے اور مسلمانوں کے مذہبی ماخذ انھیں زبانوں میں ہیں نیز اُن کے ثقافتی اور مذہبی سرمایہ کا بہت بڑا حصہ اُردو میں منتقل ہو چکا ہے اس لئے بھی اس زبان کی اہمیت اُن کے لئے بہت زیادہ ہے۔ اگر ہندوستان کے مسلمان اپنا تعلق مذہب سے قائم رکھنا چاہتے ہیں تو بھی انھیں اُردو پڑھنا اور اُسے باقی رکھنا ہے خواہ اس سلسلہ میں انھیں کتنی ہی دقتیں کیوں نہ اٹھانا پڑیں۔

خدا کا شکر ہے کہ پاکستان کے قیام نے سیاسی طور پر مسلمانان ہندوستان کے ایک بڑے حصہ کو نہ صرف غلامی اور بربادی سے بچا لیا بلکہ ان کی تہذیب، ان کے تمدن اور ان کی زبان کو جو خطرات لاحق تھے وہ بھی ایک بڑی حد تک دور کر دیئے۔ قیام پاکستان کے بعد ہی قائداعظم نے اردو کو پاکستان کی واحد قومی زبان قرار دیا تھا مگر ان کی وفات کے بعد بنگالی کو بھی قومی زبان کا مرتبہ دے دیا گیا ہے ———— تاہم اتنا اطمینان ہے کہ کم سے کم مغربی پاکستان میں اردو کا مستقبل تاریک نہیں۔ گو موجودہ زمانے میں عام رجحان مغرب پرستی اور انگریزوں کی اندھی تقلید کی طرف زیادہ ہے۔ انگریز یہاں سے چلے گئے مگر ہماری غلامانہ ذہنیت ابتک ان کی برائیوں کو بھی اچھائیاں سمجھتی ہے۔ اُن کا لباس پہننا، اُن کے طور طریقے اختیار کرنا، اُن کی زبان بولنا آج بھی ہمارے لئے فخر کی بات ہے مگر جس وقت آزادی کی حقیقی برکات ہم کو حاصل ہوں گی ہم میں خودداری اور خود اعتمادی ضرور پیدا ہوگی اور تب نہ صرف اپنی تہذیب اور معاشرتی خصوصیات کی صحیح اہمیت ہمارے دلوں میں از سر نو پیدا ہوگی بلکہ اپنی زبان کی بھی قدر ہوگی اور ہم مجبور ہوں گے کہ اس کو وہی اہمیت اور درجہ دیں جو آزاد قوموں نے اپنی مادری زبان کو دیا ہے اور انشاء اللہ وہ زمانہ زیادہ دور نہیں ہے اس لئے اشد ضروری ہے کہ مادری زبان کی تعلیم کو بھی صحیح اور مستحکم بنیادوں پر قائم کیا جائے اور اس کی تعلیم صحیح اصول تعلیم کے مطابق دیجائے

تاکہ ہمارے طلبہ میں یہ استعداد پیدا ہو سکے کہ وہ اپنی زبان میں تقریری و تحریری طور پر کامیابی سے اظہار خیال کر سکیں۔

ظاہر ہے کہ زبان کے حاصل کرنے کے دو ہی طریقے ہیں، پڑھ کر یا سُن کر سیکھنا انفعالی صورت ہے اور خود بول کر یا لکھ کر سیکھنا فاعلی، دنیا جانتی ہے کہ فاعلی طریقہ انفعالی طریقہ کے مقابلہ میں زیادہ موثر ثابت ہوتا ہے۔ اس میں کلام نہیں کہ زبان کی تعلیم کے لئے کتابیں پڑھانا بھی نہایت ضروری ہے اور استعداد کی ترقی کا دارومدار ایک حد تک اسی پر ہے تاہم اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ طلبہ کی عملی جدوجہد بنیاد کی پختگی کا واحد ذریعہ ہوتی ہے اور اسی پر اُن کی دلچسپی اور ترقی کا دارومدار ہے۔ صرف کتابیں ہی پڑھاتے جانا اور ہر روز نئے الفاظ، اصطلاحات اور مطالب کی اقساط کا دماغ میں پہنچاتے رہنا اور یہ سمجھنا کہ جیسے ایک مہاجن کی تجوری میں ہر روز تھیلی پر تھیلی رکھی جاتی ہیں اور نہایت حفاظت کے ساتھ ان میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ اسی طرح یہ الفاظ، اصطلاحات و مطالب کی تھیلیاں دماغ کی دولت کو بھی بڑھاتی چلی جائیں گی بالکل غلط ہے، موجودہ نظریئے کے مطابق جس طرح کسی ملک کی دولت صرف گردش میں رہ کر ترقی کر سکتی ہے اور ملک کو صحیح طور پر دولتمند بنا سکتی ہے اسی طرح الفاظ، مصطلحات اور مطالب بھی انسان کو اسی وقت قابلیت کی سچی دولت سے مالامال کرتے ہیں جب ان کو کام میں لا کر اور برابر

استعمال کرتے رہ کر ایک دوامی گردش میں رکھا جاتا ہے۔

قدرت کا قانون بھی بالکل اسی کے مطابق ہے۔ ایک نوزائیدہ بچہ چند ماہ تک ساکت رہ کر نئے الفاظ و اصطلاحات، اشارات و کنایات ذخیرہ کا خاموش مطالعہ کرتا ہے، اس کے بعد وہ اُن کو اپنی ٹوٹی پھوٹی اور توتلی زبان میں ادا کرنا اور ان کی مشق کرنا شروع کر دیتا ہے حتیٰ کہ جونہی بات وہ دیکھتا ہے نقل کر کے اس میں مہارت حاصل کر لیتا ہے، جونہی بات سنتا ہے خود بھی اس کو اپنی زبان سے بار بار ادا کر کے مشق کرتا ہے اور رفتہ رفتہ ان کو ذہن نشین کرتا اور ان کے استعمال پر پوری قدرت حاصل کر لیتا ہے، یہ قانونِ قدرت ہر روز ہمارے مشاہدے میں آتا ہے اور کوئی نئی بات نہیں۔ پس یہ امر مسلم ہو گیا کہ اظہار (COMPOSITION) یعنی الفاظ و اصطلاحات کی مدد سے تقریری یا تحریری طور پر کسی پرانے یا نئے مطلب کا ادا کرنا کتابوں کے پڑھنے سے زیادہ ضروری ہے بلکہ بغیر کتابوں کا پڑھنا بے سود ہے، اس لئے عرصہ سے عام طور پر اس کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ اس برصغیر کی زبانوں کے لئے کوئی ایسی کتاب تصنیف کی جائے جو اساتذہ کی رہنمائی کر سکے اور یہاں کی مادری زبانوں میں اظہار خیالات و جذبات کی تعلیم کو اصول تعلیم کی صحیح بنیادوں پر قائم کر سکے۔

اس کی ضرورت اس وجہ سے اور بھی محسوس کی جاتی تھی کہ اصول تعلیم کی کتابیں قریب قریب تمام تر انگریزی و دیگر مغربی زبانوں میں ہیں اور

بدقسمتی سے علوم مشرقی کے اساتذہ زیادہ تر مغربی زبانوں سے نابلد ہوتے تھے اور (TRAINING) سے مستثنیٰ رکھے جاتے تھے، نہ تو ان کو تعلیم کے اصول باقاعدہ سکھائے یا پڑھائے جاتے تھے اور نہ خود ان کو یہ موقع حاصل تھا کہ وہ اپنے طور پر ایسی کتابیں دیکھ کر اپنے دماغوں کو روشن اور اپنے طریق تعلیم کی اصلاح کرلیں۔

حالانکہ ہماری غلامانہ ذہنیت نے مادری زبان کی صحیح اہمیت سے جس کو دنیا بھر کے تمام مستند ماہرین تعلیم بلا استثنا تسلیم کرتے چلے آئے ہیں ہم کو غافل رکھا ہے اور اب بھی ہم غیر ملکی زبانوں کے دلدادہ ہیں، مگر بحمداللہ کہ اتنا احساس بھی پیدا ہوا ہے کہ ہم میں سے کچھ لوگوں کی توجہ مادری زبانوں اور ان کے اصول تعلیم کی اصلاح اور تدوین کی طرف ہوتی جاتی ہے، ہمارا نظام تعلیم بھی ایک انقلابی دور سے گذر رہا ہے اور حکومت کو بھی یہ فکر پیدا ہوئی ہے کہ موجودہ تعلیمی نظام کو صحیح بنیادوں پر قائم کیا جائے۔

اسی قسم کے احساسات اور تحریکات کا یہ بھی نتیجہ ہے کہ مادری زبانوں کی تعلیم کے اصول کی ترتیب و تدوین کی ضرورت محسوس کی جارہی ہے اور اکثر ماہرین تعلیمات تصنیف و تالیف میں مشغول ہیں اصول تعلیم و نفسیات اطفال کی بہترین انگریزی کتابوں کے ترجمے ہورہے ہیں اور نئی کتابیں بھی لکھی جارہی ہیں مگر ہر زبان میں اظہار خیال و جذبات کا تعلق اس زبان کی اپنی خصوصیات پر منحصر ہے اس لئے انگریزی کی وہ کتابیں جو تخلیقی صلاحیت

پیدا کرنے اور اظہار خیال اور تصنیف و تالیف کی استعداد کو ترقی دینے کے اصول و قواعد بتاتی ہیں کسی دوسری زبان میں قوت اظہار پیدا کرنے میں زیادہ مدد نہیں دے سکتیں اس لئے نہ تو ایسی کتابوں کے ترجمے ہی اردو میں کئے گئے ہیں اور نہ کوئی جامع کتاب ہی اب تک تصنیف ہو سکی ہے مگر اس کمی کا پورا کرنا اشد ضروری ہے اور یہی احساس اس کتاب کی تصنیف کا اصلی محرک ہے۔ خدا کرے یہ سعی مشکور ہو اور یہ مختصر پیش کش مادری زبان کے اساتذہ کے لئے مفید ثابت ہو۔

یہ کتاب اردو میں ہونے کی وجہ سے یقیناً معلمین زبان اردو کے لئے خاص اہمیت رکھتی ہے مگر اس کی ترتیب میں عام طور پر اردو کو بحیثیت ایک مادری زبان کے برتا گیا ہے، نیز پاکستان کی دیگر مادری زبانوں کا بھی خیال رکھا گیا ہے۔ مادری زبان کی تعلیم کے عام اصول تو دنیا بھر میں یکساں ہیں، خواہ وہ اردو ہو یا انگریزی، فرانسیسی ہو یا جرمنی، بنگالی ہو یا ہندی۔ جو زبان بحیثیت مادری زبان کے اہل زبان کو پڑھائی جائے گی اصولاً اس کی تعلیم کے طریقے ایک ہوں گے۔ بالخصوص چونکہ اردو اس برصغیر کی زبانوں کے امتزاج سے بنی ہے اس لئے اس کی بنیادی خصوصیات بھی مشترک ہیں، ان وجوہ کی بنا پر اس کتاب میں جو عام اصول اور قواعد بیان کئے گئے ہیں وہ پاکستان و ہندوستان کی دیگر مادری زبانوں مثلاً

سندھی، پنجابی، بنگالی، گجراتی اور ہندی وغیرہ کی تعلیم کے لئے یکساں طور پر مفید اور کارآمد ہیں اور وہ اصول و قواعد، مثالیں اور مشقیں جو خاص طور پر اظہار و تصنیف کی استعداد پیدا کرنے اور اسے ترقی دینے کے لئے پیش کی گئی ہیں ان میں پاکستان و ہندوستان کی جملہ زبانوں کا لحاظ رکھا گیا ہے اس لئے اگر اس کتاب سے دوسری زبان والے بھی استفادہ کریں تو بہتر ہے بلکہ اگر ممکن ہو سکا تو میں خود اس کا ترجمہ یہاں کی دوسری زبانوں میں بھی شائع کروں گا۔

بہرحال، خدا کرے، یہ حقیر کوشش میرے مقصد کے حصول کا ذریعہ بنے اور اساتذۂ زبان کے لئے یہ کتاب کارآمد ثابت ہو تاکہ بہت جلد مجھ کو اس بات کی ہمت محسوس ہو سکے کہ میں تعلیم زبان کے دیگر شعبوں مثلِ تدریسِ نثر و تدریسِ نظم وغیرہ کے اصول و قواعد کو بھی مرتب و مدون کر کے کتابی صورت میں پیش کر سکوں۔

۵ نومبر ۱۹۵۶ء　　　　یونس حسن فروغ علوی کاکوروی

(۱)

زبان کی تعلیم کا مقصد اور تصنیف کی اہمیت

قدرت نے انسان کو حیوانِ ناطق بنایا ہے اور اُس کی زبان اُس کی امتیازی خصوصیت ہے، یہ زبان ایک ایسا آلہ ہے جس کے وسیلے سے ہمارے خیالات، احساسات اور جذبات دوسروں تک پہنچتے ہیں اور دوسروں کے ہم تک، یہی وہ رابطۂ اتحاد ہے جو دو دلوں کو ملا کر ایک کر دیتا ہے، بگڑے ہوئے معاملات کو بنانا اور ٹوٹے ہوئے تعلقات کو از سر نو قائم کرتا ہے، بیگانے کو یگانہ بنا دیتا ہے اور بعض اوقات ملے ہوئے دِلوں کو علیحدہ کر دیتا ہے، بنے ہوئے معاملات کو بگاڑنا اور جُڑے ہوئے تعلقات کو توڑ دیتا ہے، دوستوں کو دشمن بلکہ ایک عالم کو منحرف، بیزار کر دیتا ہے۔

زبان ہی پر دنیا کی معاشرت، معاملت اور تجارت کا دارو مدار ہے بغیر اس کے دنیا کا کوئی کام نہیں چل سکتا۔ ہمارے تمام مشاغل، ہماری تمام دلچسپیاں اور ہمارے تمام کاروبار — صنعت، حرفت اور تجارت وغیرہ

سب ہی اس زبان کی مدد کے رہینِ منت ہیں اور بغیر اس کے مجبور محض مثلاً دو گونگے آپس میں خاطر خواہ تعلقات قائم نہیں کر سکتے، محض اس لئے کہ وہ ایک دوسرے کے خیالات، احساسات اور جذبات سے پوری طرح استفادہ نہیں کر سکتے۔

زبان کا سیکھنا اُس میں مہارت پیدا کرنا اور اس کے ذریعہ سے اظہار خیال پر قادر ہونا، اس کے وسیلے سے دوسروں پر مطلوبہ اثر ڈال سکنا تحصیلِ علم کا اول مقصد ہے، بلکہ اس کے لئے ایک لازمی شرط اس لئے کہ جو شخص خود اپنے تاثراتِ قلبی کا بجنسہ اظہار نہیں کر سکتا وہ دوسروں کے مطالب کو بھی پوری طرح سمجھنے سے قاصر ہے اور تعلیم و تدریس کے استفادہ سے مطلقاً محروم پس یہ سمجھ لینا چاہئے کہ زبان کے ان دو مقاصد کے اعتبار سے اس کی تحصیل کی بھی دو ہی غایتیں ہیں :-

۱۔ دوسروں کے صوتی اور قلمی اظہار کی تمام باریکیوں کی تہ کو پہنچ جانا اور ان کے الفاظ سے ان کے اصلی مافی الضمیر کو دریافت کر لینا۔

۲۔ خود اپنے خیالات، احساسات اور جذبات کو، حسب موقع و محل، مناسب الفاظ اور پیرایۂ اظہار کے ذریعہ سے اس طرح ادا کر دینا کہ ایک خیال، احساس یا جذبہ جس حد تک ہم ظاہر کرنا چاہتے ہیں یا اس سے جس طرح کا اور جس قدر اثر ہم مخاطب پر ڈالنا چاہتے ہیں بعینہ اسی حد تک ظاہر ہو اور اُسی

طرح گا اور اسی قدر اثر اس پر پڑے پس ان دونوں غایتوں کی تکمیل کے لئے ضروری ہے کہ ہم معمولی تقریری وتحریری زبان، اس کے مختلف طریق استعمال، اس کے محاسن ومعائب اور بالخصوص مرادفات کی صحیح قیمت سے واقف ہوں، بلکہ اُن پر پوری قدرت رکھتے ہوں۔

جیسا کہ "نمبر ۲" میں بیان کیا گیا زبان پر قدرت حاصل کرنے اور اس میں عملی قابلیت بہم پہنچانے کے دو ہی طریقے ہیں۔ فاعلی وانفعالی۔ فاعلی طریقہ یعنی آدمی خود بولنے اور لکھنے کے ذریعے سے زبان پر قدرت حاصل کرے اور انفعالی طریقہ یعنی سننے اور پڑھنے کے ذریعہ سے مذکورہ مہارت پیدا کی جائے۔ یہ دونوں طریقے اپنی نوعیت میں بیحد اہم اور حصول زبان کے لئے ناگزیر ہیں۔ مگر پوری مہارت حاصل کرنے کا جہاں تک تعلق ہے، تجربے نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اول الذکر طریقہ زیادہ کامیاب طریقہ ہے گو دوسروں کو بولتے ہوئے سننا اور کتابیں پڑھنا بھی کم ضروری نہیں اور یہ بات ناقابل انکار ہے کہ پہلے طریقہ کا دارومدار تمام تر دوسرے یعنی انفعالی طریقہ پر ہے۔

اس میں شک نہیں کہ بچہ دنیا میں گونگا پیدا ہوتا ہے مگر اس کی تدریجی ترقی کے ساتھ اس کی استعدادیں اور صلاحیتیں بھی ترقی پذیر ہوتی جاتی ہیں، یہاں تک کہ اس کی ذہانت اور اس کا حافظہ اس قابل ہو جاتا ہے کہ وہ فاعلی طریقہ پر بھی کوشش شروع کر دیتا ہے، اس کی مہمل "

بڑمعانی الفاظ سے قریب تر ہونے لگتی ہے، کچھ وقت گزرنے کے بعد وہ چند کلمات کے ادا کرنے پر پوری قدرت حاصل کر لیتا ہے اور پھر کچھ عرصہ کے بعد زیادہ الفاظ پر، پھر ادھورے بولوں اور مختصر فقروں پر، غرضکہ اس طرح ترقی کرتے کرتے وہ اپنے مفہوم کو پوری کامیابی سے ادا کرنے لگتا ہے، اس کی اس تعلیم میں مندرجہ بالا دونوں طریقے کام میں آتے ہیں۔ وہ دوسروں کو بولتے، باتیں کرتے دیکھتا ہے، ان کی باتوں کو اپنی ذہانت کی مدد سے سمجھتا اور اپنے حافظے کے ذریعہ سے محفوظ کرتا ہے اور پھر ان کو اپنی زبان سے فاعلی طریقے پر ادا کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اس کی یہ مشق جیسی جیسی بڑھتی جاتی ہے اسی قدر وہ اظہار مطلب پر قادر ہوتا جاتا ہے۔

مندرجہ بالا مثال سے معلوم ہوا کہ اگر انفعالی طریقہ زبان کے حصول کا واحد ذریعہ ہے تو فاعلی طریقہ اس پر قدرت حاصل کرنے کا اہم ترین وسیلہ اور دونوں ایک دوسرے کے محتاج ہیں اور کسی ایک کے بغیر دوسرا بیکار محض۔ گونگے ہونے کا راز بہرا ہونا ہے، اگر سننے کی استعداد نہیں ہے تو لاکھ کوشش کیجئے بچے کو بولنا نہیں سکھایا جا سکتا اور یہی وجہ ہے کہ تعلیم کی ابتدا ابھی سننے اور پڑھنے سے ہوتی رہی اور حقیقتاً سننا اور پڑھنا تحصیل زبان کی بنیاد ہے مگر اسی حد تک جہاں تک سمجھنے کا تعلق ہے۔

بولنا اور اپنے احساسات و جذبات کی ترجمانی کرنا بغیر فاعلی طریقہ کے نہیں آسکتا، منہ یا زبان کے معمولی نقائص ادائے مطلب میں رکاوٹ پیدا کردیتے ہیں جس کی ایک معمولی مثال لکنتِ زبان ہے۔

پس یہ سمجھ لینا چاہئے کہ بولنا اور اس کے ساتھ لکھنا بھی جو درحقیقت بولنے کی ایک دوسری شکل ہے کسی زبان کی تحصیل کے اصلی مقاصد ہیں اور اُن پر زبان کی قدرت اور قابلیت کی پختگی کا دارومدار ہے، موجودہ طریقہ تعلیم میں اسی وجہ سے بولنے اور لکھنے پر بہت زیادہ زور دیا جانے لگا ہے اور تجربے نے یہ ثابت کردیا ہے کہ یہ قدم غلط راستہ پر نہیں بلکہ مستقیم ترین راہ پر رکھا گیا ہے اور فطرت کے اس پرانے اصول کو پوری طرح سمجھ لیا گیا ہے جو ہر بچے کو زبان سکھانے اور اس کو گویا بنانے میں بلا استثنا برتا جاتا ہے، مگر انسان ابھی تک اس سے فائدہ اٹھانے سے قاصر رہا تھا یہی قدرتی طریقہ جس کو 'سادہ طریقہ' (DIRECT METHOD) کہتے ہیں آج تمام دنیا میں رائج ہے اور اس کی مدد سے نہ صرف کسی زبان کے سیکھنے میں آسانی ہوتی ہے بلکہ بچے نہایت جلد ترقی کرتے ہیں، پڑھنا و تعلیم حاصل کرنا ایک کھیل بنگیا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ ہے کہ اس طریقہ سے جو کچھ سکھایا جاتا ہے وہ دماغ پر نقش ہوجاتا ہے اور اس پر بچوں کو پوری قدرت حاصل ہوجاتی ہے۔

پس تقریر اور تحریر کی اس غیر معمولی اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے

ہم اس کتاب میں صرف ان ہی دو ارکانِ زبان سے بحث کریں گے اور اس سلسلہ میں پاکستان اور ہندوستان، یورپ اور امریکہ کے قابل ترین ماہرین تعلیمات کے نظریے پیش کرنے کی کوشش کریں گے۔

مادری زبان کی اہمیت

میکنی (M ACNEE) نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ "لوگ زبان کو اظہار خیال کا ذریعہ سمجھتے ہیں، یہ غلط ہے، خود زبان عین خیال ہے۔"

دنیا کے ابتدائی دور میں خیالات اشاروں کے ذریعہ سے یا شکلیں کھینچ کر ظاہر کئے جاتے تھے مگر جب انسان نے ترقی کی اور اس کی ضروریات بڑھیں تعلقات وسیع تر ہوئے، الفاظ ناگزیر ہو گئے۔ الفاظ خیالات کے نمائندے ہیں، جونہی آدمی احساس سے گزر کر اظہار پر آتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس نے جو کچھ دیکھا، سنا یا سمجھا ہے اس کو بیان کرے اور دوسروں کو بھی اپنے تجربات سے فائدہ پہنچائے ان کو اپنی کیفیات میں شریک کرے وہ اسباب و علل اور جذبات، محسوسات و واردات کی حدود میں داخل ہوتا ہے، جہاں الفاظ ترجمان کی حیثیت رکھتے ہیں اور ان کے بغیر گزر ممکن نہیں ہوتا۔

زبان انہیں الفاظ کا مجموعہ ہے اور مادری زبان وہ قدرتی اور بدا ہہ ذریعہ اظہار ہے جس کی بقا و صحت اور استحکام، تربیت و ترقی بالکل اسی طرح

ضروری ہے جیسے جسم کے اعضاء کی، وہ کام جو ایک زبان کے ذریعے
سے حاصل ہوتا ہے جسم کے تمام اعضاء کی متحدہ کوشش سے بھی حاصل
نہیں ہوتا اور اپنے جسم کے تمام اعضاء میں جس عضو کو ہم سب سے زیادہ
استعمال کرتے ہیں اور جس کے بغیر ہمارا کام ایک منٹ بھی نہیں چل سکتا وہ
زبان ہے، اس لئے نہایت ضروری ہے کہ اس طلسمی مگر انتہائی نازک آلہ
کی بقا و صحت کا انتہائی خیال رکھا جائے اور اس کے استحکام، تربیت و
ترقی میں ہرگز کمی روا نہ رکھی جائے، اس میں اظہار کی پوری قوت پیدا کر دی
جائے جس کا وسیلہ سوائے مادری زبان کے کوئی دوسری زبان نہیں ہو سکتی
اس لئے کہ زیادہ آدمی اپنی تمام زندگی اپنے وطن میں گذارتے ہیں اور بیشتر
اُن کو عمر بھر اُن سب زبانوں سے زیادہ جن کو وہ جانتے ہیں اپنی
مادری زبان سے کام لینا پڑتا ہے مگر پھر بھی عام طور پر مادری زبان سے
غفلت برتی جاتی ہے اور یہ غفلت اور بے توجہی کچھ پاکستان و ہندوستان پر
ہی منحصر نہیں بلکہ دنیا کے اکثر ممالک میں عام ہے اور خاص کر اس مختلف الالسنہ
ملک میں تو انگریزی زبان کے عشق نے ملکی زبانوں کی اہمیت کو سخت نقصان
پہنچایا ہے، مگر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہماری اکثریت انگریزی زبان میں اظہار
خیال نہیں کرتی، جہاں اس کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے وہ تجارتی، سرکاری
اور فنی نیا دلۂ خیال ہے ورنہ دوسری جملہ ضرورتوں کے لئے مادری زبان

ایک ناگزیر وسیلہ ہے، کوئی غیر ملکی زبان ایسے موقعوں پر کام نہیں آسکتی اور ادائے مطلب میں کامیاب نہیں ہوسکتی۔ انگریزی زبان پر منحصر نہیں کوئی خارجی زبان ہمارے معاشرتی ماحول کی تفصیلات کو جو اس کے لئے بالکل بیگانہ ہیں کامیابی سے بیان نہیں کرسکتی۔ یہ بالکل ناممکن ہے کہ پاکستانی یا ہندوستانی گھریلو زندگی کو انگریزی میں اپنی زبان کے کم سے کم ۳۰ فی صدی الفاظ شامل کئے بغیر بیان کیا جاسکے۔ اس کے علاوہ محسوسات کے اظہار کے لئے بھی خارجی زبانیں بالکل غیر مؤثر اور بیکار ثابت ہوتی ہیں۔ اس لئے کہ ان کو وہ جذباتی مرتبہ حاصل ہی نہیں ہوسکتا جو مادری زبان اور اس کے الفاظ بچپن ہی میں حاصل کرچکے ہیں جبکہ جذباتی زندگی کی بنا ڈالی گئی تھی۔ ہمارے ملک میں عام طور پر انگریزی زبان کی تعلیم آٹھ یا نو سال کی عمر میں شروع ہوتی ہے اور قبل اس کے کہ بچے اپنی زبان پر پوری قدرت حاصل کرسکیں اُن کو ایک غیر ملکی زبان پڑھانا شروع کردی جاتی ہے اور ان سے انگریزی میں مہارت پیدا کرنے کی کوشش کرائی جاتی ہے۔ اکثر ایسے بچوں کو انگریزی پڑھتے دیکھا گیا ہے جو اپنی زبان میں لکھا ہوا ایک حرف بھی نہیں پڑھ سکتے، ایک معمولی فقرہ بھی نہیں سمجھ سکتے، اس لئے قواعد کے اصول اور پڑھنے لکھنے کے بنیادی قاعدے جو تمام زبانوں میں یکساں ہیں اور خود مادری زبان میں زیادہ آسانی اور کامیابی سے سمجھے

اور سیکھے جا سکتے ہیں اُن کو انگریزی میں پڑھنا اور سیکھنا پڑتے ہیں، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بچوں کو نہ تو اپنی زبان میں پوری مہارت حاصل ہوتی ہے اور نہ انگریزی زبان میں۔

گزشتہ باب میں تعلیم زبان کے مقاصد بیان کئے گئے تھے، مادری زبان کی تعلیم کے بھی وہی دو مقاصد ہیں اول حصولی یعنی۔ زبان کے ذریعہ سے دوسروں کے خیالات معلوم کئے جائیں۔ دوسرے اظہاری۔ یعنی زبان کے ذریعہ سے اپنے خیالات ظاہر کئے جائیں۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو ان دونوں مقاصد کے دو دو حصے کئے جا سکتے ہیں:۔

(۱) حصولی ـــــ (الف) طلبہ مادری زبان کو سُن کر اور پڑھ کر قابلیت حاصل کریں اور مختلف قسم کے خیالات کا ایک بیش بہا قیمت ذخیرہ فراہم کر لیں۔

(ب) طلبہ اس قابل ہو جائیں کہ اعلیٰ جذبات و خیالات کا جو مادری زبان کی کتابوں اور تقریروں کے ذریعہ سے اُن تک پہنچیں جواب دے سکیں اور ان سے متاثر ہو سکیں۔

(۲) اظہاری ـــــ (الف) طلبہ کو ایسا بنا دیا جائے کہ وہ مادری زبان میں اپنے خیالات کا حقیقی طور پر اظہار کر سکیں، تاکہ

سننے یا پڑھنے والا پورے طور پر سمجھ لے۔

(ب) طلبہ اس قابل ہو سکیں کہ وہ کامیاب اور عمدہ طریقے سے اظہارِ خیالات کر کے اپنی جذباتی زندگی کو ترقی دے سکیں۔

ان مقاصد پر ایک سطحی نظر ڈالنے سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ کسی زبان کی تعلیم کا مقصد صرف یہ نہیں ہے کہ آدمی اُسے معمولی طور پر سمجھ لے یا چند ٹوٹے پھوٹے جملوں میں ادائے مطلب کر سکے۔ ہم لوگ ساری ساری عمر انگریزی پڑھنے میں صرف کر دیتے ہیں اور پھر بھی اس قابل نہیں ہو پاتے کہ اُن مقاصد کو انگریزی میں حاصل کر سکیں، پس صاف ظاہر ہے کہ اگر کسی زبان میں اس قدر ترقی کی جا سکتی ہے تو وہ مادری زبان ہی ہے، جس کو ہم پس پشت ڈالے ہوئے اور نظر انداز کئے ہوئے ہیں۔ جو قوم اپنی کوئی زبان نہیں رکھتی جس کے پاس کوئی ادبی سرمایہ نہیں ہوتا، جو اپنی خاص زبان میں اظہار مطلب سے قاصر ہوتی ہے جس کی زبان زمانے کے ساتھ ترقی پذیر نہیں ہوتی اور علوم متداولہ کی دولت سے محروم رہتی ہے وہ قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ پس دیگر اقوام کے مقابلہ میں اپنا وقار قائم کرنے کے لئے اس کی اشد ضرورت ہے کہ ہم اپنی زبان کو بھی دنیا کی دیگر زبانوں کے ہم پلہ بنائیں اور اس کو علوم وفنون کے خزانوں سے

مالامال کریں تاکہ ہم کو اس کی ضرورت نہ رہے کہ ہم علم وفن کے اکتساب کے لئے اچھی خاصی عمر، دولت اور دماغی قوت کو ایک غیر زبان کے سمجھنے کی کوشش میں ضائع کریں۔ ہم کو بالکل ویسا ہی کرنا چاہئے جیساکہ دیگر اقوام عالم کرتی چلی آئی اور کر رہی ہیں۔ یورپ والے خود مقر ہیں کہ انھوں نے یہ تمام علوم وفنون مشرق سے حاصل کئے ہیں، مگر اب مشرق خود اُن کے سامنے زانوے شاگردی تہ کرنے پر مجبور ہے، اگر ہم اپنے پرانے اصول اہل مغرب سے پھر سیکھ لیں تو یہ امر بعید از قیاس نہیں ہے کہ ہم اپنی کھوئی ہوئی دولت کو دوبارہ اپنے گھر واپس لا سکتے ہیں، مگر ہماری بدقسمتی ہم کو ایسا کرنے نہیں دیتی، ہم ان کو ان بیش قیمت اصولوں پر عمل کرتے اور ترقی کرتے دیکھتے ہیں مگر خود عمل نہیں کرتے۔

انگریزی تعلیم کے سلسلہ میں بھی مادری زبان کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ انگریزی زبان اور اس کے قواعد کے حاصل کرنے میں مادری زبان سے مدد لی جائے، یہ بھی بتایا گیا ہے کہ بچے کو ایسی عمر میں انگریزی شروع کرانا چاہئے جب وہ اپنی زبان اور اس کے قواعد سے کسی قدر واقف ہو جائے تاکہ اس میں زبان کے سمجھنے کی عام صلاحیت پیدا ہو جائے۔ اس سے کوئی معلم ناواقف نہیں۔ اصول تعلیم اور طریقۂ تعلیم کی کتابیں مادری زبان کی اہمیت سے بھری پڑی ہیں، ہم ان کتابوں

کو بڑھتے ہیں مگر ہم کو اس کا بالکل احساس نہیں ہوتا کہ جو اہمیت دیگر اقوام کی مادری زبانوں کو حاصل ہے وہی ہماری مادری زبان کو بھی ہے۔
اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ انگریزی ماہرین تعلیمات کا نظریہ بھی پیش کر دیا جائے۔

تعلیمی بورڈ لندن نے مادری زبان کی تعلیم کے لئے جو ہدایتیں کی ہیں اسی کے سلسلہ میں لکھا ہے کہ:-

"عام مضامین کی تعلیم کے لئے مادری زبان کو پورے طور پر جاننا اور سمجھنا ضروری ہے کسی طرح کی تعلیم نہیں ہو سکتی اگر مادری زبان پر پوری قدرت حاصل نہیں، مادری زبان کی کمزوری کی وجہ سے اظہار مطلب اور ادائے خیال میں نقص پیدا ہو جاتا ہے، اگر بچے کو اچھی اور صحیح زبان سیکھنے کا موقع نہیں ملتا تو وہ غلط اور ناقص زبان سیکھتا ہے اور سوچنے اور غور کرنے کی صحیح عادت اختیار نہیں کرتا۔"

اگر صرف اسی نقصان کا خیال کیا جائے تو مادری زبان کی صحیح تعلیم کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے حقیقتاً مادری زبان دوسرے تمام مضامین سے زیادہ ضروری ہے۔ اگر مادری زبان کی تعلیم کو دیگر مضامین کی طرح محدود نہ رکھا جاتا اور محدود وقت نہ دیا جاتا تو ابتدائی مدارس کے طلبہ میں اس سے زیادہ انسانیت اور تہذیب پیدا ہو جاتی، موجودہ

طرزِ عمل کا نتیجہ یہ ہے کہ اس ناقص تعلیم کی وجہ سے طلبہ میں کوئی استعداد پیدا نہیں ہوتی، اور کافی عرصہ طرزِ تکلم کی غلطیوں کی اصلاح میں صرف ہو جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ سب سے پہلا فرض مکالمہ کی درستی ہے ورنہ ابتدائی تعلیم کا مقصود فوت ہو جائے گا مگر اس میں اس قدر وقت نہ ضائع ہونا چاہئے۔ مادری زبان کو سب سے زیادہ اہمیت اور وسعت دینا چاہئے اور اس کا ابتدا ہی سے خیال رکھنا چاہئے۔ اگر کوئی دوسرا مضمون کچھ عرصہ تک پس پشت پڑا رہا تو جب شروع کیا جائے گا اور جتنی دیر میں، اتنی ہی آسانی سے حاصل ہوگا مگر مادری زبان کو اگر ابتدا میں نظر انداز کر دیا گیا تو پھر کبھی نہیں آسکتی۔ مسٹر جارج سیمپسن (GEORGE SAMPSON) اپنی کتاب "انگریزی انگریزوں کے لئے" (ENGLISH FOR THE ENGLISH) میں لکھتے ہیں:-

"مادری زبان ہی ہمارے لئے اظہارِ خیال کا ذریعہ ہے جس کے حاصل کر لینے سے ہم کم سے کم ایسے انسان بن جاتے ہیں جن کا سمجھنا ممکن ہوتا ہے، ہم گزشتہ کی وراثت حاصل کرنے کے قابل، موجودہ کو قبضہ میں رکھنے اور آئندہ کا مقابلہ کرنے کے لائق ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ہم کو چاہئے کہ سب سے پہلے ہم اپنے بچوں کو اس قابل بنا دیں کہ پہلے وہ خود یہ پورے

طور پر سمجھ سکیں کہ وہ کیا کہنا چاہتے ہیں اور اس کے بعد
وہ اس مطلب کو صفائی کے ساتھ ظاہر کرنا سیکھیں۔ بیان کی
صفائی، خیالات کی صفائی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ ہم کو پہلے
صرف صفائی کا لحاظ کرنا چاہیئے، صحت کا نہیں۔ اگر دونوں
باتیں حاصل ہونا ممکن نہوں تو یہ سمجھنا چاہیئے کہ صفائی زیادہ
بڑی کامیابی ہے اور اسی کے حاصل کرنے کی کوشش کرنا چاہیئے
صحت کا تعلق صرف عادت سے ہے۔ جو آسانی سے ڈالی جا سکتی
ہے۔ ایک طالب علم کا ناقابلِ معافی قصور قواعد کی غلطی نہیں
بلکہ اس کی تقریر کا غیر مربوط اور الجھا ہوا ہونا ہے"

ابتدائی تعلیم سے ہماری غرض صرف یہ ہے کہ طلبہ میں مندرجہ ذیل
باتیں پیدا ہو جائیں:۔

۱۔ ایک سادی بات کو سادے طریقے سے کیونکر کہنا چاہئے۔
۲۔ ایک سادی بات کو سادے طریقے سے کیونکر سننا یا سمجھنا چاہیئے
۳۔ ایک سادی بات کو سادے طریقے سے کیونکر پڑھنا چاہئے۔
۴۔ ایک سادی بات کو سادے طریقے سے کیونکر لکھنا چاہئے۔

مگر معلم کے لئے یہ پہلے ضروری ہے کہ وہ خود ان باتوں پر پوری
قدرت رکھتا ہو ورنہ وہ دوسروں کو کیا تعلیم دے گا۔ بولنا، پڑھنا اور لکھنا

بین الافرادی معاملت کا ذریعہ ہے، اس لئے ان کا حاصل کرنا ہر شخص کے لئے ضروری ہے، ایک ایسا شخص جس کی زبان میں کوئی نقص ہے وہ معاملت اور معاشرت کا اہل نہیں۔ اس وقت سے قبل کہ ایک بچہ تخفیقی تکمیل کو پہنچے اس کے لئے نہایت ضروری ہے کہ وہ اپنی وطنی زبان پر قدرت حاصل کرے، اس لئے کہ زبان ایک ہمہ گیر وسیلہ ہے جس کے بغیر نہ تو کوئی کام کیا جاسکتا ہے، نہ کوئی پیشہ اختیار کیا جاسکتا ہے۔

عام طور پر ایک دقت یہ ہے کہ مدرسے تو کسی حد تک اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ طلبہ صحیح زبان سیکھیں مگر بچوں کے ماحول اور گھر میں بری زبان رائج ہونے کی وجہ سے اکثر وہی محاورات بچوں کے دماغ میں راسخ ہو جاتے ہیں اور ان کی اصلاح ناممکن ہو جاتی ہے رہ گئے مدارس تو وہاں بھی مادری زبان کو کوئی خاص اہمیت حاصل نہیں معلم زبان کے علاوہ دیگر اساتذہ اپنے مضامین کی تعلیم کے دوران میں مادری زبان کی صحت کا لحاظ نہیں رکھتے اور ان کے گھنٹوں میں اسی ناقص زبان کی مشق جاری رہتی ہے جس کی بچوں کو عادت ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ صرف مادری زبان کے معلم کی کوششیں بالکل بے سود ثابت ہوتی ہیں اور اس کو بغیر کامیابی کی امید

کئے مسلسل ایسی ہی معاندانہ طاقتوں کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔

مادری زبان کو ایک مضمون نہ سمجھنا چاہئیے بلکہ یہ تو زندگی بسر کرنے کی ایک ضروری شرط ہے۔ یہ زندگی کے لئے اس قدر ناگزیر ہے کہ گہوارے سے قبر تک ساتھ جاتی ہے۔ مادری زبان کا سبق صرف قابلیت پیدا کرنے کے لئے نہیں ہوتا بلکہ یہ تو بچہ کی حیات کا ایک ضروری جز ہے۔ اس کا حاصل کرنا اس کی اہمیت کے علاوہ اس وجہ سے بھی ضروری ہے کہ یہ تمام علوم و فنون کے حاصل کرنے کا ذریعہ ہوتی ہے۔ اس لئے ایک مستحکم نظام تعلیم وہ ہے جس کی بنیاد مادری زبان پر جو انسانی معاملت و معاشرت کا بڑا ذریعہ اور علمی و عقلی ترقی کی بنیاد ہے رکھی گئی ہو الو، جیسا کہ کہا گیا، آدمی ایک بڑی حد تک دوسری زبانوں کو اس کی مدد سے حاصل کرتا ہے، اس لئے کہ وہ بنیادی استعداد جو ایک غیر زبان کے سیکھنے کے لئے اشد ضروری ہے محض مادری زبان کے وسیلہ سے حاصل ہوتی ہے، پس ضروری ہے کہ مادری زبان کی تعلیم کی طرف پوری توجہ کی جائے اور اس سلسلہ میں مندرجۂ ذیل امور پر نظر رکھی جائے:-

۱۔ مدرسہ کے تمام مشاغل میں یہ وہ مخصوص ترین اور اہم ترین کام ہے جس کا اثر انسان کی تمام زندگی پر پڑتا ہے۔

۲۔ مضامین تعلیمی میں صرف یہ ایک ایسا مضمون ہے جس کے لئے ہم کو

برابر لڑتے رہنا ہے، صرف اس غرض سے نہیں کہ بچوں میں ایک معتد بہ قابلیت پیدا ہو جائے بلکہ اس لئے بھی کہ اس کو اس کی اصلی جگہ حاصل ہو جائے۔

۳۔ مادری زبان کی تعلیم معاملت، بیوپار بلکہ عام معاشرت کی کامیابی کے لئے اشد ضروری ہے، یہ قابلیت کی بنیاد ہے اور ایک ایسی شرط ہے جس پر بڑی حد تک ہماری ترقی کا بھی دار و مدار ہے۔ مختصر یہ کہ مدارس میں ہمارا فرض دو حیثیتیں رکھتا ہے:۔

الف۔ زبان کو آلے اور وسیلے کے طور پر سکھانا۔

ب۔ زبان کو اس طرح سکھانا کہ وہ تخلیقی زندگی کا ذریعہ بن سکے اور سچا ذوقِ جمال پیدا کر دے۔ اس اعتبار سے زبان کی تعلیم کی تقسیم ذیل کے شعبوں میں بھی ہو سکتی ہے:۔

۱۔ مستند اور معیاری زبان کی باقاعدہ تعلیم۔

۲۔ مکالمہ یعنی مقصد و مدعا کے مطابق صحیح سوال کرنے اور صحیح جواب دینے کی تعلیم۔

۳۔ قوت سامعہ یعنی کانوں کی تربیت تاکہ وہ دوسروں کی باتوں کو صحیح طور پر سن سکیں اور سمجھ سکیں۔

۴۔ تحریر کی تعلیم۔

۵۔ مطالعہ کی تعلیم۔

۶۔ علم ادب یعنی زبان کے نثر و نظم کے سرمایہ سے صحیح اور پورے طور پر فائدہ اٹھانے کی تعلیم۔

مگر اس کتاب میں ہم کو صرف اظہاری و تخلیقی یعنی تقریری و تحریری حصہ سے تعلق ہے اس لئے ہم دیگر اقسام تعلیم سے بحث نہیں کریں گے۔

اس باب کے ختم کرنے سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اساتذۂ مدارس کی توجہ ایک خاص امر پر بھی مبذول کرا دی جائے۔ ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ مادری زبان اصولی چیز ہے، یہ کوئی مضمون نہیں ہے بلکہ تمام مضامین کی بنیاد ہے، اس لئے مدرسے کے تمام اساتذہ کا یہ بنیادی فرض ہے کہ مادری زبان کی تعلیم اور اصلاحِ طلبہ کی کوشش میں متحد العمل ہو جائیں اور اس بات کا خیال رکھیں کہ ہر سبق صرف اپنے مضمون ہی کا سبق نہ ہو بلکہ صحتِ بیان و کامیابی اظہار کا بھی اور ہر قسم کی تحریر جو مادری زبان میں لکھی جائے خواہ اس کا تعلق تاریخ و جغرافیہ ہی سے کیوں نہ ہو یا کسی دیگر زبان سے، بہر حال اس کو زبان کے اعتبار سے صحیح اور اغلاط سے پاک ہونا چاہئے، مگر یہ بات اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک تمام اساتذہ مادری زبان کی صحیح اہمیت کو پوری طرح سمجھ کر اپنے فرض کا احساس نہ کریں۔

اسی کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ کسی مضمون کی تعلیم کا معیار

اُس وقت تک بلند نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کا معلم زیادہ قابل اور معزز نہ ہو، مادری زبان کی ناقدری کی وجہ سے اس کے معلمین بھی کوئی اہمیت نہیں رکھتے، اُن کے لئے چند مخصوص امتحانات کے علاوہ اعلیٰ تعلیم کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی، وہ ٹریننگ سے بھی مستثنیٰ سمجھے جاتے ہیں اور اُن کے مشاہرے بھی بہت قلیل ہوتے ہیں، یہ باتیں مادری زبان کی ناقص تعلیم کی بہت حد تک ذمہ دار ہیں، اگر ہمیں اپنی زبان کو ترقی دینا ہے اور اُسے دنیا کی دیگر زبانوں کے ہم پلہ بنانا ہے تو ہمارا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ اس کے پڑھانے والوں کو اس ذلت سے نجات دلائیں اور حتی الامکان کوشش کریں کہ مادری زبان کے پڑھانے والے قابل ترین اشخاص ہوں جو عام مضامین کی واقفیت کے ساتھ مادری زبان میں خاص قابلیت اور اعلیٰ اسناد رکھتے ہوں اور وسعت نظر اور معلومات میں دوسروں سے بہتر ہوں نیز ضروری ہے کہ ان کے مشاہرے ان کے اہم منصب کے مطابق رکھے جائیں تاکہ دیگر اساتذہ کے مقابلہ میں ان کو زیادہ وقار اور اہمیت حاصل ہو سکے۔

۲

انسان اور اظہار خیال

انسان کا دماغ وہ فانوس خیال ہے جس میں بالارادہ و بلاارادہ اشکال متصورہ کی گردش رہتی ہے اور یہ سلسلہ خواب کی حالت میں بھی جاری رہتا ہے۔ اس کی حیثیت دماغی ورزش کی سی ہے جس طرح اعضائے داخلی مثل معدہ، جگر اور پھیپھڑے وغیرہ ہر وقت مصروف کار رہتے ہیں یہی حالت دماغ کی بھی ہے اور جس طرح غذا ان اعضاء کی مشین کے لئے پٹرول کی حیثیت رکھتی ہے ان کی رفتار کو تیز کر دیتی ہے اور ان کو قوت پہنچاتی ہے، اسی طرح وہ نقوش جو حواس خمسہ کے ذریعہ سے دماغ پر ثبت ہوتے رہتے ہیں دماغی غذا کی حیثیت رکھتے ہیں اور اس میں حرکت پیدا کرتے ہیں یہی حرکت دماغی طاقت کی تخلیق کا ذریعہ ہے جو سوچنے اور غور کرنے، پڑھنے، بولنے اور لکھنے مختصر یہ کہ جملہ دماغی کاموں میں صرف ہوتی ہے مگر اس کے استعمال کا بہت بڑا اور اہم ذریعہ اظہار خیال (COMPOSITION) ہے، خواہ وہ تقریری شکل میں ہو یا تحریری اور جس قدر دماغی طاقت زیادہ ہوتی ہے اسی قدر زیادہ اظہار کے لئے بیتاب رہتی ہے اور اگر اس فطری اقتضا کے

راستے میں رکاوٹ پیدا کی جاتی ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دماغ کو
نقصان پہنچ جاتا ہے اور اس کی صحت، اس کے عمل میں نقص پیدا ہو جاتا ہے
یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی روک نہ ہو اور بچوں کو اس کا موقع دیا جائے کہ وہ اپنے
خیالات اور جذبات کا اظہار جب اور جس طرح چاہیں کریں، تو اس سے
زیادہ دلچسپ مشغلہ اُن کے لئے کوئی دوسرا نہیں ہوتا۔ وہ باتیں کرنا شروع کر
کر دیتے ہیں تو تھکتے نہیں، وہ ہنستے ہیں تو ہنسی نہیں چکتے، وہ شور مچاتے ہیں
تو دوسروں کے لئے مصیبت ہو جاتے ہیں مگر خود کوئی تکان محسوس نہیں کرتے
اور یہی ابتدائی مشاغل ہیں جن میں اُن کی دماغی قوت زیادہ صرف ہوتی ہے۔
یہی تصفیۂ دماغی تجلیۂ دماغی کا بھی سبب ہوتا ہے اور جوں جوں مشق ہوتی
جاتی ہے دماغ ترقی کرتا جاتا ہے۔

اس لئے اظہار خیال ایک اہم ترین مقصدِ دماغ سمجھا جاتا ہے، بلکہ یوں
کہنا چاہئے کہ انسان کی یہ امتیازی خصوصیت ہے جس سے دوسرے جاندار محروم
ہیں اور انسان نے اس اظہار کے لئے نئے نئے طریقے اور وسیلے پیدا کر لئے ہیں مگر
ان میں، اگر غور سے دیکھا جائے تو، اصلی طریقے صرف دو ہی ہیں ـــ
منہ سے بول کر اظہار خیال کرنا یا قلم سے لکھ کر جن کو بالفاظ دیگر تقریر و تحریر
کہنا چاہئے اور ان دونوں ذریعوں سے جو اظہار ہوتا ہے وہ بہر صورت
ایک تصنیف COMPOSITION کی حیثیت رکھتا ہے جس کے مندرجہ ذیل

مقاصد ہوتے ہیں۔

۱۔ ہماری خواہش ہوتی ہے کہ جو کچھ ہم محسوس کر رہے یا سمجھ رہے ہیں اس کو دوسروں تک پہنچا دیں اور ان کو بھی اپنی کیفیات و تاثرات میں شریک کر لیں۔

۲۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے خیالات اور جذبات سے نہ صرف اس وقت سامعین متاثر ہوں بلکہ ہم ان کو دوامی زندگی بخش کر غیر فانی بنا دیں تاکہ لوگ جب چاہیں اُن سے فائدہ اُٹھا سکیں۔

۳۔ ہم کو ایک خیال، کوئی خبر، جذبہ یا احساس خاص طور پر پسند ہوتا ہے اور غیر معمولی مخصوص یا عجیب ہونے کی وجہ سے ہم کو مجبور کرتا ہے کہ ہم اس کا اظہار کریں۔

جب ہم کسی بات کا اظہار کرتے ہیں تو مندرجہ بالا تین مقاصد میں سے کوئی ایک مقصد ضرور ہوتا ہے اور اُن کی تکمیل کے لئے بھی تین شرائط ہیں جن کے بغیر یہ مقاصد پورے طور پر حاصل نہیں ہو سکتے۔

الف۔ پہلے مقصد کے حاصل کرنے کے لئے اشد ضروری ہے کہ جو کچھ کہا جائے انتہائی صاف بیانی کے ساتھ کہا جائے تاکہ دوسروں پر وہ اثر پڑے جو ہم چاہتے ہیں۔

ب۔ دوسرے مقصد کے لئے ضروری ہے کہ ہمارا پیرایۂ بیان ،

طرزِ ادا، لہجہ اور ہمارے الفاظ، ان کی ترکیب اور ان کی نشست، نیز ہمارے فقروں کا تسلسل ایسا ہو جو ہمارے خیالات و جذبات کی صحیح ترجمانی کرسکے۔

ج تیسرا مقصد حاصل کرنے کے لئے ایسے کامل خلوص کی ضرورت ہے جو خودداری، ضبطِ نفس اور عالی دماغی سے ہم کنار رہو۔

اگر صحیح معنوں میں ہماری یہ خواہش ہے کہ بچے موثر طریقہ سے اظہارِ خیال کرنے پر قادر ہوسکیں تو ہم کو چاہئے کہ مدارس میں اصلاحی تدابیر اختیار کریں، ورنہ موجودہ حالت تو یہ ہے کہ مدرسوں میں یہ اہم شعبہ نہایت ہی غیر ضروری سمجھا جاتا ہے اور اس کے ساتھ سخت بے پروائی برتی جاتی ہے حقیقتہً یہ کسی ایک شخص کا فرض نہیں بلکہ کل اساتذہ کا مساوی طور پر یہ فرض ہے کہ طلبہ کو اظہارِ خیال کے قابل بنائیں جس کا واحد ذریعہ کمپوزیشن ہے، دلچسپی ایک متعدی چیز ہے، اگر اساتذہ دلچسپی لینا شروع کردیں تو طلبہ بھی دلچسپی لینے لگیں اور یہ دلچسپی اس حد تک ترقی کرجائے کہ تمام دوسرے مضامین پس پشت پڑجائیں مگر عجیب اتفاق ہے کہ مدرسے میں کوئی معلم بھی ادھر توجہ نہیں کرتا، اسی وجہ سے کمپوزیشن کے اسباق بچوں کے لئے نہایت بے مزہ خشک اور دوبھر ہو جاتے ہیں، اساتذہ کا اس مضمون سے دلچسپی لینا اور مشکلات کے سامنے

ہمت نہ ہارنا کامیابی کا پیش خیمہ ہے، مگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دنیا کا آسان ترین کام ہے، اس لئے کہ جو کچھ ضروری ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ (۱) کہنے کے لئے ہمارے پاس کوئی بات ہو (۲) اُس بات کا مکمل طریقہ سے اظہار کیا جائے (۳) وہ اظہار عمدگی اور خوش اسلوبی کے ساتھ ہو، اور یہ تینوں باتیں بہت آسانی سے پیدا ہو سکتی ہیں، اگر شروع ہی سے بچوں کو ٹھیک راستے پر لگا دیا جائے، مگر جب شروع ہی سے بے توجہی برتی جاتی ہے تو اس کا نتیجہ وہی ہوتا ہے جو اس وقت ہمارے سامنے ہے۔ سب سے بڑی دقت جس کا اساتذہ کو اکثر سامنا کرنا پڑتا ہے یہ ہے کہ بچوں کے پاس کوئی باتیں کہنے کے لئے نہیں ہوتیں یعنی خیالات و جذبات ہی نہیں ہوتے جن کے اظہار کی ضرورت محسوس ہو اور اس کے ذمہ دار خود اساتذہ اور اُن کی [illegible]ات ہے۔

اچھا کمپوزیشن ہمیشہ ذاتی تجربات کا نتیجہ ہوتا ہے، اس لئے کہ جس بات کا ہم پورے طور پر احساس رکھتے ہیں اس کا پھر اظہار ہمارے لئے زیادہ مشکل نہیں ہوتا اور جب ہم اپنے احساسات و جذبات کی سچی ترجمانی کا ارادہ کرتے ہیں تو ہماری تصنیف میں خود بخود اثر پیدا ہو جاتا ہے اور کمپوزیشن کے فن کے لئے وسیع ترین معنوں میں یہ کہا جا سکتا ہے

کا اصلی معیار خلوص ہے، ہمارے مدارس میں کمپوزیشن کی تعلیم زیادہ تر اسو جہ سے بے نتیجہ رہتی ہے کہ ہم بچوں سے ایک ناممکن کام کا مطالبہ کرتے ہیں، ہم ہمیشہ ایسے موضوع ان کے سامنے پیش کرتے ہیں جن سے اُن کو دلچسپی نہیں ہوتی ان کے ذاتی تجربات کو اس سے کوئی لگاؤ نہیں ہوتا اور ان کو اس کے متعلق کوئی حقیقی واقفیت نہیں ہوتی۔

اگر ابتدائی تعلیم سے ان باتوں کا خیال رکھا جائے اور تقریری و تحریری طور پر بچوں کو اظہار خیال کا موقع دیا جائے، بلکہ ان کے لئے صحیح مواقع پیدا کئے جائیں تو نہایت آسانی سے بچے اظہار خیال پر قادر ہو سکتے ہیں اور ابتدائی تعلیم کے ختم تک ایک بڑی منزل طے ہو سکتی ہے جس کا سر کرنا بعد میں مقابلتاً زیادہ دشوار ہوتا ہے۔ ابتدائی زمانے ہی میں اگر بچے کی طبیعت میں گرفتگی پیدا ہو جاتی ہے تو وہ بڑھتی جاتی ہے اور بعد میں خارجی اثرات اس کو اور بھی پختہ بنا دیتے ہیں، وہ جھجکنے لگتا ہے، اس کو شرم آتی ہے، اُسے کبھی ڈر اور کبھی تکلف معلوم ہوتا ہے اور اس میں خود اعتمادی پیدا نہیں ہوتی۔ ان باتوں کی وجہ سے اور زیادہ مشکل ہو جاتا ہے کہ وہ کوئی جرأت کر سکے۔ برخلاف اس کے اگر ابتدا ہی سے اُس کو اظہار خیال کا موقع ملتا رہتا ہے تو اس کی زبان صاف ہو چکی ہوتی ہے وہ خیالات کی تنظیم و ترتیب پر بھی ایک حد تک قادر ہو چکا ہوتا ہے

اور اس میں اس قدر خود اعتمادی پیدا ہو چکی ہوتی ہے کہ خارجی اثرات اس کو دبا نہیں سکتے۔

جوں جوں زمانہ گزرتا جاتا ہے، اس کی مشق اور مہارت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے، اس کی تقریر و تحریر میں ایک خلوص، اثر اور انفرادیت پیدا ہوتی جاتی ہے اور وہ رفتہ رفتہ ایک مخصوص طرز گفتار اور طریقۂ تحریر اختیار کرتا جاتا ہے جو اظہار خیال کے لئے نہایت ضروری اور از بس اہم ہے اور جس کے متعلق ایک ماہر فن کا خیال ہے کہ:-

"طرز ادا ایک ایسا حسن محسوس ہے جو ارادی طلب کا نتیجہ ہوتا ہے اور اسکے حاصل کرنے کا طریقہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ انسان سچے اور پکے ارادے کے ساتھ کوشش کرے اور طبیعت کی انتہائی موزونیت کے وقت اظہار خیال کیا کرے۔ الفاظ طرز ادا کی بنیادیں ہیں جن کی صحیح اہمیت وہ ہے جو ہمارے ذہن میں محفوظ ہے، ان کے اصلی معنی وہ ہیں جو ہمارے دماغ میں جاگزیں ہو گئے ہیں اور جن کے اظہار کے لئے ہم ان الفاظ کو صحیح موقع پر استعمال کرتے ہیں اس لئے نہایت ضروری ہے کہ الفاظ اصلی اور خالص جذبے کے رنگ میں رنگے ہوں، ایسا جذبہ جو زندگی کے کسی حقیقی مرحلے کے ذاتی تجربے سے حاصل

ہوا ہو۔"

ہمارے طرزِ ادا کو ہماری دماغی زندگی کی ضروریات کے مطابق ہونا چاہئے مگر یہ طرزِ ادا ارادی طلب کا صرف اس وقت نتیجہ ہوتا ہے جب یہ مشق ابتدائی تعلیم کے ساتھ نہ شروع کی جائے۔ اگر ابتدا بچپن میں ہو جاتی ہے اور مشق جاری رہتی ہے تو اس کاوش کی حاجت ہی نہیں ہوتی اور بچہ خود بخود ایک راستہ پر لگ جاتا ہے اور اس کو قواعد یا کسی اصول کے رہین منت ہونے کی ضرورت نہیں پڑتی ورنہ سیکھنے کی زحمت گوارا کرنا پڑتی ہے۔ رسکن (RUSKIN) کہتا ہے کہ:۔

"تعلیم کی سب سے بڑی خرابی کی بنیاد یہ کاذب مفروضہ ہے کہ عمدہ زبان کا انحصار خیال کو صحت اور احتیاط کے ساتھ ظاہر کرنے پر نہیں بلکہ قواعد اور حرفی جھٹکے (ACCENT) کی فریب دہی پر ہے"

زبان کا آلودگی سے پاک ہونا ہی سب سے بڑی خوبی ہے، اگر متکلم خود مائل بہ سچائی ہوتا ہے تو زبان بھی خیالات کی حقیقی ترجمانی کرتی ہے ورنہ نہیں اگر متکلم ہمدردی کے ساتھ کلام کرتا ہے اور دوسروں کو اپنی بات سمجھانا چاہتا ہے تو زبان خود بخود صاف ہوتی ہے، اگر کہنے والے کی نیت میں خلوص ہوتا ہے تو زبان میں زور اور اثر ہوتا ہے، اگر بولنے والا خود

اور ترتیب کا احساس دلحاظ رکھتا ہے تو زبان دلپذیر اور خوشگوار ہوتی ہے۔ ان کے علاوہ زبان کی کوئی خوبی ایسی نہیں ہے جو اکتساب سے حاصل ہوسکے۔ البتہ ایک خوبی ایسی ہے جس کی اہمیت کے متعلق مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ذرا وضاحت سے گفتگو کی جائے۔

میں نے ابھی کہا ہے کہ زبان صرف اس وقت صاف ہوتی ہے جب متکلم موضوع سے ہمدردی و دلچسپی رکھتے ہوئے کلام کرتا ہے۔ درحقیقت آدمی کی بات اس وقت مکمل طور پر سمجھی جاسکتی ہے جب اس کی مزاجی حالت کے متعلق پورا اندازہ لگا لیا جائے، بس اسی بات پر تعلیم زبان کا دارومدار ہے کہ کل گروہ میں سے چن کر اس معلم کو زبان کے بڑھانے پر مامور کیا جائے جو اس خوبی سے متصف ہو۔ اسی طرح کسی لفظ کے معنی پورے طور پر سمجھنے کے لئے نہایت ضروری ہے کہ یہ معلوم ہو کہ کون سا اور کس قسم کا جذبہ اس کے وجود کا سبب ہوا ہے۔ زبان کا راز ہمدردی ہے اور یہ ایسی بات ہے جس کی پوری خوبی کو ایک باشعور آدمی ہی جان سکتا ہے، پس اس تمام بحث کا مقصد اور نتیجہ یہ ہوا کہ اظہار خیال کے لئے کسی زبان کا جاننا ہی ضروری نہیں ہے بلکہ تقریر کا موثر عمدہ اور دلکش ہونا بھی بہت ضروری ہے جو قواعد کی معلومات سے بہت زیادہ اس بات پر منحصر ہے کہ ہمدردی اور دلچسپی کے ساتھ خیالات کی حقیقی ترجمانی کیجائے

۴

موضوع کا انتخاب

بچے اس وقت تک اظہار خیال کی مشق سے دلچسپی نہیں لے سکتے جب تک موضوع دلچسپ نہ ہوں اور ان کے متعلق تقریر کرنے یا لکھنے کے لئے بچوں کے پاس کافی مواد نہ ہو، اگر ہم چاہتے ہیں کہ بچوں کو تحریر و تقریر سے دلچسپی ہو اور اس میں وہ خلوص اور شوق کے ساتھ حصہ لیں اور مہارت پیدا کریں تو ہم کو ہمیشہ اس بات کی احتیاط رکھنا چاہئے کہ جو موضوع ہم ان کے سامنے پیش کریں وہ ان کی معلومات سے باہر نہ ہو اور اُن کی پسند اور دلچسپی کا ہو۔ اگر بچوں کو کسی موضوع سے دلچسپی ہوتی ہے تو نہ صرف یہ کہ ان کے دماغ میں اس کے متعلق کافی مواد جمع ہوتا ہے بلکہ وہ اس مواد کے اظہار کے لئے بھی بے چین ہو جاتے ہیں اور ایک بڑی منزل سر ہو جاتی ہے، اب ہمارا کام صرف یہ رہ جاتا ہے کہ ان کو یہ بتائیں کہ اس کا اظہار بہتر طریقہ پر کیسے کرنا چاہئے، بچے کو موضوع میں دلچسپی پیدا ہو جائے تو باقی مراحل آسان ہو جاتے ہیں، حقیقی دلچسپی کامیابی کی کلید ہے۔

ایک بات اور سوچنے کے قابل ہے، وہ یہ کہ بچے سکولوں میں سوچتے ہیں نہ کہ خیالات میں، اس لئے موضوع کو ہمیشہ مخصوص اور یقینی ہونا چاہئے یعنی وہ ایسا ہو جسے بچے اپنے حواس ظاہری کے ذریعہ سے محسوس کرتے اور اس کے متعلق ایسا تجربہ اور معلومات رکھتے ہوں جس کی مدد سے اس مخصوص موضوع کے متعلق ان کو پوری واقفیت اور اس سے سچی مناسبت ہو، ایسی حالت میں موضوع جس قدر مخصوص اور یقینی ہوگا اسی قدر اظہار خیال کے لئے بچوں کے پاس مواد بھی زیادہ ہوگا اور جہاں تک مواد ساتھ دے گا زبان کی روانی اور سلاست اسی قدر زیادہ فطری اور موثر صورت اختیار کرے گی، غالباً اسی وجہ سے نئے اصول تعلیم کے مطابق ابتدا میں مواد کو زبان پر ترجیح و فوقیت حاصل ہے، اگر ایسے واقعات و حادثات پر جن سے طلبہ خاص طور پر متاثر ہوئے ہوں ان سے اظہار خیال کرایا جائے تو زیادہ مفید ہوگا اور بچی مشق ہوگی اور ان کے پاس مواد بھی کافی موجود ہوگا۔ بچہ بھی ایک مصور سے ہرگز کم نہیں ہوتا جو فطرتاً اپنے جذبات و خیالات کے اظہار کے لئے بے چین رہتا ہے، وہ جو کچھ کہتا یا لکھتا ہے، وہ اس کے ذاتی تجربات و محسوسات کا نتیجہ ہونا چاہئے، اگر فرضی یا تخئیلی موضوع بچے کو ابتدا میں دیا جائے گا تو اس سے اس کو نہ تو دلچسپی ہوگی اور نہ اس کے متعلق مواد ہی اس کے پاس موجود

ہوگا۔

اس موقع پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ موضوع کیسے انتخاب کرنا چاہئے، یہ ضروری نہیں کہ استاد ہی موضوع بتائے، لکھنا بچوں کو ہے نہ کہ استاد کو، اس لئے انھیں کو اس کا اختیار بھی ہونا چاہئے کہ اپنے لئے موضوع کا انتخاب کریں۔ پس ہم کو بچوں ہی کے نقطۂ نظر سے اس بات کا فیصلہ کرنا چاہئے، گو ہم کو اس بات کی اب تک عادت نہیں ہے اور ہم ہی ان کے لئے موضوع تجویز کرتے رہے ہیں۔ البتہ امتحان کے موقع پر ایسا ہوسکتا ہے کہ معلم موضوع بتائے۔ اب سوال یہ ہے کہ بچے اپنے لئے موضوع منتخب کیونکر کریں۔ ایک صورت تو یہ ہوسکتی ہے کہ یہ معاملہ بالکل بچوں کی رائے پر چھوڑ دیا جائے، جو بالکل خلاف مصلحت ہے، دوسرا طریقہ یہ ہے کہ معلم ایک بڑی سی فہرست طلبہ کے سامنے پیش کرے، اور اس میں سے وہ منتخب کرلیں۔ یہ اسی وقت بہتر ہے جب طلبہ کو پوری آزادی ہو کہ وہ جس موضوع کو پسند کریں اس پر اظہار خیال کریں اور جس طریقہ سے چاہیں نثر میں یا نظم میں، مگر اس صورت میں بہت سی دقتوں کا سامنا ہوگا اور اصلاح میں بھی دشواریاں پیدا ہوں گی جن کا کم کرنا ہی ہمارا عین مقصد ہے۔

ان سب سے بہتر صورت یہ ہے کہ ایک مرکزی خیال جیسے، مدرسہ،

طلبہ کے سامنے رکھا جائے اور اُن سے کہا جائے کہ وہ اسی خیال کے متعلق مختلف موضوع بتائیں مثلاً مدرسہ کی عمارت، مدرسہ کی پھلواری، مدرسہ کے کھیل، کوئی خاص میچ، کوئی جلسہ، مدرسہ کی تعلیم، مدرسہ کا مشاعرہ وغیرہ وغیرہ یہ سب موضوع تختہ سیاہ پر لکھدیے جائیں اور پھر طلبہ سے یہ کہدیا جائے کہ ان سب میں سے وہ جس موضوع کو پسند کرتے ہیں اس کو اپنے اظہارِ خیال کے لئے منتخب کرلیں۔ یہ مرکزی خیال شروع میں معلم کو تجویز کرنا پڑے گا، مگر بعد میں خود طلبہ کے مشورے سے طے ہونا چاہیے، لڑکے مختلف خیالات کا اظہار کریں گے، مگر عام طور پر جو خیال زیادہ لڑکوں کو پسند ہو وہی منتخب و مقرر ہونا چاہیئے۔ تمام واقعات، تیوہار جلسے، تفریحی مشاغل، خوشی کے مواقع اور تعطیلات نیز مدرسے کے وہ مشاغل جن میں طلبہ کی زیادہ تعداد کو شرکت کا موقعہ ملا ہو اور جن خاص طور پر ان کو دلچسپی ہو، ایسے موضوع زیادہ کامیاب ثابت ہوں گے۔ البتہ یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ جہاں تک ہو سکے ہر بچے کو اپنی پسند کا موضوع ملے اور وہ نہ صرف اس سے دلچسپی رکھتا ہو بلکہ اس کو موضوع کے متعلق کافی معلومات بھی ہو، اگر کل موضوع ایسے ہوں جن میں سے ہر ایک کل بچوں کو پسند ہو اور وہ اپنے خیالات کے اظہار کے لئے بے چین ہو جائیں تو یہ معلم کی سب سے بڑی کامیابی ہے، جب اس کو اپنی قابلیت

کا معاوضہ سمجھنا چاہئے۔

مضامین کی سرخیاں یا عنوانات بھی نہ صرف بچوں میں دلچسپی پیدا کرنے کے لئے کام میں لائے جاسکتے ہیں، بلکہ بعض اوقات اُن سے خود بخود مواد میں اضافہ ہو جاتا ہے اور خیالات میں وسعت اور ہمہ گیری پیدا ہو جاتی ہے۔ مثال کے طور پر اگر "عید" کو مرکزی خیال قرار دیا جائے تو اس کے متعلق مندرجہ ذیل مختلف عنوان ہو سکتے ہیں اور آکے فرق کی وجہ سے زبان، بیان اور خیالات سب میں فرق پیدا ہو جائیگا

۱۔ عید کی مذہبی خصوصیت (۲) عید کی معاشرتی خصوصیت (۳) عید کی تیاری (۴) عید میں کیا ہوتا ہے (۵) عید کی نماز (۶) عید کی نماز جامع مسجد دہلی میں (۷) عید کی نماز کراچی میں (۸) کسی خاص شہر یا مقام کی عید (۹) ایک غریب الوطن کی عید (۱۰) ایک مفلس کی عید (۱۱) ایک دولت مند کی عید (۱۲) ایک کنجوس کی عید (۱۳) بچے کی عید (۱۴) جوان کی عید (۱۵) بڈھے کی عید (۱۶) عید مبارک (۱۷) عید کی نماز سے پہلے یا بعد (۱۸) عید کی نماز کا ایک خاص منظر (۱۹) عید کے ایک روز قبل (۲۰) عید کے ایک روز بعد (۲۱) دیہاتیوں کی عید (۲۲) شہر یوں کی عید (۲۳) عید ایک غیر مسلم کی نظر میں (۲۴) عید کے دن ایک حادثہ (۲۵) ... (۲۶) میدان جنگ کی عید (۲۷) عید کے دن ایک عجیب واقعہ (۲۸) عید کا چ

وغیرہ وغیرہ غرضکہ لاتعداد موضوع ہو سکتے ہیں، جن پر تقریریں بھی کی جاسکتی ہیں، مضامین بھی لکھے جاسکتے ہیں اور افسانے اور نظمیں بھی۔ ایسی بھی تصانیف ہو سکتی ہیں جن میں مضمون کے ساتھ افسانہ یا نظم شامل ہو اور یا صرف افسانہ ہو یا نظم، نیز اسی موضوع پر ذیل کے عنوان بھی ہو سکتے ہیں۔

۱۔ عید کا جلسہ، میرا عید کا جلسہ، جلسہ جس کو میں سب سے زیادہ پسند کرتا ہوں، میرا سب سے زیادہ غیر دلچسپ جلسہ۔

۲۔ جلسے کی تیاری، جلسے یا نماز کے لئے جانا، جلسے یا نماز سے واپسی۔

۳۔ ان سے زیادہ دلچسپ عنوان طلبہ سے تبادلۂ خیال کے بعد رکھے جاسکتے ہیں مثلاً (۱) ایک سخت ناکامی (۲) انجام اچھا تو سب کچھ اچھا (۳) یہ تو کچھ نہیں (۴) جلسے کا بیان ایک بڑھی خادمہ کی زبانی (۵) جلسے کا بیان کسی متعلق یا غیر متعلق شخص کی زبان سے وغیرہ وغیرہ۔ موضوع اور عنوان کے طے پا جانے کے بعد دو ایک دن مواد کی فراہمی یا خیالات کے مجتمع کرنے کے لئے طلبہ کو دینا چاہئے اور ان کو اختیار ہونا چاہئے کہ چاہیں تو نکات (POINTS) لکھ لیں، حدود (OUT-LINE) بنالیں اور مسودے تیار کر لیں۔ اصلاح کی سب سے بہتر صورت یہ ہوگی کہ ہر ہر لڑکے کو درجہ کے سامنے اپنا مضمون پڑھنے کا موقع دیا جائے، جو دوسرے طلبہ بھی اس کے لئے مشتاق

ہوں گے۔ ان کی اس دلچسپی سے فائدہ اٹھانا چاہئے اور اس طرح
ہر ایک خیال یا موضوع کے متعلق لاتعداد واقفیتیں، نئے نئے طرز ادا، طرح
طرح کے واقعات، غرضکہ بے انتہا مواد ہر ہر لڑکے کی نظر سے گزر جائے گا،
جہاں جہاں پر معلم کو اصلاح منظور ہو وہ علیحدہ کاغذ پر درج کرتا جائے
اور آخر میں ایسی غلطیاں جو عام ہوں کل درجے کے سامنے سمجھا دی جائیں
اور خاص غلطیاں علیحدہ علیحدہ بتا دی جائیں۔ کوئی موضوع غیر دلچسپ
نہیں اگر طلبہ کی توجہ حاصل کرنے کی صحیح کوشش کی جائے اور صحیح طریقہ
سے اس پر تبادلۂ خیال کیا جائے بعض اوقات ایک ہی قسم کے مضامین
ہر سال اور ہر جماعت میں لکھائے جاتے ہیں جس کا بچوں پر نہایت برا
اثر پڑتا ہے اور ان کو بجائے دلچسپی کے نفرت ہو جاتی ہے، کسی موضوع
سے دلچسپی پیدا کرانے کے لئے یہ اشد ضروری ہے کہ بچوں کے نقطۂ نظر کا
پورا لحاظ رکھا جائے، حتی الامکان نیا موضوع اور دلچسپ عنوان دینا
چاہئے جن سے بچوں کو دلچسپی ہو۔ تاریخ، جغرافیہ، حفظان صحت، مطالعۂ
فطرت، ان مضامین کی مدد سے ہر وقت نئے مواضیع اور دلپسند جاذب
توجہ عنوانات کا ایک خزانہ بہم پہنچ سکتا ہے۔

۵

زبانی اظہار (ORAL COMPOSITION) اور اس کا مقصد

عام طور پر ہمارے مدارس میں تقریری تربیت کو نظر انداز کیا جاتا ہے، مگر ماہرین تعلیمات کی رائے میں اس کی اہمیت بہت زیادہ ہے، اظہار کی تعلیم کا اول مقصد یہ ہے کہ بچے صحیح اور مستند زبان بولنا سیکھیں اور اپنے خیال کو پوری طرح ظاہر کرنے پر قادر ہو سکیں۔ ابتدا میں سب سے بڑی دقت الفاظ، آواز اور لہجہ کی اصلاح میں ہوتی ہے، جو بغیر کافی مشق کے رفع نہیں ہو سکتی، اس لئے تقریری مشق معصوم بچوں کے مدارس میں خاص اہمیت رکھتی ہے۔ یہ مدارسِ اطفال (INFANT SCHOOLS) بچوں کے لئے بالکل گھر کی حیثیت رکھتے ہیں بچے نہایت آزادی کے ساتھ اساتذہ کے پاس رہتے ہیں اور ان سے فائدہ حاصل کرتے ہیں، وہ بہت جلد کافی الفاظ سیکھ جاتے ہیں اور اپنے مفہوم کو کامیابی سے ادا کرنے پر قادر ہو جاتے ہیں، تاہم اس مرتبے پر نہیں پہنچتے کہ ابتدائی مدارس میں ان کو اس کی ضرورت نہ رہے، پھر عام طور پر بہت کم بچے ایسے ہوتے ہیں جن کو مدرسۂ اطفال میں تعلیم حاصل

کرنے کا موقع ملتا ہے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مدرسوں کی ابتدائی جماعتوں
کے لڑکے اپنے مفہوم کو کامیابی سے ظاہر نہیں کر سکتے اور اس کی سخت
ضرورت ہوتی ہے کہ ان کو تقریری مشق کرائی جائے۔ قابلیت صحیح
قابلیت نہیں اگر آدمی اپنی قوت فکر حسب ضرورت استعمال نہیں کر سکتا
اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب آدمی کامیابی سے اظہار خیال پر قادر ہو،
اظہار خیال ہی کی مدد سے علم تجربے کا مرتبہ حاصل کرتا اور الفاظ کی قید سے
آزاد ہوتا ہے اور وہ واحد صورت جس سے آسان تر اور کامیاب تر دوسری
صورت نہیں تبادلۂ خیالات ہے۔ اس لئے ماہرین تعلیمات اس بات پر
زور دیتے ہیں کہ سبق کو یک طرفہ نہ ہونا چاہئے۔ بلکہ معلم کے ساتھ طلبہ بھی
عملی طور پر سبق میں حصہ لیں تاکہ ہر ہر بات پورے طور پر ان کی سمجھ میں
آجائے اور ذہن نشین ہو جائے اور یہ ہدایت صرف زبان ہی کی تعلیم
کے لئے نہیں ہے بلکہ ہر قسم کی تعلیم کے لئے ہے اور ابتدائی جماعتوں میں
زیادہ بہتر یہ سمجھا جاتا ہے کہ تعلیم صرف باتوں کے ذریعہ سے ہو، واقعی اگر
اس پر پورا عمل کیا جائے تو بچے نہ صرف تاریخ، جغرافیہ وغیرہ کو زیادہ
اچھی طرح سمجھ لیں گے اور یاد کر سکیں گے بلکہ ان کو بولنے کی بھی کافی مشق
ہو جائے گی، بعض ماہرین تعلیمات کی تو یہاں تک رائے ہے کہ ابتدائی
جماعتوں میں تقریری اور زبانی کام کے سوا تحریری کام مطلق نہ ہو، زیادہ تر

آزادانہ گفتگو کی مشق کرائی جائے اور عادت ڈالی جائے جو ثانوی جماعتوں تک جاری رہے اور اسی نہج پر ہو جیسی ابتدائی جماعتوں میں ہوتی رہی ہے، اگر اس میں تبدیلی کی ضرورت معلوم ہو تو وہ بتدریج ہو۔ بہرحال اس کا خیال رہے کہ تقریری مشق ہی سے انشا کی ابتدا ہونی چاہئے اور جب بچے تحریر کے ذریعہ سے اظہار خیال کرنے لگیں تب بھی تحریری مشق ترک نہ کی جائے بلکہ اس کو ثانوی تعلیم کے دوران میں برابر جاری رکھا جائے۔

ہمارا ملک بدقسمتی سے مختلف مقامی زبانوں میں منقسم ہے اور اس کے ساتھ اُردو زبان بھی مختلف جگہوں پر مختلف تلفظ اور محاورے رکھتی ہے اور لوگ ان اغلاط کو زبان کا جز سمجھتے اور صحیح خیال کرتے ہیں، مگر یہ جاننا چاہئے کہ عوام کی زبان نہ مستند ہوتی ہے اور نہ کبھی زبان کا عمدہ نمونہ سمجھی جاتی ہے اس لئے ہم کو ان غلط تلفظ اور محاوروں کی حفاظت نہیں کرنا ہے بلکہ صحیح اور مستند زبان کو رواج دینا ہے، اس لئے مدارس میں خاص کر اس کی کوشش ہونا چاہئے۔ مقامی زبان کی بیخکنی اساتذہ کا مقصد نہیں بلکہ مستند اُردو زبان کو پڑھانا اور رواج دینا ہے تاکہ لوگ اپنے مقامی محاورے کے ساتھ مستند اُردو بولنے اور لکھنے پر بھی قدرت حاصل کرلیں۔

آجکل لوگ غیر زبانوں مثل ہندی اور انگریزی کے وہ الفاظ اُردو

بیں بے تکلف استعمال کرتے ہیں جو سند اہل زبان نے قبول نہیں کئے ہیں، ہم کو ایسے کوئی الفاظ ہر گز شامل نہ کرنا چاہئے اور حتی الامکان زبان کو ان آلودگیوں سے پاک رکھنا چاہئے، مگر اس قسم کی اصلاح فوراً ممکن نہیں، یہ بتدریج ہو سکتی ہے اور صرف ایک حد تک ہو سکتی ہے۔ ایسی اصلاح جو تمام خرابیوں کو دور کر دے بالکل ممکن نہیں اور نہ اس کا خیال کرنا چاہئے یوں تو زبان کا معاملہ ایسا ہے کہ دو آدمی یکساں زبان نہیں بولتے، مختلف مقامات کے لوگ تو صاف طور پر پہچانے جاتے ہیں اور اس فرق کو کوئی مٹا نہیں سکتا، اس لئے ہم کو صرف کوشش کرنا چاہئے کہ اختلاف اور فرق کم سے کم تر ہوتے جائیں۔ اس سلسلے میں یہ احتیاط بھی ضروری ہے کہ بچے مصنوعی لہجہ اور بناوٹی طرز نہ اختیار کرلیں، آدمی کی زبان ہی کو دیکھ کر بڑی حد تک آدمی کے متعلق رائے قائم کی جاتی ہے اور یہ رائے مستقل ہوتی ہے، اس لئے ہر شخص کا یہ فرض ہے کہ اپنے متعلق غلط بری رائے نہ قائم ہونے دے اور اس وجہ سے بھی ضروری ہے کہ نہایت احتیاط اور کامل توجہ کے ساتھ تقریری تعلیم شروع ہی سے جاری کیا ہو اور مدرسہ کی کل تعلیم کے دوران میں جاری رہے۔ ابتدا میں تو یقیناً اس کا دار و مدار تقلید پر ہوگا مگر کچھ مہارت حاصل ہو جانے کے بعد مخارج کے صحیح استعمال اور تلفظ کی مشق لازمی ہے اور زبان کے اساتذہ کے لئے یہ بھی

ضروری ہے کہ صرف تلفظ کی صحت ہی نہ رکھتے ہوں بلکہ مخارج کے علم (PHONETICS) میں بھی ماہر ہوں ورنہ وہ بچوں کے تلفظ کے بنیادی عیوب کو معلوم ہی نہ کر سکیں گے اور نہ ان کی صحیح اصلاح ہو سکے گی۔

بعض اوقات منہ یا زبان میں کوئی نقص ہوتا ہے جس کے لئے علاج یا عمل جراحی کی ضرورت ہوتی ہے، ہر لفظ کو پوری صفائی کے ساتھ ادا کرنا بھی تلفظ کی صحت سے کم ضروری نہیں مگر اس کو اکثر نظر انداز کیا جاتا ہے رک رک کر لفظ ادا کرنا بھی روا نہ رکھنا چاہئے، خواہ وہ ابتدائی درجوں میں مناسب کیوں نہ ہو۔ بناوٹی تلفظ اور لہجہ کو بھی روکنا ضروری ہے۔ جو اکثر غلط تلفظ اور ناقص طرز ادا کا نتیجہ ہوتا ہے، مثال کے طور پر "وبال" کا لفظ ہے، جاہل لوگ زیادہ تر اس کو "بوال" بولتے ہیں اور یہ لفظ اس قدر رواج پا گیا ہے کہ کم استعداد کے لوگ اسے صحیح سمجھتے ہیں اور اسی طرح لکھتے بھی ہیں، اس لئے ابتدائی مدارس کے اساتذہ کی یہ کوشش رہنا چاہئے کہ طلبہ میں ایسی کوئی ناقص عادتیں پیدا نہ ہوں۔ محاورہ اور لہجہ تو اس قدر مشکل چیزیں ہیں کہ ان کے نقائص سے خود اساتذہ بھی محفوظ نہیں اس لئے یہ بھی ضروری ہے کہ زبان کی تعلیم کے لئے جب استاد کا تقرر عمل میں آئے تو پہلے یہ دیکھ لیا جائے، بلکہ پوری طرح امتحان کر لیا جائے کہ خود معلم کا محاورہ اور لہجہ تو ناقص نہیں ہے۔ ایک آدمی جو صحیح محاورے اور لہجہ میں مختصر روال

اور قابلِ فہم تقریر نہیں کرسکتا وہ جاہل ہے، خواہ اس کے پاس کتنی ہی اسناد کیوں نہ ہوں۔

گفتگو کی صحت اس قدر ضروری ہے کہ اس کے متعلق کچھ لکھنا ہی غیر ضروری معلوم ہوتا ہے، مختصر یہ ہے کہ اس کو مدرسے کے تعلیمی مشاغل کا کامیاب ترین حصہ ہونا چاہئے، اس لئے کہ معلم اور متعلم کے درمیان گفتگو پر بہت سے اسباق کی کامیابی اور عمدگی کا دار و مدار ہے، مگر عام طور پر مدارس میں سب سے زیادہ ناقص حصہ یہی ہوتا ہے سبق کے دوران میں اساتذہ ہی زیادہ تر بولتے ہیں اور طلبہ ساکت رہتے ہیں، البتہ سوالات کا جواب دینے کے لئے طلبہ کو بولنا ضروری ہوتا ہے اور وہ ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں ادائے مطلب کر دیتے ہیں، اساتذہ اس کی ضرورت نہیں سمجھتے کہ ان جوابات کی زبان کے نقص اور طرزِ ادا کے سقم کی اصلاح کریں، حالانکہ مطلب سے زیادہ زبان کا اثر سامعین پر پڑتا ہے، اس کی ضرورت نہیں کہ طلبہ کتابی زبان بولیں، زبان تو بہرحال بول چال کی ہونا چاہئے اور مروجہ، مستند محاورے کے مطابق۔ تاریخ کے واقعات پوری صحت کے ساتھ مگر غلط زبان میں بیان کرنا ہرگز جائز نہیں۔

قابلیت کا دوسروں تک پہنچانا اور دوسروں کو اس سے متاثر کرنا قابلیت کا جزو لاینفک ہے اور دوسروں تک پہنچانے یا اُن کو متاثر

کرنے کا وسیلہ زبان ہوتی ہے، اس لئے اساتذہ کو اپنے دماغ
سے یہ خیال بھی نکال دینا چاہئے کہ جغرافیہ کے اُستاد کا فرض صرف
جغرافیہ پڑھانا ہے، نہ کہ زبان کی تعلیم دینا، درحقیقت زبان کی
اصلاح مدرسے کے ہر استاد کا اولین فرض ہے، مدرسے کی تعلیم کا
مجموعی مقصد عام استعداد کی ترقی اور مادری زبان کے صحیح بولنے
اور لکھنے کی تعلیم ہے۔ تقریری اظہار کے اسباق بول چال کی
زبان کی تعلیم کے لئے اتنے اہم نہیں جتنے عام اسباق ہیں، جو
مختلف مضامین کے سلسلے میں طلبہ کو پڑھائے جاتے ہیں۔ فطری
طرز پیدا کرلینا زیادہ مشکل ہے بہ نسبت مصنوعی اور غیر فطری کے،
ایک لڑکے کے لئے بہت زیادہ دشوار ہے کہ وہ عمدہ فطری تکلم سیکھے۔
البتہ بہت آسان ہے کہ ایک ایسی مصنوعی گفتگو یاد رکھے جو کسی وقت
اس نے سنی ہے۔

اس گفتگو سے میرا یہ مقصد نہیں کہ تقریری اظہار کے اسباق کو
غیر ضروری سمجھا جائے بلکہ یہ کہ گفتگو کی بے ضابطہ تعلیم ہر وقت اور ہر
سبق میں جاری رہنا چاہئے اور دیگر مضامین کے اساتذہ کو بھی صحیح
زبان بولنے کی مہارت ہونا چاہئے تاکہ وہ طلبہ کی زبان کی اصلاح
برابر کرتے رہیں۔

زبان کا نقص دوسری قسم کے تمام نقائص سے بہت پہلے ظاہر ہو جاتا ہے۔ مدرسوں کو سب سے زیادہ نقصان پہنچانے والا عنصر وہ ہے جو طلبہ کی غلط زبان کی وجہ سے اُن پر کیا جاتا ہے۔ صحیح اور شیریں زبان انسان کا زیور اور جوہر ہے بلکہ انسانی زندگی کے لئے سب سے زیادہ ضروری اور اہم جس کی مشق مدرسے کے ماحول سے بہتر کسی دوسری جگہ نہیں ہو سکتی، بشرطیکہ طلبہ کو آزادی کے ساتھ آپس میں بھی باتیں کرنے کا موقع ملے اور کل اساتذہ زبان کی اصلاح کو اپنا اولین فرض تصور کریں۔

۶

زبانی اظہار کی اقسام

مکالمہ، بیان، تقریر، مباحثہ، تمثیل

(الف) مکالمہ

تقریر و تحریر دماغی مشق کی دو صورتیں ہیں، تحریر اچھی تقریر
کے اندراج سے زیادہ نہیں اور مکالمہ اظہار کی ایک اہم قسم ہے۔
ہمیں ہم کو ضرورت نہیں کہ ہمیشہ ہم طلبہ کے لئے تقریری اظہار کے
خاص مواقع مہیا کر کے تقریر و تحریر کے درمیان حدِ فاصل قائم کریں،
ہمارا مقصد صرف اس قدر ہے کہ ہمارے طلبہ ذہانت آگیں اور پسندیدہ
بات چیت کرنے کی اہلیت پیدا کرلیں، اپنے خیالات، خواہشات، جذبات
اور تاثرات کو صفائی کے ساتھ، مدلل طریقہ سے، پرزور اور موثر الفاظ
میں ظاہر کرسکیں اور سب سے بڑھ کر اس عام اور بھونڈے انتشار پر
غالب آجائیں جو نوجوانوں میں ایسے وقت نمایاں طور پر پیدا

ہو جاتا ہے جب اُن سے کسی مجمع عام کے سامنے اپنا بیان دینے یا اپنی
رائے ظاہر کرنے کو کہا جاتا ہے۔ ہر کاروباری آدمی مؤثر گفتگو کی ...
کو جانتا ہے، عمدگی کے ساتھ اور ایک دلچسپ اور پسندیدہ طریقہ
گفتگو کرنا ذہانت کا ثبوت ہے اور تہذیب یافتہ لوگوں کے ہم صحبت
رہنے کی کھلی ہوئی دلیل۔

مدرسہ کے مختلف اسباق کے دوران میں جتنی مرتبہ ایک لڑکا ...
سوال کا جواب دیتا ہے وہ تقریری اظہار کرتا ہے اور اُس کی آزا...
گفتگو بھی اس سے باہر نہیں، مگر چونکہ وہ اصلاحی حدود سے خارج
ہوتی ہے اس کو عام طور پر شامل نہیں کیا جاتا ورنہ زبان میں روا...
اور اظہارِ خیال کی اہلیت زیادہ حد تک اسی آزادانہ گفتگو پر منحصر
ہے۔ البتہ اس ماحول میں لڑکا غلط زبان بھی بلا روک ٹوک سیکھ سکتا ہے۔
اس لئے اس موقع پر یہ بحث ملتوی کی جاتی ہے، اس وقت ہم کو صرف
اُن مواقع سے بحث ہے جو اساتذۂ مدرسہ کے سامنے طلبہ کو ملتے ہیں
ابتدائی جماعتوں میں، جیسا کہ اس سے قبل بتایا جا چکا ہے
تعلیم کا دارومدار ہی مکالمہ پر ہونا چاہئے، مگر یہاں مکالمہ زیادہ تر چھو...
چھوٹے فقروں سے آگے نہیں بڑھ سکتا، البتہ اعلیٰ جماعتوں میں آسا...
سے ایسے سوالات کئے جا سکتے ہیں جنکے جوابات طویل ہوں اور اُن ...

کچھ وقت صرف ہو، اساتذہ کو اس کا خاص خیال رکھنا چاہئے کہ یہ جوابات صاف، صحیح اور موثر الفاظ میں دیئے جائیں اور جیسا کہ ہم اس سے قبل لکھ چکے ہیں، مدرسہ کے تمام اساتذہ کا اتحاد اس معاملہ میں کامیابی کی ضروری اور اہم شرط ہے، یہ صرف استاد اظہار ہی کا کام نہیں اور نہ تنہا اس کے امکان میں ہے۔ جو بری عادتیں بعض لڑکوں میں گھر کے ماحول یا سڑکوں کی بری فضا کے اثر سے پیدا ہو جاتی ہیں ان کے ازالہ کے لئے کل اساتذۂ مدرسہ کا اتحاد نہایت ضروری ہے، طلبہ سے اکثر بجائے چھوٹے چھوٹے سوالات کے جوابات لینے کے، پورے پورے اسباق کے خلاصے بیان کرائے جائیں گے، ان کو مسلسل اور مربوط تقریر کے لئے مستقل مشق کی ضرورت ہوگی۔ درجہ میں طلبہ سے پورے پورے سبق کا خلاصہ کرانا ابتدا میں تو بغیر اس کے ممکن نہ ہوگا کہ خود معلم بھی اُن کی مدد کرے، اس طرح یہ مکالمہ کی بہترین مشق ہوگی۔

اس بحث سے یہ بات ظاہر ہوگئی ہوگی کہ تقریری اظہار صرف ابتدائی جماعتوں تک محدود نہ رہنا چاہئے، بلکہ ثانوی اور اعلیٰ جماعتوں میں بھی اس کا سلسلہ قائم رہنا ضروری ہے، مگر اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ اعلیٰ جماعتوں میں ہر تحریری اظہار سے قبل بلا ضرورت تبادلۂ خیال ضروری ہو البتہ شروع میں جب تک طلبہ میں یہ استعداد نہ پیدا ہو جائے

کہ وہ دیئے ہوئے موضوع پر صحیح طریقہ پر غور کرسکیں اور نکات کو خود ترتیب دے سکیں مسلسل تبادلۂ خیال کی ضرورت ہوگی مگر جب اُن میں اتنی استعداد پیدا ہو جائے گی تب صرف اُن مواقع پر تبادلۂ خیال کیا جائے گا جب موضوع مشکل ہوگا اور اس کے متعلق طلبہ میں صحیح قسم کی کافی معلومات موجود نہ ہوگی۔ اس کے علاوہ اعلیٰ جماعتوں میں تقریری اظہار کا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ طلبہ میں اپنے مافی الضمیر کو بجنسہ ادا کرنے اور پُراثر و زوردار گفتگو کرنے کا مادہ پیدا ہو اور وہ معاشرتی و کاروباری گفتگو کامیابی سے کرسکیں جو صفائی خیال، عاقلانہ دلائل اور اچھی اور دل پسند طرزِ گفتاری کے ذریعے ممکن ہے، ہم کو ایسی صورتیں پیدا کرنا چاہئے کہ ہمارے طلبہ کو تقریری اظہار کے مواقع برابر ملتے رہیں اور ہمارا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ مدرسہ کی تعلیم کے دوران میں اُن کی تقریری استعداد ترقی کرتی رہے۔

(ب) بیان

کسی طالب علم کا کل جماعت کے سامنے کوئی نثر یا نظم پڑھنا تقریری اظہار کی اصولی مشکلات کے رفع کرنے کا بہترین موقع ہے مگر ایسے ہر سبق میں لہجہ اور تلفظ کی صحت پر پورا زور دینا چاہئے۔ نثر و نظم کی بلند خوانی طلبہ سے

کرانا تقریری اظہار کے بہترین مواقع پیدا کرنا ہے، بلند خوانی کے بعد طلبہ سے اسی نثر و نظم کا خلاصہ پوچھنا چاہئے، زیادہ اونچی جماعتوں کے طلبہ سے آسان قسم کی تنقید بھی کرائی جا سکتی ہے اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ وہ اپنی رائے بیان کریں، خود طلبہ سے اُن کی تحریری مشقوں کی اصلاح بھی کرائی جا سکتی ہے اور اس طرح تبادلۂ خیال کے سلسلہ میں تقریری مشق ہو سکتی ہے، آپس میں ایک دوسرے کی کاپیاں لیکر طلبہ خود اصلاح کریں اور پھر اُس اصلاح پر تبادلۂ خیال کریں، اس طرح بھی تقریری مشق ہو سکتی ہے، نیز یہ بھی ممکن ہے کہ خود معلم ان مشقوں کو جماعت کے سامنے پڑھے اور جن لڑکوں نے اُن پر اصلاح کی ہے اُن سے اصلاح کی غایت پوچھے اور تنقید کرائے اور دوسرے طلبہ کو بھی تنقید کا موقع دے، اگر خود راقم اپنے مخصوص طریقۂ اظہار خیال کی کوئی صفائی پیش کرنا چاہتا ہے تو اُسے بھی اجازت دی جائے! اس سلسلہ میں معلم کو یہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ ہر قسم کی مشق خواہ وہ دلچسپ اور کارآمد ہو یا نہو اس کام میں مفید نہیں، نا موزوں اور غیر دلچسپ مشقوں پر وقت ضائع کرنا مضر ثابت ہوگا اور طلبہ میں دلچسپی کے بجائے اُلجھن اور نفرت پیدا کر دے گا۔

تقریری اظہار کا زیادہ بہتر کام ان اسباق میں ہوگا جو اس کام

کے لئے مخصوص کر دیے جائیں، یہ نہایت ضروری ہے کہ ایسے اسباق قاعدہ، قانون اور مدرسہ کے نظام اوقات (TIME TABLE) کی جکڑ بندیوں سے آزاد ہوں، طلبہ کو یہ معلوم ہی نہ ہونے پائے کہ یہ اظہار کے سبق ہیں۔ لڑکے جوں جوں بڑھتے جاتے ہیں وہ مجمع کے سامنے بولنے سے گریز کرتے ہیں اور سوال کے جواب کے لئے حتی الامکان اپنا ہاتھ نہیں اٹھاتے، محض اس لئے کہ اُن کو سب کے سامنے بولنا نہ پڑے، لیکن اگر ہم اُن میں دلچسپی پیدا کردیں تو وہ زیادہ خود اعتمادی کے ساتھ اظہار خیال کریں گے۔ اس مقصد کے حاصل کرنے کے لئے ہم کو چاہئے کہ ہم پہلے اُن میں ایک جوش پیدا کردیں کہ وہ اظہار خیال کے لئے بے چین ہو جائیں۔ اس سلسلہ میں مندرجۂ ذیل ابتدائی تدابیر اختیار کی جاسکتی ہیں:۔

۱۔ عام مذاق اور پسند کا کوئی موضوع پیش کیا جائے۔

۲۔ نہایت احتیاط اور ہوشیاری سے کام لیا جائے اور برابر طلبہ کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

۳۔ سبق کو ایک ایسے بے ضابطہ طریقہ سے جاری رکھا جائے کہ طلبہ کو اس کا احساس نہ ہوسکے کہ یہ سبق ہے۔

مثال کے طور پر ایک صورت یہ ہوسکتی ہے کہ درجہ میں پہنچکر

ادھر ادھر کی باتیں شروع کیں اور اسی سلسلہ میں بیان کیا کہ فلاں تعطیل
میں نے اس طرح گذاری اور اس میں مجھ کو یہ واقعات پیش آئے
اور یہ تجربات ہوئے، ساتھ ہی طلبہ کی بھی حوصلہ افزائی کرتے گئے تاکہ
وہ کھل کر باتیں کریں، آخر میں اس قسم کا ایک سوال کر دیا کہ "اچھا تم لوگوں
میں سے کوئی شخص اپنے واقعات بیان کرے" اگر ہوشیاری سے کام لیا گیا
تو تمام لڑکے اپنے تجربات بیان کرنے پر تیار ہو جائیں گے اور بیان کی مشق
کے لئے یہ ایک دلچسپ صورت ہوگی۔ بعد کے اسباق میں یہ بھی ہو سکتا ہے
کہ دو ایک لڑکے اپنے قصے بیان کریں اور کل جماعت اس پر اظہار رائے
اور تبادلۂ خیال کرے، کچھ اور بھی ایسے لڑکے ہوں گے جن کو اسی قسم کے
واقعات پیش آئے ہوں گے اور وہ بھی اپنے قصے بیان کرنا چاہتے ہوں گے
دفعتاً گھنٹہ ختم ہو جائے گا اور ان کو افسوس ہوگا۔ ایسے لڑکے دوسرے موقع
کے منتظر رہیں گے اور جب موقع ملے گا خود عمداً آمادہ ہوں گے کہ وہ گفتگو
پھر شروع ہو اور ان کو موقع ملے انھیں واقعات کے سلسلے میں خود بخود بات
میں بات پیدا ہو سکتی ہے اور کسی دوسری قسم کا موضوع شروع ہو سکتا ہے جو
کچھ عرصے تک چلے ورنہ خود معلم موقع پاکر اپنی ذہانت سے کسی دوسرے
موضوع کو اس طرح شروع کر سکتا ہے کہ طلبہ کو اس بات کا مطلق احساس
گفتگو کا رخ ارادۃً پھیر لیا گیا۔

ابتدا میں تو اس طرح کی گفتگو معلم کو خود شروع کرنا ہوگی مگر رفتہ رفتہ وہ سکوت اختیار کرتا جائے گا۔ یہاں تک کہ کچھ دنوں کے بعد اس کو بولنے کی بالکل ضرورت نہ ہوگی، طلبہ خود کافی دلچسپی لینے لگیں گے اور یہی نہیں کہ موضوع زیر بحث پر وہ مستعدی کے ساتھ تبادلۂ خیال کریں گے بلکہ آئندہ موقعے کے لئے خود ہی موضوع تجویز کر دیں گے اور معلم کی حیثیت یہ ہو جائے گی کہ جلسہ کا صدر بن کر رہ جائے گا۔

(ج) تقریر

اس کے بعد دوسرا قدم یہ ہوگا کہ اس قسم کے بیانی اسباق کی کارروائی کو کسیقدر باضابطہ بنا دیا جائے مگر بغیر اس کے کہ طلبہ کو اس کا احساس ہوسکے ہر صحت مند لڑکا اور لڑکی کوئی مشغلہ (HOBBY) ضرور رکھتے ہیں، طلبہ سے یہ خواہش کرنا چاہئے کہ وہ اپنے اپنے مشغلوں کے متعلق گفتگو کریں اور اس کی خوبیاں اور فائدے بتائیں، ہر ایک سے پوچھا جائے کہ فرصت کے اوقات میں اس کا مشغلہ کیا ہے اور وہ اس سے کس طرح دل بہلاتا ہے، وہ اس کو کیوں پسند کرتا ہے اور کیا طریقے ہیں کہ دوسرے بھی اُسے اختیار کر کے اپنا دل بہلا سکیں۔

پہلے تو یہ ہونا چاہئے کہ طلبہ اپنے اپنے مشاغل پر مضامین لکھ کر

درجے کے سامنے پڑھیں، مگر اُن کو کافی مشق ہو جائے اور خود اعتمادی پیدا ہو جائے تو اُن کو ترغیب دلائی جائے کہ کسی قدر تفصیلی اشارات لکھ کر ان کی مدد سے مفصل تقریر کرنے کی کوشش کریں، چند ہی دنوں کی مشق اُن کو اس قابل کر دے گی کہ وہ اس طرح پوری کامیابی کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار کرنے لگیں گے، اس کے بعد اُن کے مفصل اشارات مختصر کئے جا سکتے ہیں اور دوسری ضروری اصلاحیں بھی کی جا سکتی ہیں۔

ایسی تقریروں کے ساتھ، مناسب یہ ہے کہ، ان پر تنقیدیں اور اُن کی تائیدیں بھی ہوں اور جماعت کی طرف سے مقرر کا شکریہ بھی ادا کیا جائے۔ ہر شخص کے لئے کچھ نہ کچھ بولنا ضروری قرار دیا جائے خواہ اسی قدر کیوں نہ ہو کہ سامنے آکر مقرر کا شکریہ ادا کرے، جو لڑکے تقریر کرنے کے زیادہ شائق ہوں اُن کو ابتدا میں موقع دینا چاہئے تاکہ دوسروں کی ہمت افزائی ہو، ایسے طلبہ کے بعد معلم دوسروں کو طلب کرے۔ اور اس معاملہ میں کسی کے ساتھ رعایت نہ کرے۔ تقریر کے دوران میں اگر دوسرے طلبہ اپنے پاس اندراجات کرتے جائیں تو بہتر ہے تاکہ حسب ضرورت اُن کو تقریر کرتے وقت دوسروں کے قول کی طرف اشارہ کرنے یا دوسرے کی تقریر پر اعتراض کرنے میں آسانی ہو، ہر لڑکے کو ایک مقررہ وقت ملنا چاہئے جس میں وہ اپنی تقریر ختم کرے، لیکن ضرورت پر اس میں اضافہ بھی کیا

جاسکتا ہے، مقرر کو ان تمام اعتراضات کا اپنے پاس اندراج کر لینا چاہئے جو اس پر کئے گئے ہیں اور ان کے جوابات دینے کے لئے اس کو آخر میں وقت ملنا چاہئے۔

اپنی جماعت کے سامنے کامیابی سے تقریر کر لینے کے بعد دوسرا قدم یہ ہوگا کہ ان کو مدرسے کے کل طلبہ و اساتذہ کے سامنے تقریر کرنے کی ترغیب دلائی جائے، ان لڑکوں کے لئے یہ ایک عجیب امتحانی لمحہ ہوگا جب ان سے کہا جائے گا کہ تقریر یا مباحثے کے جلسے میں شریک ہوں، درجے کے کمرے سے مدرسے کے ہال میں پہنچ کر کل مدرسے کے سامنے زبان کشائی کرنا یقیناً ایک بڑا قدم ہے گو اوسط درجہ کی استعداد رکھنے والے طلبہ کے لئے یہ کوئی بڑی بات نہیں مگر ایسی جرأت اور ایسے اقدام کے لئے طلبہ خود تیار نہ ہوں گے، ایسے موقع پر اساتذہ کو حوصلہ افزائی اور اپنے ذاتی اثر دونوں چیزوں سے کام لینا چاہئے پہلی مرتبہ جرأت کرنے کے بعد دوسری بار تیار ہو جانا زیادہ آسانی سے ممکن ہوگا اور رفتہ رفتہ معلم کی تحریک کے بغیر خود طلبہ دلچسپی لینے لگیں گے۔

عام طور پر لوگوں کا خیال ہے کہ تقریری اظہار تحریری اظہار سے آسان ہے اور یہ کوئی علیحدہ چیز نہیں بلکہ تحریری اظہار ہی کا ایک حصہ ہے اس کے لئے طلبہ کو کوئی تیاری نہیں کرنا پڑتی اور اس کا مقصد یہ ہے کہ

ذہن میں اظہار خیال کا مادہ پیدا ہو، اس لئے اس کو رفتہ رفتہ تحریری اظہار کی مشق میں منتقل ہو جانا چاہئے ہگر مسٹر بیلرڈ (B ALLARD) کی رائے میں تقریری اظہار کا اصل اور واحد مقصد عوام الناس کے سامنے تقریر کرنا اور عام مباحثات میں حصہ لینا ہے۔

ابتدا میں جب تک لکھنے کی مشق نہیں ہوتی، بچے کا املا صحیح نہیں ہوتا اور تحریر کی کافی عادت نہیں ہو جاتی اُسے لکھنے میں دقت ہوتی ہے، مگر اس منزل سے گذرنے کے بعد لکھنا کھیل ہو جاتا ہے، تقریر کا معاملہ اس سے بالکل برعکس ہے اور وہ تحریر کے مقابلہ میں کہیں زیادہ مشکل ہے، اس لئے کہ تحریر کے دوران میں انسان کو سوچنے کا کافی موقع ملتا ہے مگر تقریر کے دوران میں یہ ممکن نہیں کہ ایک لمحہ کے لئے بھی آدمی رک سکے، تحریر کی بہ نسبت تقریر میں اس کی بھی کہیں زیادہ ضرورت ہے کہ زبان پر پوری قدرت حاصل ہو اور نہایت روانی کے ساتھ ایسے الفاظ میں اظہار خیال کیا جائے، جو سامعین پر مطلوبہ اثر پیدا کر سکیں، نیز تقریر کے لئے جرأت اور خود اعتمادی کی بھی بڑی ضرورت ہے جو تحریر کیلئے نہیں، ان کے علاوہ تقریر کو تحریر پر اس وجہ سے اور بھی فوقیت حاصل ہے کہ بہت سی باتیں تقریر میں آسکتی ہیں مگر تحریر میں نہیں آسکتیں، اسی وجہ سے تقریر تحریر سے کہیں زیادہ موثر ثابت ہوتی ہے، ان تمام وجوہ

کی بنا پر ماننا پڑتا ہے کہ تقریر اور تحریر دو مختلف ذرائع اظہار ہیں، البتہ بعض خصوصیات ان میں مشترک ہیں اور یہی اس شبہے اور غلط فہمی کی بنیاد ہیں۔

تقریر کے لئے نہایت ضروری ہے کہ پہلے تیاری کرلی جائے، یعنی یہ سوچ لیا جائے کہ ہم کو موضوع کے متعلق کیا کیا کہنا ہے اور اس مواد کو کس طریقہ سے مرتب کیا جائے کہ سامعین کی دلچسپی کا سبب ہو اور ان پر مطلوبہ اثر مترتب کردے نیز اس طریقہ سے ادا کیا جا سکے کہ مقررہ وقت کے اندر تقریر ختم بھی ہوجائے۔ تقریر کی ابتدا اور انتہا وہی حیثیت رکھتی ہے جو قصیدے کی، اگر ابتدا اچھی، شاندار اور دلچسپ ہوتی ہے تو سامعین پر بہت اچھا اثر پڑتا ہے، وہ مقرر کے متعلق ایک اچھی رائے قائم کرلیتے ہیں، جو ان کو برابر متوجہ رکھتی ہے، خواہ مقرر بعد میں کیسا ہی لغو کیوں نہ بکے، اسی طرح اگر ابتدا ناقص ہوتی ہے تو سامعین پر برا اثر پڑتا ہے اور وہ برا اثر آخر تک قائم رہتا ہے، یہی حال انتہا کا بھی ہے، یعنی اگر تقریر بہتر طریقے سے ختم کی گئی ہے تو سامعین پر ایک دیرپا اثر ہوتا ہے، ورنہ ساری محنت بیکار جاتی ہے اس لئے یہ بھی ضروری ہے کہ مقرر پہلے یہ احتیاط کے ساتھ سوچ لے کہ وہ اپنی تقریر کو کس مضمون سے شروع کرے گا اور کس پر ختم اور وہ مضامین یا خیالات کن الفاظ میں ادا کئے جائیں گے، کوشش یہ ہونا چاہئے کہ

ابتدا اور انتہا دلچسپ، پسندیدا ور موثر الفاظ سے ہو جن سے سامعین متاثر ہوئے بغیر رہ نہ سکیں، اچھی ابتدا کی اہمیت صرف اسی وجہ سے نہیں کہ سامعین پر اس کا اچھا اثر پڑتا ہے، بلکہ اس سے خود اعتمادی بھی پیدا ہو جاتی ہے، بعض لوگ تقریر کے لئے الفاظ اور عبارات کو رٹتے ہیں، یہ بالکل مفید نہیں، رٹنے سے الفاظ وعبارات پر پوری قدرت حاصل نہیں ہوتی اور اندیشہ ہوتا ہے کہ آدمی ان کو بے موقع استعمال نہ کر جائے یا بھول کر اٹک نہ جائے، البتہ خیالات اور خاص کر بنیادی خیالات (LEADING THOUGHTS) کا ایک منطقی ترتیب کے ساتھ دماغ میں جاگزیں ہو جانا نہایت ضروری ہے ورنہ تقریر غیر مربوط اور بے ترتیب ہو جائے گی۔ بہت سے مقرر اپنے بنیادی خیالات کا اشارات کی صورت میں اندراج کر لیتے ہیں جس سے مندرجہ ذیل تین فائدے ہیں:۔

۱۔ اس سے اطمینان رہتا ہے اور خود اعتمادی پیدا ہو جاتی ہے۔

۲۔ اگر مقرر اپنی تقریر کی ترتیب، تقسیم یا کسی اہم نکتے کو بھول جاتا ہے تو اندراجات کی مدد سے یاد کر لیتا ہے اور اس کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ جب کسی غیر متوقع اثر کی وجہ سے دفعتاً مقرر گھبرا جاتا ہے اور اس کے خیالات منتشر ہو جاتے ہیں، تب یہی اندراجات اُن کو اسی منطقی ترتیب کے ساتھ دم بھر میں مجتمع کر دیتے ہیں۔

۳۔ تقریر کے ختم پر خود مقرر یہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ اس نے کوئی ضروری بات چھوڑی تو نہیں۔ ان فوائد کی بنا پر ہر مقرر کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ اس طرح کے اشارات ضرور لکھ لے مگر تقریر کے دوران میں ان کا بار بار دیکھنا نہایت نامطبوع ہے اور حاضرین پر اس کا اثر اچھا نہیں پڑتا، اس لئے کوشش یہ کرنا چاہئے کہ حتی الامکان تقریر کے دوران میں ان سے مدد لینے کی ضرورت نہ پڑے سوائے غیر معمولی صورتوں کے، اگر تیاری ناقص ہو تو بہتر یہ ہے کہ تقریر شروع کرنے سے پہلے اندراجات پر ایک نظر ڈال لی جائے اور پھر آخر میں تقریر ختم کرنے سے پہلے یہ دیکھ لیا جائے کہ کوئی ضروری بات رہ تو نہیں گئی۔

بعض لوگ اصل بحث کے ساتھ ایک غیر متعلق، غیر دلچسپ اور بے موقع تمہیدی تقریر کرتے ہیں، اس کا اثر سامعین پر بہت برا پڑتا ہے اور وقت بھی بے کار ضائع ہوتا ہے، ایسی تمہید ہرگز جائز نہیں، البتہ ایسی بات کہنے میں ہرج نہیں جو بظاہر موضوع سے مختلف معلوم ہو مگر اس سے موضوع پر کوئی خاص روشنی پڑتی ہو، وہ غیر معمولی طور پر دلچسپ ہو یا سامعین پر اس سے کوئی خاص اثر مترتب ہو سکتا ہو، جو تقریر کے لئے ضروری ہو مثلاً سامعین بہت دیر سے ایک حالت میں بیٹھے بیٹھے تھک گئے ہیں، تقریر کے بعد تقریر ہوتی جاتی ہے اور محفل غیر متوجہ معلوم ہوتی ہے، ایسے موقع پر کوئی ایسی بات کہ دینا جو

موضوع سے علاقہ رکھنے کے ساتھ یقینی طور پر اس قدر دلچسپ ہو کہ سامعین ہنس پڑیں یا کسی اور طرح کا اثر اُن کے جذبات پر پڑے اور اُن میں تحریک پیدا ہو جائے، ایسی ترکیبیں پیشہ ور مقرر اکثر دوران تقریر میں بھی برتتے ہیں اور اُن سے فائدہ یہ ہوتا ہے کہ سامعین کی توجہ منتشر نہیں ہونے پاتی، مگر یہ باتیں ایک نئے مقرر کے بس کی نہیں، یہ انھیں کے لئے مخصوص ہوتی ہیں جو کہنہ مشق ہوتے ہیں اور نفسیات عوام (MOB-PSYCNOLOGY) کے ماہر، البتہ مبتدی بھی اگر اپنی تقریر کو موثر بنانے کے ساتھ دلچسپ بھی بنانے کی کوشش کریں تو چنداں ہرج نہیں۔

مبتدی کے دل میں ایک بڑے مجمع کو اپنا مخاطب بناتے وقت یقیناً گھبراہٹ پیدا ہو گی، ایسی حالت میں یہ سوچنا کہ ہماری ہی استعداد اور قابلیت کے لوگ برابر ایسا کرتے ہیں اور نہیں گھبراتے، اس لئے ہم کو بھی پریشان نہ ہونا چاہئے یا یہ کہ جو باتیں ہم کو پیش کرنا ہیں وہ اپنی جگہ پر بے عقلی کی بالکل نہیں ہیں، یا ہم خود ان لوگوں کے مقابلہ میں جن کے سامنے ہم کو تقریر کرنا ہے کم قابلیت نہیں رکھتے بلکہ اُن سب سے بہتر ہیں، اس طرح کے خیالات ایک قسم کی خود اعتمادی پیدا کر دیتے ہیں اور جرأت بڑھ جاتی ہے، اس قسم کی گھبراہٹ پہلی مرتبہ بہت زیادہ ہوتی ہے مگر رفتہ رفتہ کم ہوتی جاتی ہے، ایسی حالتوں میں کوشش یہ کرنا چاہئے کہ تقریر کرنے سے پہلے پوری تیاری

کر لی جائے، بلکہ کچھ زیادہ! اور تقریر کے دوران میں سوائے موضوع کے غیر متعلق خیالات دماغ میں نہ آنے پائیں، بلکہ ہو سکے تو اپنے آپ کو بھی بھول جانا چاہئے، اسمیں کامیابی اسی طرح ہو سکتی ہے کہ آدمی سختی کے ساتھ خیالات کو بحث پر جمائے رہے، بعض اوقات مجمع سے اس بات کا اندیشہ ہوتا ہے کہ وہ فقرے بازی کریگا اور اکثر اوقات بندی کو ایسا خطرہ بلا وجہ بھی ہوتا ہے، اس لئے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ بنائے جانے کا اندیشہ خود بناوٹ ہے اور بے وقوفی ایسی چیز ہے جو کسی نہ کسی شکل میں ہر آدمی میں موجود ہوتی ہے، البتہ انسان کو مستقل طور پر بے وقوف نہ ہونا چاہئے، جہاں پر خاص کر سامعین معاندانہ رویہ اختیار کریں وہاں یہ سوچ لینا کہ ہم خود کوئی ایسی بات نہیں کہہ رہے ہیں جو مضحکہ خیز ہو اور سامعین کا یہ طرز عمل اُن کی بے وقوفی اور دشمنی پر مبنی ہے، ایک غیر معمولی خود اعتمادی کا سبب ہوتا ہے۔

(د) مباحثہ

مکالمہ، بیان اور تقریر، ان تینوں کی پوری تفصیل پڑھ لینے کے بعد یہ اندازہ ہو گیا ہو گا کہ مباحثہ ان سے کوئی علیحدہ چیز نہیں، مکالمے کی جو صورتیں اوپر لکھی گئی ہیں، بیان اور تقریر کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے اس میں مباحثے کا بہت کچھ دخل ہے۔ درجے کا مکالمہ، تنقید اور تبصرہ خالص

مباحثہ ہے، واقعات پر اظہار رائے اور تقاریر پر اعتراضات یا ان کے جوابات بھی اسی قبیل کی چیزیں ہیں تاہم بہتر معلوم ہوتا ہے کہ مباحثہ کے متعلق یہاں کچھ بحث علیحدہ بھی کر دی جائے۔

جماعتی تقریروں کے مقابلے میں زیادہ آسان یہ ہے کہ جماعتی مباحثے کرائے جائیں مگر کامیابی کا انحصار اس پر ہے کہ موضوع مناسب ہو جس میں جماعت کے کل طلبہ دلچسپی سے حصہ لیں، شروع میں تو ایسے مباحثانہ جلسے کچھ غیر منظم سے ہوں گے۔ اس زمانے میں بہتر یہ ہے کہ خود معلم صدارت کرے اور اپنے اثر کو کام میں لاکر حتی الامکان اس کی کوشش کرے کہ بلا کوئی بدمزگی پیدا ہوئے نظم قائم رہے کچھ عرصے میں رفتہ رفتہ طلبہ میں ایک انضباط پیدا ہو جائے گا، کافی دلچسپی ہونے لگے گی اور مشق بھی ہو جائے گی تب زیادہ بہتر یہ ہے کہ کسی لڑکے ہی کو صدر بنا دیا جائے، معلم خود بھی درجہ میں موجود رہے اور مباحثہ میں شرکت کرے اور اس طرح اپنی موجودگی اور شرکت کے اثر سے کارروائی میں انضباط اور مباحث میں دلچسپی اور جوش پیدا کرے۔

موضوع کے انتخاب کے سلسلہ میں یہ لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ اول تو وہ طلبہ کی دلچسپی کے ہوں اور اُن کی زندگی سے براہ راست تعلق رکھتے ہوں دوسرے اُن میں مباحثہ کا امکان بھی ہو یعنی موضوع یک رُخا نہ ہو اور

موافقت و مخالفت دونوں ہوسکتی ہوں اور دونوں کے لئے کافی مواد بھی بآسانی فراہم ہوسکے۔ ابتدا میں تو اس کی کافی ضرورت ہوگی کہ معلم خود بھی طلبہ کی مدد کرے اور مواد فراہم کرادے۔ نیچے دیے ہوئے مباحث طلبہ کی دلچسپی کا سبب ہوسکتے ہیں اس لئے مثال کے طور پر درج کئے جاتے ہیں:۔

۱۔ گھر کے لئے کام دینا ہرگز مفید نہیں اس لئے اس کو قطعاً بند کردینا چاہئے۔

۲۔ امتحانات بالکل غیر ضروری ہیں۔

۳۔ گرمیوں کی تعطیلات بہت بڑی ہوتی ہیں، ان کو چھوٹی ہونا چاہئے۔

۴۔ جماعتوں کا انتظام خود جماعتوں کے طلبہ کے ہاتھ میں ہونا چاہئے۔

وغیرہ وغیرہ

مباحثے میں پیش قدمی کرنے والوں کے لئے ضروری ہونا چاہئے کہ ایک مکمل خلاصہ اپنی تقریر کا پہلے تیار کرلیں تب مباحثے میں شریک ہوں ان کو ہر طرح کی آسانی ہونا چاہئے کہ اگر وہ معلم سے مدد لینا چاہیں تو لے لیں یا گھر پر مدد لیں، تو اس میں ہرج نہ سمجھا جائے۔ مدرسے میں بھی کبھی کبھی ایسا کیا جاسکتا ہے کہ آئندہ ہونے والے مباحثہ کے موضوع پر خلاصے تیار کرائے جائیں جو نہ صرف مباحثے کی تیاری میں معین ہوں گے بلکہ

درجے کے لئے تحریری اظہار کی اچھی مشق کا کام کرینگے، اسی طرح گذشتہ مباحثے کی روداد گویا اخبار میں بھیجنے کے لئے درجے میں تیار کرائی جاسکتی ہے اور یہ بھی تحریری اظہار کی ایک اچھی مشق ہوگی۔

عام طور پر قاعدہ یہ ہے کہ آدمی جس بات کو پسند کرتا ہے اُس کے موافق تو نکات اس کے دماغ میں آتے ہیں اور مخالف بالکل نہیں آتے، یہ کوتاہ نظری کم عمری میں زیادہ ہوتی ہے اور مدارس کے طلبہ اس کے پورے شکار ہوتے ہیں، اس لئے اُن مباحث کے موقعوں پر اُستاد کو ہمیشہ خود یہ کوشش کرنا چاہئے کہ موضوع کا جو پہلو زیادہ مشکل ہو اس کو اختیار کرے اور تیار کر کے اپنی تقریر کو ایسا بنا دے کہ حتی الامکان جس قدر مواد حاصل ہوسکتا ہے وہ سب اس میں آجائے، اس سے فائدہ یہ ہوگا کہ طلبہ کی نظر میں وسعت پیدا ہوگی اور ہر بات کے موافق اور مخالف دونوں پہلوؤں پر اُن کی نظر برابر پڑنے لگے گی۔

(۷) تمثیل (DRAMA)

دراصل تمثیل مکالمے کی ایک زیادہ منظم، زیادہ ترقی یافتہ اور مقابلتاً زیادہ دلچسپ صورت ہے۔ جب بچے مکالمے کی کافی مشق کر چکیں اس کو ترفتہ تمثیل کی شکل میں تبدیل کرنا چاہئے، اس کی ابتدائی مشق نقل ہے

جو اپنی جگہ پر بیحد دلچسپ چیز ہے، لڑکوں سے ایک دوسرے کی نقلیں کرنے کی مشق کرائی جاسکتی ہے، کسی خاص شخص کی نقل کرنے کی مشق بھی ہوسکتی ہے اور اسی طرح ایسی مصنوعی شکلیں بنوائی جاسکتی ہیں جیسے رنج، خوشی، جوش اور محبت وغیرہ یا ایسے ہی اور دوسرے جذبات کا اظہار اس لئے کہ مصنوعی طور پر کئی جذبات کا بیک وقت اظہار کرنا مشکل ہے البتہ مفرد جذبات کی مشق کے بعد دو دو جذبات کو ایک ساتھ لیا جاسکتا ہے اور پھر ایسے متعدد جذبات کو جو ایک جگہ جمع ہوسکتے ہیں مثلاً خوشی، تعجب اور خواہش یا رنج، حیرت اور نفرت وغیرہ۔ اسی طرح پہلے صرف اس کی مشق کرائی جائے گی کہ الفاظ سے ان جذبوں کا اظہار ہو، پھر لہجہ بھی ضروری قرار دیا جائے گا اور آخر میں ظاہری حالت یعنی صورت سے اس کا اظہار ہونا اور حرکات سے ٹپکنا۔

اس مشق کا بہتر طریقہ یہ ہوگا کہ پہلے ایک یا دو یا متعدد جذبات کا الفاظ کے ذریعہ سے صحیح اور مطلوبہ اثر کے ساتھ اظہار کرنا بتایا جائے، پھر الفاظ کے ساتھ لہجہ کی مناسبت کی مشق بھی کرائی جائے۔ اور ان مشقوں کے بعد حرکات کو بھی شامل کردینا چاہئے۔ جب اس طریقے کی مشقیں سب ختم ہوجائیں تب بچوں کو یہ سکھانا چاہیئے کہ محض اپنے لہجہ کے ذریعہ سے مطلوبہ اثر ظاہر کریں، پھر لہجہ اور حرکات دونوں سے اور

سب کے بعد محض حرکات کے ذریعے سے، اس لئے کہ یہ سب مشکل مشق ہیں جس میں سوائے اُن لوگوں کے جو پختہ کار ہیں دوسرے لوگ بآسانی کامیاب نہیں ہوسکتے۔

ایک معنی کے بہت سے الفاظ میں سے حسب ضرورت ایسا لفظ استعمال کرنا، جو اپنی ساخت اور آواز کے اعتبار سے معنی سے ہم آہنگ ہو اور مطلب میں زور، اثر، خوف، دہشت، خوشی و مسرت یا ایسے ہی کسی دیگر مطلوبہ اثر کا اضافہ کردے، مطلب کے ادا کرنے میں بیحد مدد کرتا ہے بلکہ مطلب کو متشکل کرکے اس کا خیالی منظر آنکھوں کے سامنے کھینچ دیتا ہے جیسے۔ ۶

چاروں طرف ہے غلغلہ اُن کے کمال کا

اس مفہوم کو اس طرح بھی ادا کیا جاسکتا تھا " اُن کا کمال چاروں طرف مشہور ہے " مگر غلغلہ کے لفظ نے ایک خاص مفہوم پیدا کردیا ہے جس کی محاکاتی اہمیت ذوق سلیم رکھنے والے اچھی طرح سمجھتے ہیں، تقریری اظہار ہو یا تحریری دونوں میں یہ امتیاز بہت ضروری ہے اور تمثیل کے بیانات اور مکالموں کے زور و اثر کا دار و مدار بہت بڑی حد تک اسی پر ہے کہ موقع اور محل کے مطابق مرادفات میں سے صحیح لفظ کا انتخاب کیا جائے۔

تحریری اظہار یا انشا (WRITTEN COMPOSITION)

تحریر کو ایک مضمون یا مقالے کی حد تک محدود نہیں رکھا جا سکتا، بلکہ
یہ تو ایک پیمانہ یا میزان ہے جس کے ذریعہ سے تحصیل علم کی مقدار کو معلوم کیا جاتا
یا اُن عادتوں کا اندازہ لگایا جاتا ہے جو دماغ نے اختیار کی ہیں۔ درحقیقت
مدرسے کی تعلیم کا مقصد اور فائدہ بھی یہی ہے کہ آدمی کامیابی سے اظہار
خیال کرنے کے قابل ہو جائے ہمارے طلبہ ایک عبارت کے مختلف مطالب کو
سمجھنے کی استعداد نہیں رکھتے اور جب مضامین لکھتے ہیں تو ان کے حدود
یا خاکے مکمل نہیں ہوتے اور تفصیلات احتیاط کے ساتھ مرتب نہیں کی جاتیں
معمول یا عادت کے طور پر مضامین لکھنے سے لڑکوں کی استعداد میں کوئی
ترقی نہیں ہوتی اور نہ لکھنے کا طریقہ ہی آتا ہے، اس لئے یہ لکھنا بالکل غیر مفید
اور بے نتیجہ ہے اور اس سے بچے ہرگز اس قابل نہیں ہو سکتے کہ کسی وسیع مضمون
پر بھی، پہلے تیاری کئے یا معلم سے مدد لئے بغیر اظہار خیال کر سکیں، خاص کر اس وجہ
سے کہ وہ اس کی کوشش بھی نہیں کرتے کہ خود اپنے دماغ پر زور دے کر
نکات سوچیں اور اُن کو صحیح طریقے سے ترتیب دیں۔ اساتذہ کو چاہئے کہ
انفرادی طور پر ہر ہر تحریری مشق کی اصلاح نہ کریں بلکہ تمام غلطیاں لکھ کر
کل جماعت کو سمجھا دیں۔ اگر کافی تقریری مشق کرائی گئی ہے تو معلم کو صرف

یہ کرنا باقی رہ جائے گا کہ وہ بچوں کی روانیِ زبان کو باقاعدہ بنائے، لیکن اگر روانی موجود نہیں تو بہت زیادہ گرفت کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بچے اظہارِ خیال سے بالکل قاصر رہیں گے اور کچھ نہ لکھ سکیں گے جو تعلیم کے مقصد کے بالکل منافی ہے اس سلسلے میں نہایت ضروری ہے کہ اساتذۂ مدارس ذیل کی باتوں پر خاص طور پر توجہ کریں:۔

۱۔ بچوں کو مادری زبان کے علاوہ دیگر مضامین مثلاً تاریخ، جغرافیہ اور دینیات میں بھی مسلسل بیانات لکھنے کی مشق کرائی جائے۔

۲۔ ادب یعنی نثر و نظم کے پڑھانے کے سلسلے میں طلبہ سے معانی کا تجزیہ کرایا جائے یعنی مرکب جملوں کو مفرد جملوں میں تقسیم کرا کر مفہوم کو صاف کرا دیا جائے۔

۳۔ طلبہ کو مندرجۂ بالا تحریر کے کام ذیبز روزانہ کے سبقوں کا خلاصہ لکھنے کی مشق کرائی جائے۔

۴۔ کتاب کی منتخب اور مناسب عبارتوں کی طلبہ سے سادی یا تنقیدی جانچ کرائی جائے۔

۵۔ بچوں کو منتخب اور دلچسپ مضامین یا افسانے پڑھ کر سنائے جائیں یا کسی ایک سے کل جماعت کے سامنے پڑھوائے جائیں۔

۶۔ لغت کے استعمال کی عادت ڈالی جائے اور یہ استعداد پیدا کی جائے

کہ بچے الفاظ کو بے موقع نہ استعمال کریں، سوقیانہ اور غیر فصیح الفاظ سے احتراز کریں اور مرادفات میں سے اُس لفظ کو چُن کر لکھیں جو موقع کے اعتبار سے موزوں اور مناسب ہو۔

۷۔ جماعت کے مختلف تعلیمی اور تفریحی مشاغل مثل مضامین کا انتخاب جماعتی مباحثے کا موضوع اور تمثیل کے کام میں طلبہ کی حوصلہ افزائی کرنا تاکہ وہ بھی کھل کر اپنی رائے کا اظہار کریں۔

۸۔ مضمون نگاری کے لئے جو موضوع مقرر ہو اس کی تیاری میں طلبہ کی مدد کرنا اور جتنی زیادہ عمر کا لڑکا ہے اتنا زیادہ اُسے وقت دینا۔

۹۔ خاص کر معمولی چیزوں کی تفصیلات لکھوانا اور سادے بیانات تحریر کرانا۔

۱۰۔ طلبہ میں یہ استعداد پیدا کرنا کہ وہ ایک دوسرے کی تحریروں پر آزادی کے ساتھ ہمدردانہ طریقے پر تنقید کریں۔ تمام ماہرین تعلیمات اس بات پر متفق ہیں کہ تحریری مشق نہایت ضروری چیز ہے مگر ساتھ ہی وہ اس پر بھی توجہ دلاتے ہیں کہ بچوں کے ذخیرۂ الفاظ (VOCABULARY) میں برابر ترقی ہوتی جائے اور اس بات کی نگرانی کی جائے کہ بچے جن کتابوں کا پڑھتے ہیں اُن کے الفاظ کو بولنے اور لکھنے میں برابر استعمال کریں۔ مسٹر ہارٹاگ (HARTOG) کی رائے ہے کہ:۔

"بچوں کے لئے یہ جاننا نہایت ضروری ہے کہ ہم معانی اور ترتیب المعانی الفاظ میں کیا اصطلاحی فرق ہے، اس طرح کی مشقیں بچوں میں الفاظ و محاورات کا صحیح استعمال اور اُن کے صحیح استعمال کی خوبی سمجھنے کی استعداد پیدا کر دیتی ہیں۔"

مدرسے کے رسالہ کے لئے مضمون لکھوانا چونکہ ایک خاص ضرورت کو پیش نظر رکھتا ہے اس لئے مفید ثابت ہوتا ہے اور بچے کاوش اور احتیاط کے ساتھ لکھتے ہیں، بہت سے ماہرین کی رائے ہے کہ بچوں کو شعر کہنے کی ترغیب دلانا بہت مفید ہے اور اس کے ذریعہ سے یہ بات ان کے ذہن نشین کرانے میں بیحد آسانی ہوتی ہے کہ ایک بات کہنے کے بہت سے طریقے ہوتے ہیں مگر ان سب میں ایک بہترین طریقہ بھی ہوتا ہے نیز غور کر کے مناسب الفاظ چننے اور ان کو برمحل اور بہترین محل پر استعمال کرنے کی بھی مشق ہوتی ہے۔ نیویارک کے تعلیمی بورڈ نے اپنے ایک دلچسپ مضمون میں لکھنا سکھانے کا بہترین عملی طریقہ یہ بتایا ہے کہ:۔

"[illegible] ابتدا میں متعدد علیحدہ علیحدہ پیرے لکھوائے جائیں کیوں کہ پیرے خود درحقیقت چھوٹے چھوٹے مضمون ہوتے ہیں اور ان میں وہ تمام مراتب طے کرنا پڑتے ہیں جن سے ایک بڑے مضمون یا مقالے کے لکھنے میں گذرنا پڑتا ہے اور اُن میں قریب قریب وہ تمام تعمیری خصوصیات موجود ہوتی ہیں، جو

ایک بڑے مضمون میں اور ایک اچھا پیراگراف لکھنے میں آدمی کو انتخاب و اختصار سے اسی طرح کام لینا پڑتا ہے جس طرح ایک پورے مضمون میں، اظہار خیال کے لئے، الفاظ اسی طرح تلاش کرنا پڑتے ہیں اور ان میں انتخاب کرنا ہوتا ہے، مواد کو ترتیب دینا، لکھنا، نظر ثانی کرنا اور بعض اوقات دوبارہ لکھنا پڑتا ہے، ان تمام باتوں پر نظر رکھتے ہوئے یہ وثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ ایک پیرا لکھوانے میں زیادہ آسانی اور زیادہ بہتر مشق ممکن ہے۔"

ہم اظہار کی مشق کو جس قدر اہمیت دیتے ہیں اس کے اعتبار سے یہ کہاں تک مناسب ہے کہ یہ اہم کام کسی ایک استاذِ خصوصی (SPECIALIST TEACHER) کے سپرد کر دیا جائے اور مدرسے کے دیگر اساتذہ اس ذمہ داری سے سبک دوش کر دئے جائیں۔ جیسا ہم اوپر لکھ چکے ہیں یہ فرض مدرسے کے کل اساتذہ کا ہے اور اس اعتبار سے کہ دماغی تربیت اور زبان کی مہارت جو اصلی مقصد ہیں ان میں مدرسے کے دیگر مضامین اور مشاغل کم حصہ نہیں رکھتے، اس لئے یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہر معلم ایک حد تک اظہار کی مشق کراتا ہے لیکن پھر بھی نہایت ضروری ہے کہ یہ کام کسی معلم خصوصی کے سپرد کیا جائے اور چونکہ اس سلسلے میں نثر و نظم پر اکثر گفتگو، تنقید اور تبصرے ہوں گے اس لئے یہ بھی ضروری ہے کہ یہ استاد ذوقِ سلیم آشنا ہو، معلم خصوصی کے علاوہ اگر کوئی دوسرا استاد لکھنے میں خاص مہارت رکھتا ہے اور اس میں ادبی ذوق

(کا)فی طور پر موجود ہے تو اُس سے بھی فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے یا یہ کام کسے سپرد کیا جاسکتا ہے۔

جب تک بچے اچھی طرح لکھنے نہ لگیں تحریری اظہار کا کام ہرگز نہ شروع ہونا چاہئے، تقریری مشق جتنی زیادہ کرائی جائے گی اسی قدر زبان میں روانی اور زور پیدا ہوگا جو تحریری اظہار میں بھی کام آئے گا۔ بہتر یہ ہے (کہ) انشا کی ہر مشق سے پہلے اس موضوع پر زبانی تبادلۂ خیال بھی ہو جائے۔ اس سے فائدہ یہ ہوگا کہ لکھنے کے لئے کافی مواد مہیا ہوگا اور اس موضوع کے متعلق بچوں کی معلومات وسیع ہو جائے گی، تحریری مشق کی ابتدا میں یہ موضوع بالکل ویسے ہی ہوں گے جیسے صاف بیانی کے ابتدائی اسباق میں مثلاً:۔

۱۔ خانگی زندگی سے متعلق باتیں جیسے کپڑے کس طرح پہنتے ہو، کھانا کھانے کے ضمن میں کیا کیا کرنا پڑتا ہے وغیرہ

۲۔ فطرت سے متعلق باتیں جیسے پانی کیسے برستا ہے، رات کیسے ہوتی ہے وغیرہ۔

۳۔ واقعات حاضرہ جیسے کوئی معمولی باتیں جو گھر یا مدرسے میں ہوئی ہوں۔

۴۔ افسانہ، نظم، تصویر جیسے کوئی پڑھا ہوا یا سنا ہوا افسانہ لکھوانا، کسی منظوم قصے یا کسی بیانی (NARRATIVE) یا تفصیلی (DISCRIPTIVE)

نظم کی نثر میں بازنگاری (RE-PRODUCTION) ابتدا میں کچھ عرصہ تک حدود یا خاکے (OUT LINE) بیحد کارآمد ثابت ہوتے ہیں، ان کی مدد سے جملے بنانے کے لئے نہایت عمدہ مشقیں تیار ہو جاتی ہیں جس طرح بچے کچھ بے مزہ اور بے کار جملے جوڑ سکتے ہیں، بالکل اسی طرح فقروں کو جوڑ کر ایک اچھی خاصی کہانی بھی تیار کر سکتے ہیں، لیکن معلم کا حدود یا خاکے مہیا کرنا بہت جلد ختم ہونا چاہئے، بلکہ خود بچوں کو اس قابل ہو جانا چاہئے کہ وہ اپنے چھوٹے چھوٹے قصے تصنیف کرنے کے لئے حدود خود قائم کریں، ان کی سمجھ میں جلد آجائے گا کہ حدود قائم کرنے کا اصلی مقصد واقعات کو صحیح ترتیب کے ساتھ بیان کرنا ہے، کبھی کبھی ایسا بھی کیا جا سکتا ہے کہ معلم خاکے لکھوا دے مگر واقعات کی غلط ترتیب کے ساتھ تاکہ یہ کام پھر بھی طلبہ کے سر رہے کہ اظہار کے لئے قلم اٹھانے سے پہلے وہ اس ترتیب کو ٹھیک کر لیں۔ بچوں میں پہلے ہی سے یہ صلاحیت پیدا کر دینا چاہئے کہ وہ خاکے کی داخلی تفصیلات کو پورا کر سکیں، اس سلسلہ میں ضروری ہے کہ ان کی قوت فکر اور تخیل کو کافی مشق دی جائے، اس لئے کہ مشق کی مدد سے بچے کی تصنیف حقیقی معنوں میں اس کی ہو سکتی ہے اور اس وجہ سے نہایت ضروری ہے کہ معلم کی طرف سے جو خاکے مہیا کئے جائیں وہ انتہائی مختصر اور مبہم ہوں مثلاً ذیل کے خاکے:۔

۱۔رام دین کو سونے سے بیحد محبت تھی، اس نے اپنے دیوتاؤں سے دعا مانگی کہ جس چیز کو وہ چھو لے سونا ہو جائے، اس کی دعا قبول ہو گئی، اس کا کھانا سونے کا ہو گیا، اس کی لڑکی سونے کی مورت بن گئی، آخر رام دین کو تنگ آکر پھر یہ دعا مانگنا پڑی کہ یہ اثر جاتا رہے۔

۲۔ایک شخص کو دفتر کے کام کے لئے ملازمت کی ضرورت ہے، ملازم کو اپنے کام سے کام رکھنا چاہئے، بہت سی درخواستیں آئی ہیں، ہر امیدوار ایک چھوٹے کمرے میں لے جایا جاتا ہے، جہاں ایک چھوٹا سا عجیب صندوقچہ رکھا ہے، صندوقچہ کے اندر ایک زندہ مکھی بند ہے۔

۳۔ایک خاموش شرمیلے لڑکے کے پاس ایک پالتو خرگوش ہے، ایک مردم آزار لڑکا اس کے مکان سے ملے ہوئے گھر میں رہتا ہے، وہ اس خرگوش کو اٹھا لے جاتا ہے اور مار ڈالتا ہے۔

۴۔ایک چوہا چوہے دان سے بھاگ کر اپنی جان بچاتا ہے، وہ اپنا قصہ اپنے دوستوں کو سنا کر انھیں خبردار کرتا ہے، اس کا قصہ۔

۵۔ایک مختصر کہانی بیان کرو، ایمان داری اور دیانت بیکار نہیں جاتی وغیرہ وغیرہ

مندرجہ بالا چند خاکے نمونے کے طور پر پیش کئے گئے ان میں کا ہر نکتہ اشارے کی حیثیت رکھتا ہے، جس سے متعلق صدہا تفصیلات ہو سکتی ہیں اور

انھیں اشارات کی مدد سے اچھی خاصی طویل کہانیاں تیار ہوسکتی ہیں۔
انھیں خاکوں سے یہ اندازہ بھی ہوسکتا ہے کہ معلم کے حذ ر مہیا کرنے کی حالت سے
کس طرح بچوں کو بتدریج اس قابل بنایا جاسکتا ہے کہ وہ خود اپنے دل سے
معلم کے مہیا کردہ خاکے کے بغیر ایک پوری کہانی تصنیف کر دینے کے قابل ہو جائیں
ساتھ ہی دوسرے مضامین کے پڑھانے کے لئے بھی مندرجہ ذیل عام باتیں
جن کا تعلق زبان سے ہے بچوں میں جلد پیدا ہو جانا ضروری ہے:۔

۱۔ وہ مادی اشیا جو روزانہ پیش نظر رہتی ہیں ان کو ایک حدتک مناسب
طریقہ سے بیان کرسکیں۔

۲۔ معمولی آزمائشوں اور تجربوں (EXPERIMENTS) کو کامیابی سے عمل
میں لانے کے بعد اپنے اعمال و مشاہدات کی قابل اعتماد تشریح لکھ سکیں۔

۳۔ فنی (TECHNICAL) کتابوں کی زبان کو سمجھ کر پڑھ سکیں اور کم سے کم
یہ بتا سکیں کہ وہ کون سی بات ہے جو وہ نہیں سمجھے۔

تحریری اظہار کی بے شمار صورتیں ہوسکتی ہیں اور ان میں کچھ بہت معمولی
ہیں، اگر مرتب اور مکمل مضامین لکھنے سے کم مفید نہیں، جیسے کہ اس بات کا مشق
کرنا کہ لڑکے صاف الفاظ اور مختصر عبارت میں کوئی ہدایت کریں یا کسی معمولی
واقعے کی تفصیل لکھوانا یا کسی مادی چیز کی تشریح بیان کرانا اور لڑکوں کے سامنے
ایک منتخب حصۂ نثر کو پڑھ کر کبھی پورا اور کبھی مختصر طور پر ان سے لکھوانا اس کے

طرزِ تحریر کی خصوصیات پر توجہ دلانے کے لئے کارآمد اور استعدادِ لفظی کے اضافے اور ترکیب و ترتیب کی تعلیم کے لئے مفید ہو سکتا ہے۔

مختصر یہ کہ سیکھنے اور سکھانے کی ہزاروں صورتیں ہو سکتی ہیں۔ اگر آدمی چاہے، عام طور پر تو لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ہر شخص بغیر کسی خاص کوشش یا وقت کے لکھ سکتا ہے، مگر ہم کو روزانہ تجربہ ہوتا ہے کہ ایسا خیال بالکل غلط ہے، خط ہر شخص کو لکھنا پڑتے ہیں اور اکثر لوگوں کو تحریری بیانات دینا ہوتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو کامیابی اور خوبصورتی کے ساتھ اس کو انجام دیتے ہیں، اس لئے نہایت ضروری ہے کہ مدرسے کی تعلیم کے دوران میں لڑکے کم سے کم اس قابل تو ہو جائیں۔ اس میں ہرگز مبالغہ نہیں کہ لکھنے کی اصلی مہارت مشق اور کوشش سے پیدا ہوتی ہے اتفاقیہ طور پر ہرگز نہیں، بعض لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ کسی کو لکھنا سکھا یا نہیں جا سکتا، یہ بھی ایک ایسی بد اعتقادی ہے جو سبب اور ثبوت سے قطعی بے نیاز ہے۔ اس میں کلام نہیں کہ بعض لوگ فطری صلاحیت رکھتے ہیں اور بغیر زیادہ مشق اور کوشش کے اپنے خیالات کے پورے اظہار پر قادر ہو جاتے ہیں مگر ان کو بھی کافی مشق کرنا پڑتی ہے۔ جب کوئی اہلِ قلم جسارت کے ساتھ اس بات کا اقبال کر لیتا ہے کہ اس کو لکھنا سیکھنے کے سلسلے میں کس قدر دقتیں اٹھانا پڑیں، جیسا کہ انگریزی کے مشہور اہلِ قلم اسٹیونسن (STEVENSON) نے کہا ہے تو لوگ اسے بھی شاعری

سمجھتے ہیں۔

بعض لوگوں کا یہ خیال بھی ہرگز غلط نہیں کہ اُردو بغیر فارسی و عربی کی کافی قابلیت کے نہیں آسکتی۔ اس میں شک نہیں کہ فارسی و عربی کی قابلیت اُردو ادب کے سمجھنے کے لئے بہت بڑی حد تک ضروری ہے، اور اردو پر عبور حاصل کرنے کے لئے ناگزیر، مگر بغیر اس کے بھی اردو حاصل کی جا سکتی ہے گو بہت زیادہ محنت اور کاوش سے۔ ہاں یہ ضرور حقیقت ہے کہ اردو لکھنا اپنی جگہ پر ایک علیحدہ فن ہے جس میں فارسی و عربی کی قابلیت ضروری اور مفید ہے مگر اس قدر نہیں، بغیر فارسی و عربی کی کافی قابلیت کے بھی آدمی اچھا لکھنے والا بن سکتا ہے۔ اُردو صحت، روانی اور اختصار کے ساتھ لکھنا بہت مشکل کام ہے اور بہت سی ایسی بھی نظیریں موجود ہیں کہ فارسی اور عربی کی کافی قابلیت رکھنے والے اردو لکھنے میں اس قدر کامیاب ثابت نہیں ہوئے جتنا کہ بعض ایسے لوگ جو عربی اور فارسی سے بالکل بے بہرہ ستھے، جو شخص لکھنے کا ذوق رکھتا ہے وہ خود بخود سیکھ جاتا اور اصول سے واقف ہو جاتا ہے اور ضروری مشق بھی کر لیتا ہے، مسٹر سینٹس بری (SAINTSBURY) کا یہ قول انگریزی کے متعلق کہ "لاطینی زبان کی ایک مستحکم قابلیت انگریزی لکھنے کی مشق کرنے والے کے لئے بہت مفید و معین ثابت ہوتی ہے" اُردو پر بھی صادق آتا ہے، یقیناً فارسی و عربی کی قابلیت بھی اردو لکھنے میں

بیحد معین ہوتی ہے اور اسی طرح ایچ، جی، ویلس (H. G. WELLS) کا مندرجۂ ذیل قول جو انگریزی کے بارے میں ہے اُردو کے لئے بالکل صحیح ہے:-

"سب سے پہلے ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے طلبہ اپنی مادری زبان کو سمجھنے، بولنے، پڑھنے اور لکھنے کے قابل ہو جائیں۔ انگریزی میں اتنی قابلیت حاصل کرنے کے لئے اس کی ضرورت ہے کہ ان میں لاطینی زبان کے قواعد کی اچھی قابلیت ہو اور کم سے کم کچھ واقفیت یونانی زبان کے اصول کی بھی۔ لاطینی اور یونانی زبانیں علیحدہ مضامین کی حیثیت سے مدارس سے غائب ہو رہی ہیں مگر انگریزی کے لئے ناگزیر ہونے کی حیثیت سے واپس آ رہی ہیں۔"

بالکل یہی حیثیت فارسی و عربی کی اُردو کے لئے ہے، عام طور پر لوگ عربی کی طرف تو رُخ ہی نہیں کرتے اور فارسی بھی بدرجۂ مجبوری پڑھتے ہیں ورنہ دوسرے اختیاری مضامین مثل ڈرائنگ، سائنس، کامرس وغیرہ لے لیتے ہیں، اردو داں طبقے خاص کر مسلمانوں کی معاشرت کے لئے جس قدر فارسی و عربی کی واقفیت کی ضرورت ہے اس سے قطع نظر کر کے دیکھا جائے تو اُردو جاننے کے لئے بھی فارسی و عربی دانی ضروری ہے، مگر لوگ اس اہمیت کو نہیں سمجھتے، ممالک برطانیہ میں تو لوگ لاطینی اور یونانی کی اہمیت کو محسوس کرنے لگے ہیں مگر اُردو داں لوگوں نے ابھی فارسی و عربی کی ضرورت کو محسوس نہیں کیا ہے

البتہ ابتدائی حالت میں اردو کو فارسی و عربی کی مطلق ضرورت نہیں، فارسی و عربی کی تعلیم سے قبل اُردو کی پوری قابلیت پیدا ہو جانا چاہئے یا کم سے کم اُس وقت فارسی و عربی شروع کرانا چاہئے جب بچہ اُردو اچھی طرح لکھ پڑھ لیتا ہو، بچوں کو لکھنے کی ترغیب جس قدر ممکن ہو دینا چاہئے، گو ابتدا میں باقاعدہ مشق کے طور پر نہیں، بلکہ یہ خیال بھی اُن کے دماغ میں پیدا ہونے پائے کہ وہ جو لکھ رہے ہیں اُس پر بری طرح کاٹ چھانٹ ہو گی۔ اس وقت تو ان کو یہی خیال ہونا چاہئے کہ وہ جو کچھ لکھ رہے ہیں بہت عمدہ اور بالکل ٹھیک ہے، معلم اس کو پڑھ کر نہایت خوش ہو گا اور جو لڑکے اپنے خیالات کو مکمل طور پر تحریر میں ادا کر لیں معلم کو اُن کی طرف سے مطمئن ہو جانا چاہئے۔

(۸) تحریری اظہار کی خوبیاں اور ان کا حصول

اوپر ہم نے جو کچھ بیان کیا وہ تحریری اظہار کے مقاصد اور اس کی اہمیت سے تعلق رکھتا تھا، اب اس باب میں ہم یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ بچوں کے تحریری اظہار میں کیا کیا خوبیاں پیدا کی جاسکتی ہیں اور کیونکر۔

(الف) سادی بیانیہ نثر لکھنا

بچے کو سب سے زیادہ ضرورت اس کی ہے کہ وہ اپنے تجربات، مشاہدات، خیالات محسوسات اور آوازوں کا کامیابی سے اظہار کرسکے۔ اظہار کی تعلیم کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ بچے کو سادی اور صاف نثر لکھنا آجائے۔ قوت بیانیہ اچھی تحریر کی بنیاد ہے، جس قدر بیان کی طاقت بچے میں ہوگی اور جس قدر نقائص سے پاک اس کا بیان ہوگا اسی قدر جلد وہ اچھا لکھنے بھی لگے گا، اس لئے بیانیہ مشقیں جن میں الفاظ اپنے وسیع تر معنوں میں استعمال کئے گئے ہوں، تقریری اور تحریری دونوں قسم کے اظہار خیال کی تعلیم کا خاص وسیلہ ہوسکتی ہیں۔ دیکھی ہوئی چیزوں اور آنکھ کے سامنے گذرے ہوئے حالات وواقعات نیز پڑھے یا سنے ہوئے قصے کہانیوں کے بیان کرنے کے لئے بچوں کو اپنے دماغ سے مواد فراہم نہیں کرنا پڑتا، مواد موجود ہوتا ہے، صرف

اس کو ترتیب دینا یا کسی خاص مفہوم کے ادا کرنے کے لئے خاص الفاظ یا مخصوص طرزِ ادا اختیار کرنا ہوتا ہے اور بچوں کو انھیں باتوں میں دقت ہوتی ہے اور معلم کی امداد و اصلاح کی یہیں پر ضرورت ہے تاکہ مفہوم صحیح اور بہتر طریقہ سے ادا ہو جائے جس قدر یہ مشقیں زیادہ ہوں گی الفاظ کثرت سے استعمال میں آئیں گے اور اُن کے مختلف معانی اور استعمال بچوں کے ذہن نشین ہوتے جائیں گے۔

تحریر کے ذریعہ سے اظہار خیال کا ارادہ کرنے سے قبل ہی بچوں کو تقریری بیان کی کافی مشق ہو جانا چاہئے اور (۱) نظر کا صحیح استعمال (۲) مشاہدات کی کامیابی سے تفصیل کرنا۔ یہ دو ضروری باتیں بچوں کو ابتدائی مدرسہ ہی میں سیکھ لینا چاہئے۔ اس طرح کی جو تعلیم بچوں کو دی جا چکی ہو گی وہ سادی بیانیہ تحریر کے لئے بیحد مفید ثابت ہو گی۔

چیزوں کی تفصیل پہلے آتی ہے اور اپنے دلی خیالات اور محسوسات کا بیان بعد میں، تحریری اظہار کی تعلیم کے سلسلے میں بھی پہلے چیزوں ہی سے شروع کرنا چاہئے خواہ بچے اپنے خیالات و محسوسات کے اظہار میں اس وقت تک کافی مہارت کیوں نہ حاصل کر چکے ہوں نیز ان کے بیان اور تفصیل کو بہت صاف اور ان کے خیالات کا بہت صحیح اور سچا اظہار ہونا چاہئے، ایسا کہ پڑھنے والوں کی آنکھوں کے سامنے وہ چیز اسی طرح پھر جائے جیسے خود لکھنے والے نے دیکھی ہے

اسی طرح جیسے ہم یا کوئی اور لوگ اس کے متعلق خیال کرتے ہیں۔

جب ہم کسی شے کسی منظر یا کسی شخص کا حال لکھیں تو چاہئے کہ ہمارا بیان پڑھنے والے کے سامنے اس چیز کو بعینہٖ اُسی طرح پیش کر دے جس طرح ہم نے اسکو دیکھا ہے۔ اگر ہمارے مشاہدے اور بیان کی قوتیں، جیسی ہونا چاہئیں ویسی ہیں بیشک ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گے اور ہر چیز کو اس طرح بیان کرینگے پڑھنے والے کے سامنے تصویر کھنچ جائے گی۔ عام طور پر پڑھنے والوں کو اس بات سے دلچسپی نہیں ہوتی کہ جس چیز کا ہم بیان کر رہے ہیں وہ شکل، رنگ، جسامت وزن یا دوسری خصوصیات میں کیسی ہے، کیونکہ چیزوں کی ایسی تفصیل بالکل فضول اور غیر دلچسپ ہوتی ہے مثلاً یہ بیان کرنا کہ "خالد اپنے کمرے میں تھا جسکی لمبائی، چوڑائی اتنے گز تھی اور اونچائی اتنے گز تھی، وہ کمرہ سفید یا نیلے رنگ سے پتا ہوا تھا اس میں اتنے دروازے، اتنی کھڑکیاں، اتنی الماریاں اور اتنے طاق تھے، اس کے اندر اتنی کرسیاں، اتنی میزیں اور فلاں فلاں سامان تھا۔ خالد کھڑکی کے سامنے، جس کا طول و عرض یہ ہے۔ ایک میز کے سامنے بیٹھا تھا جو کالے رنگ کی تھی اور اتنے فیٹ لمبی، اتنی چوڑی اور اتنی اونچی تھی وغیرہ وغیرہ" یہ یا اس طرح کی اور تفصیلات تمام تر صحیح مگر بالکل غیر دلچسپ اور غیر ضروری ہیں، پڑھنے والے کو اس سے دلچسپی کے بجائے الجھن ہوگی اور ان کے ذریعہ سے ہم قاری کے سامنے کمرے کی سچی اور مکمل محاکات پیش

کرسکتے ہیں جو کمرے کا منظر اس کے پیش نظر کردے اور نہ اس کو پڑھ کر اُسے کسی طرح کا حظ ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ حقیقتاً قارئین کو یا تو ایسی تفصیل سے دلچسپی ہوتی ہے جو محاکات کی تکمیل کردے یا ایسی تفصیل سے جو افسانے کے واقعات کے لئے ضروری ہو، اور یا پھر ان کو ہمارے اسی خاص نقطۂ نظر سے دلچسپی ہوتی ہے جس سے ہم اُس چیز کو دیکھ رہے ہیں اور وہ صرف یہ جاننا چاہتے ہیں کہ ہم کیا دیکھتے ہیں اور اس کے متعلق کیا خیال کرتے ہیں اور کیوں۔

یہ باتیں اچھی طرح بچوں کے ذہن نشین کرا دینا چاہئے، خشک طریقہ سے نہیں بلکہ مثالوں کے ذریعہ سے تاکہ آسانی سے ان کی سمجھ میں آجائیں۔ فن اظہار کے متعلق ان سے گفتگو کرنا اور اس کے اصول بتانا بالکل بے سود ہے۔ ایسی باتوں کے سمجھانے کی ترکیب یہ ہے کہ مختلف طلبہ کی لکھی ہوئی تفصیلیں اور اپنی یا مستند اہل قلم کی تفصیلیں لے کر ان کے ذریعہ سے بچوں کو بتایا جائے کہ یہ باتیں اچھی ہیں اور یہ بری اور ان کی وجہ سے فلاں فلاں خوبیاں یا برائیاں پیدا ہو گئی ہیں، اسی طرح نمونوں ہی کے ذریعہ سے تمام ضروری اصول بچوں کے ذہن نشین کرائے جا سکتے ہیں۔ ذیل میں مثال کے طور پر چند مشقیں لکھی جاتی ہیں جن کے ذریعہ سے تفصیلی مشق کرائی جا سکتی ہے:۔

(الف) نیچے لکھی ہوئی چیزوں کو اس قدر صفائی کے ساتھ بیان کرو کہ بغیر نام بتائے پڑھنے والا معلوم کر لے کہ تم کس چیز کی تفصیل لکھ رہے ہو:۔

(۱) دوات (۲) قلم (۳) ٹوپی (۴) بچہ (۵) بلی (۶) موٹر کار (۷) ... انجن (۸) پولیس کا سپاہی (۹) ایک خاکسار (۱۰) دودھ والی (۱۱) ڈبگھی ... کھیل کا میدان (۱۳) گاؤں کا سبزہ زار وغیرہ

نوٹ:۔ اس بات کی بچوں کو ہدایت کر دینا چاہئے کہ تفصیل میں اس چیز کا نام ہرگز نہ آنے پائے تاکہ بغیر نام لئے وہ محض اپنے بیان کے ذریعہ سے اس چیز کی محاکات کی تکمیل کریں۔

(ب) کسی ایسے شخص کا حلیہ جس کو ہم سب جانتے ہوں مختصر الفاظ میں مگر ... صفائی کے ساتھ بیان کرو۔

(ج) ایک مضمون میں مندرجہ ذیل مناظر بیان کرو:۔

(۱) کوئی تالاب (۲) سب سے اچھا باغ یا پھلواری جو تم نے دیکھی ہو (۳) ... کا چمن (۴) جاڑے کی صبح (۵) گرمی کی دوپہر (۶) ریلوے اسٹیشن (۷) کوئی ... (۸) طلوعِ آفتاب (۹) غروبِ آفتاب (۱۰) چاندرات وغیرہ۔

(د) ذیل کی چیزوں میں سے ایسی چیز جسے بچوں نے کبھی نہ دیکھا ہو ... رکھدی جائے اور ان سے اس کی تفصیل لکھنے کو کہا جائے۔

(۱) کوئی غیر معمولی پھول (۲) کوئی نیا زیور (۳) کوئی نیا کھلونا (۴) ... عجیب تصویر وغیرہ۔

بچوں کے لکھ چکنے کے بعد ایک ایک سے اس کی لکھی ہوئی تفصیل

پڑھوائی جائے اور کل جماعت تنقید کرے پہلی قسم کی مشقیں بچوں کے لیے کم دلچسپ ثابت نہ ہوں گی اور وہ اس تنقید میں بھی شوق سے حصہ لیں گے تنقید کے بعد استاد کو چاہیئے کہ سب سے بہتر تفصیل کو منتخب کرے اور ساری جماعت کی مدد و مشورے کے ساتھ اصلاح، حذف اور اضافہ کرنا چاہیے اور جہاں پر بچے غلط تجویز کریں وہاں خوش اسلوبی سے ان کو سمجھا دیا جائے اور صحیح اصول بتا دیا جائے، اصلاح کے ختم ہونے کے بعد نمونے کے طور اس کو تختۂ سیاہ پر لکھا دیا جائے، اس کے بعد اگر ممکن ہو تو کسی مستند ادیب کا لکھا ہوا ورنہ اپنا مضمون جو اس چیز کی تفصیل میں ہو سنایا جائے اور پھر دونوں کا فرق بتایا جائے، بڑی جماعتوں کے لڑکے یہ بھی کر سکتے ہیں کہ کسی موضوع پر خود اپنے مضامین تیار کر کے کسی مستند اہل قلم کے بیان سے مقابلہ کریں اور کل طلبہ ہر ایک مضمون کے مقابلہ میں شریک ہوں، مستند ادیبوں اقتباسات کو معلم اس مقابلہ کے کام میں لا سکتا ہے اور یہ ... فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

ب۔ بیان کا صاف اور واضح ہونا

بعض دفعہ تصویریں جو باتیں دکھا دیتی ہیں ہم ان کو الفاظ کا جامہ نہیں پہنا سکتے لیکن بہت سی باتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جن کے اظہار سے تصویریں

صر رہتی ہیں جیسے آواز، احساس، خوشبو اور خیال وغیرہ۔ بیشک ایسی
کی تصویریں بنائی جاسکتی ہیں جن میں خیال ان چیزوں کی طرف منتقل ہوجائے
لیکن وہ حقیقی طور پر ان چیزوں کو ہرگز پیش نہیں کرسکتیں، البتہ اگر الفاظ
ری احتیاط کے ساتھ چنے جائیں اور بہترین طریقہ پر استعمال کئے جائیں،
وہ نہ صرف چیزوں کی حقیقی تفصیل بیان کرکے ان کی تصویر کھینچ دیں گے
ر وہ اُن مندرجہ بالا چیزوں کو بھی اس طرح بیان کردیں گے کہ آدمی کو
وان کا احساس ہونے لگے۔

- اوپر جو شقیں بیان کی گئی ہیں ان کے اظہار میں تصویریں بیان سے زیادہ
میابی حاصل کریں گی، ہم تصویر دیکھتے ہی آدمی، چیز یا جگہ کو پہچان لیں گے
ر اس کا اندازہ کرلیں گے کہ وہ کیسی ہے، مگر الفاظ کے ذریعہ سے جب انکی تفصیل
ن کی جائے گی تو اس تفصیل کے ایک ایک جز کو ملاکر ہمیں دیکھنا پڑے گا، تب
فظی تصویر صورت پذیر ہوگی، مگر جب ہم کو حرکت، زندگی، خیالات اور
سوسات کا بیان کرنا ہوتا ہے تو ہم الفاظ کے بالکل محتاج ہوتے ہیں، اچھے نمونوں
دیکھنے سے بات صاف طور پر نظر آتی ہے کہ ایک ہونہار لکھنے والا صرف
ہی باتیں نہیں بیان کرتا جو وہ آنکھوں سے دیکھتا ہے بلکہ وہ جو کچھ سنتا،
سوس کرتا، سوچتا اور سمجھتا ہے اور بعض اوقات تو جو کچھ وہ سونگھتا یا چکھتا ہے
بھی بیان کرتا ہے۔ دوسرا نکتہ یہ ہے کہ ایک اچھا تفصیل نگار انتہائی کوشش

کرتا ہے کہ اپنے پیش کئے ہوئے منظر میں جان ڈال دے اور اسے متحرک کر دے
یہی امتیازی خصوصیت الفاظ کی جیتی جاگتی تصویر کو کیمرے یا موقلم کی
تصویر سے ممتاز کرتی ہے اور یہ ہم کو اس کا موقع دیتی ہے کہ ہم اس زندہ حقیقت
کو خود بھی محسوس کر لیں جسے لکھنے والا بیان کر رہا ہے۔

اس درجہ کی وضاحت بیان معمولی مشق اور ابتدائی کاوش سے حاصل
نہیں ہوتی، یہ وہ اعجاز ہے جو کہنہ مشقی کو بھی آسانی سے نصیب نہیں
البتہ ایک مبتدی بتدریج ترقی کرتا ہے، پہلے وہ اشیاء کی تفصیل سے شروع کرتا
ہے پھر وہ آدمیوں کے حلیے لکھتا ہے، اس کے بعد مناظر پر خامہ فرسائی کرتا ہے
اور اسی طرح ترقی کرتا جاتا ہے۔ ذیل میں بھی کچھ تدریجی مشقیں پیش کی جاتی ہیں
جن کے ذریعہ سے زندگی اور عمل پر کامیابی سے لکھنے کی ابتدائی مہارت پیدا
کی جا سکتی ہے۔

(الف) مندرجہ ذیل باتوں پر ایک تماشائی کی حیثیت سے ایسا بیان
لکھو جو اصل سے مطابق ہو:۔

۱۔ ایک بڑے اور ایک چھوٹے لڑکے کی لڑائی۔
۲۔ مدرسے کے کھیلوں میں دوڑ کے آخری قدم۔
۳۔ ایک بنیے کی دکان کی مصروف صبح۔

(ب) مندرجہ بالا باتوں پر ایک شخصی نظریے کے ماتحت ذیل کے اشارات

میں سے کسی ایک کا لحاظ رکھتے ہوئے مضمون لکھو:-

۱. میں مدرسے کے شریر ترین لڑکے سے کیوں کر لڑا۔

۲. میں نے سو گز کی دوڑ کیونکر جیتی۔

۳. ایک مصروف صبح ایک مزدور، ایک پھیری والے یا ایک طالب علم کی نظر سے۔

(ج) نیچے لکھے ہوئے ذاتی تجربات میں سے کوئی ایک اس طرح بیان کرو کہ پڑھنے والا ویسا ہی محسوس کرنے لگے جیسا تم نے محسوس کیا ہے۔

۱. ایک اکیلے گھر میں۔

۲. اندھیرے میں تنہا گھر جاتے ہوئے۔

۳. ایک ڈراؤنا خواب دیکھ کر جاگ پڑنے کے وقت۔

(ج) تشریح نامہ (EXPOSITION)

مشکل ترین قسم کے بیانات میں سے ایک تشریح نامہ یا آشکار بیانی بھی ہے، یعنی کسی چیز کی تفصیل یا تشریح اس قدر موشگافی کے ساتھ کرنا کہ قاری اس کو پوری طرح سمجھ لے۔ اوپر دی ہوئی مشقوں میں بعض آشکار بیانی کی بھی مشقیں ہیں، لیکن آسان قسم کی۔ اس طرح کی آسان مشقوں سے بچوں کو شروع کرانا چاہئے اور رفتہ رفتہ اس حد تک پہونچا دینا چاہئے کہ وہ، ایک مشین کا عمل، ایک پودا یا

درخت کی شکل، اور (ایک جانور کی عادتیں، یا (حلوہ کیوں کر بنایا جاتا ہے، (ایک کھلونا یا میز کرسی کی قسم کی کوئی چیز کیوں کر بنانا چاہئے یا کسی ناگہانی حادثے کے موقع پر پہلی امداد کیوں کر پہونچانا چاہئے وغیرہ، قسم کے موضوع پر پوری صفائی سے اظہار خیال کر سکیں۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل قسم کی مشقیں بھی زیادہ مفید ہوں گی۔

(الف) ذیل کی باتیں اس قدر صفائی کے ساتھ سمجھا کر لکھو گویا تمھیں کسی ناواقف کو سمجھانا ہے:۔

۱۔ چڑیا یا چوہا پکڑنے کی کیا ترکیب ہے۔

۲۔ سالن کیسے پکایا جاتا ہے یا بسکٹ کیسے بنائے جاتے ہیں۔

۳۔ جوتے پر پالش کیونکر کرنا چاہئے یا بٹن کیسے ٹانکا جاتا ہے وغیرہ

(ب) نیچے دیے ہوئے کاموں کے متعلق ہدایات لکھو:۔

۱۔ قلم یا پنسل بنانا۔

۲۔ نمونے کے طور پر وقتی کی ناؤ بنانا۔

۳۔ کتاب کی جلد باندھنا۔ وغیرہ

(ج) ذیل کی چیزوں کا کیا عمل ہے لکھو:۔

(۱) ایک کھلونا موٹر (۲) نل کی ٹونٹی (۳) برقی گھنٹی (۴) بندوق (۵) گھڑی وغیرہ

(د) نیچے لکھی ہوئی باتوں کے وجوہ تفصیل سے لکھو۔

۱۔ جاڑوں کے دن گرمیوں کے دنوں سے چھوٹے کیوں ہوتے ہیں۔

۲۔ برف کے تودے کیوں کر بن جاتے ہیں۔

۳۔ عدم مداخلت کا طرز عمل (NON-INTERVENTION POLICY) کیا تھی اور اس کا کیا نتیجہ ہوا۔ وغیرہ

آخر کی مشقیں بالکل امتحانات کے سوالوں کی سی ہیں، درحقیقت اسی قسم کے سوالات کے جواب تشریح تام یا آشکار بیانی کی حدود میں آتے ہیں، جس کے لئے ضرورت ہے کہ بچوں کو نہایت احتیاط کے ساتھ مکمل اور مستحکم تعلیم دی جائے اور یہ استاد اظہار ہی کا فرض ہے۔ بہرحال اسی قسم کا کام ایک بیش قیمت تفصیلی مشق ہے اور دنیا کے قابل بنانے کے لئے بچے کو جو تعلیم دی جا رہی ہے اس کا ایک اہم حصہ ہے۔

(د) تحریر میں مکالمے کا استعمال

یہ فرض کر لینا بڑی غلطی ہے کہ مکالمہ کا استعمال اظہار کا وہ اعلیٰ زینہ ہے جس پر اس وقت تک نہیں پہونچا جا سکتا جب تک طلبہ ایک دو سال لکھنے کی مشق نہ کرلیں، درحقیقت ابتدا ہی سے مکالمہ کی ضرورت ہے، بچے خود بھی اچھی طرح جانتے ہیں کہ قصہ بھی اکثر مکالمہ ہی کی مدد سے دلچسپ بن جاتا ہے، لہٰذا تحریری

اظہار کی تعلیم کے شروع ہونے ہی اس کا استعمال بچوں کو سکھانا چاہئے اور اس سے بہت قبل تقریری اظہار کے سلسلہ میں وہ مکالمہ کو لاکھی چکے ہوں گے۔ یہ کوئی بڑی دقت کی بات نہیں، بچے بہت جلد سیکھ لیں گے کہ مکالمہ کو تحریری شکل میں کیوں کرانا چاہئے اور تحریری اور تقریری مکالمہ میں کیا فرق ہے، مثلاً واوین (INVERTED COMMAS) وغیرہ کا استعمال اور ایسے ہی دوسرے لوازمات تحریر وغیرہ

بچوں کو فطری طور پر اس بات سے دلچسپی ہوتی ہے کہ وہ اپنے لکھے ہوئے قصے کہانیوں میں مکالمے کا بھی استعمال کریں، اس لئے معلم کو بچوں کی قوت تخئیل اور قوت اظہار کے ترقی دینے کا ایک اور موقع ہاتھ آتا ہے اور معمولی اور سادے مکالمے بچوں اور استاد دونوں کے لئے غیر معمولی دلچسپی کا سبب بن جاتے ہیں۔ ان کو معمولی اظہار کے کام کے بجائے بھی کچھ دنوں، جب تک بچے خواہشمند ہیں لکھوایا جا سکتا ہے۔ مغربی ممالک میں اس بات کا اکثر تجربہ ہوا ہے کہ بچوں میں اگر سچا شوق پیدا کر دیا گیا تو بہت تھوڑے عرصہ کی مشق میں وہ بہت عجیب اور بہت دلچسپ مکالمہ لکھ کر پیش کر سکے ہیں جیسے

۱۔ چوہے اور بلی کا مکالمہ۔

۲۔ گدھے اور گھوڑے کی باتیں۔

۳۔ لڑکے اور دیو کا مکالمہ۔
۴۔ خرگوش اور کچھوے کی گفتگو۔
۵۔ مرغی اور بطخ کی باتیں۔

(۵) افسانے میں مکالمے کی اہمیّت

درحقیقت اس کی ابتدا ہی سے ضرورت ہے کہ مکالمہ لکھنے کی بچوں کو مشق کرائی جائے۔ تحریری افسانے میں بھی مکالمہ ہی دلچسپی پیدا کرنا اور رجان لانا ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ بچے گڑیاں اور کھلونے کھیلتے ہوئے ان کی طرف سے گھنٹوں باتیں کرتے ہیں اور ہم میں سے وہ لوگ جن کو بچوں سے کہانیاں بیان کرنے کا موقع ملتا ہے خوب جانتے ہیں کہ بچوں کا اکثر یہ سوال ہوتا ہے کہ "پھر اس نے کیا کہا" اور اس سوال کے ساتھ ہی ہم کو یہ پتہ لگ جاتا ہے کہ کہانی جس قدر دلچسپ طریقے سے بیان کرنا چاہئے ہم نہیں بیان کر رہے ہیں، اس لئے کہ بچے اس بات سے زیادہ دلچسپی لیتے ہیں کہ کہانی کے افراد کیا کہتے ہیں، بہ نسبت کے کہ، وہ کیا کرتے ہیں،

ہم کو مکالمہ لکھنے کی بہت پہلے ہی سے ابتدا کرا دینا چاہئے، خاص کر اس وجہ سے بھی کہ بچے جب بے تکلف لکھنے لگیں گے اور چھوٹی چھوٹی کہانیاں لکھنے کا وقت آئے گا وہ مکالمہ لکھنے کے بھی خواہشمند ہوں گے جس کی ابتدا اس طرح

ہونی چاہئے کہ کتاب کے کسی قصے کو لے کر بچوں سے یہ معلوم کرایا جائے کہ مصنف نے قائل کے خاص الفاظ کو کس طرح ادا کیا ہے، مگر اس قسم کی زیادہ مشق بچوں میں الجھن پیدا کر دے گی۔ اظہار کے سلسلہ میں عام طور پر، اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ مشقی کام زیادہ نہ ہونے پائے۔ اردو میں ابھی تک واوین (INVERTED COMMAS) کا استعمال پوری طور پر رائج نہیں ہے۔ مکالمہ کے سلسلہ میں معلم کا یہ بھی فرض ہے کہ نہایت خوش اسلوبی سے اس کا استعمال بچوں کے ذہن نشین کرا دے جو اردو میں مقابلتاً بہت زیادہ آسان ہو۔ اسی طرح سوالیہ یا استفہامیہ نشان (NOTE OF INTERROGATION) کا استعمال بھی بہت آسانی سے بتایا جا سکتا ہے۔

(ی) مکالمہ اور الفاظِ کلام (WORDS OF SPEECH)

اردو میں انگریزی کی طرح الفاظِ کلام زیادہ مخصوص نہیں ہیں۔ "کہا"، "جواب دیا"، "فرمایا"، وغیرہ بھی چند ہیں جن کا استعمال بھی بچوں کو آسانی سے سکھایا جا سکتا ہے، البتہ بعض مواقع ایسے ہوتے ہیں کہ بغیر کسی طرح کا لفظ کلام استعمال کئے کام چل جاتا ہے، بلکہ بعض جگہ تو لفظِ کلام کا نہ لانا ہی عبارت میں ایک حسن پیدا کر دیتا ہے۔ یہ خاص کر سنانے اور سکھانے کی بات ہے مگر اس کا دارومدار بڑی حد تک خود معلم کے ذوقِ سلیم اور تحریری مشاقی پر ہے، تاہم

مستند اہل قلم کی تصانیف میں تلاش کرنے سے ایسے کافی نمونے اور مثالیں مل سکتی ہیں جن کی مدد سے بچوں کو ایسے مواقع سمجھائے جا سکتے ہیں۔

(۳) تحریری مکالمے کی تدریجی تعلیم

مکالمہ کی اصلی مشق تو لکھنے ہی کے سلسلہ میں ہوتی ہے مگر ابتدا ہمیشہ چھوٹے چھوٹے اور آسان مکالموں سے ہونی چاہئے۔ بہتر یہ ہے کہ تحریر میں آنے سے قبل بچے زبانی طور پر مکالمہ کو ادا بھی کر لیں جس کی صورت یہ ہو گی کہ مثلاً۔ بلی اور چوہے کا مکالمہ لکھوانا ہے، دو لڑکوں کو سامنے بلا کر کھڑا کیا جائے اور ایک کو بلی اور ایک کو چوہا بنا دیا جائے اور اُن میں باتیں کرائی جائیں۔ اس کے بعد انھیں باتوں کو لکھوایا جائے، چند روز کی یہ مشق بچوں کو اس قابل بنا دے گی کہ وہ بغیر اس کے بھی مکالمہ لکھ سکیں گے۔ مکالمہ کی کافی مشق ہو جانے کے بعد ان کو یہ بتانا چاہئے کہ کردار (CHARACTER) کیا چیز ہے اور مکالمہ میں کردار آفرینی کیوں کر کی جا سکتی ہے۔ اُن کو یہ بھی بتلانا چاہئے کہ کس طرح افسانے کے ہر فرد کی گفتگو ایسی خاص ہو سکتی ہے کہ اس کا کردار دوسروں سے علیحدہ معلوم ہو۔ مکالمہ نگاری کے سلسلہ میں دو خطرے بھی ہیں جن کا معلم کو خاص طور پر خیال رکھنا چاہئے۔

۱۔ سوقیانہ، غیر مہذب یا غیر مطبوع زبان کا استعمال۔

۲۔ ایسی زبان کا استعمال جو قصے کے لئے ناموزوں ہو۔

سوقیانہ اور گنواری زبان کو تو خاص کر نہایت سختی سے روکنا چاہیئے، خواہ وہ مدرسے ہی کی غلط روزمرہ ہو، بازاری نہ ہو۔ دوسری بہت عام غلطی یہ ہے کہ لڑکے لمبے لمبے اور اُلجھے مکالمے لکھنے کے عادی ہو جاتے ہیں جس سے قصے میں اُلجھاؤ پیدا ہو جاتا ہے۔ معلم کو چاہیئے کہ ابتدا ہی سے ایسی احتیاط رکھے کہ اس طرح کے نقائص نہ پیدا ہونے پائیں، نیز ایسا نہ ہونے پائے کہ قصے میں مکالمہ بلا ضرورت اور بے موقع لایا جائے۔ مکالمہ ہمیشہ فطری طور پر آنا چاہیئے نہ کہ زبردستی۔ جہاں پر مکالمہ لایا جائے وہ اس طرح آئے کہ بے کار نہ معلوم ہو بلکہ اس خوبصورتی کے ساتھ اور اس قدر برمحل لایا جائے کہ ناگزیر معلوم ہو۔

شروع میں تو افسانوں میں تھوڑا تھوڑا مکالمہ استعمال کرانا چاہیئے مگر بچوں کی جیسے جیسے مشق ہوتی جائے ویسے ہی ویسے اس کو نہایت احتیاط کے ساتھ اوپر لکھی ہوئی تمام باتوں کا خیال رکھتے ہوئے، بتدریج بڑھانا چاہیئے۔ اس کو اس حد تک بھی ترقی دی جا سکتی ہے کہ پورا افسانہ مکالمہ ہی میں لکھا جائے یا دوسری قسم کی تفصیلی (DISCRIPTIVE)، بیانی (NARRATIVE) یا تخیلی (REFLECTIVE) مباحث کو بھی مکالموں کی صورت میں لکھا جا سکے لیکن یہ بہت زیادہ مشق کے بعد ممکن ہے اور اس میں سب سے بڑا اندیشہ یہ ہے کہ مکالمہ دلچسپ ہونے کے بجائے تصنع اور آورد بن کر

جاوہ جائے اور مقصد فوت نہ ہو جائے۔

املا اور اس کی صحیح اہمیت

"املا" کے لفظی معنی "لکھنا" یا "پُر کرنا" ہیں مگر اردو میں اصطلاحاً یہ لفظ ڈکٹیشن (DICTATION) کا مرادف سمجھا جاتا ہے اور انھیں معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اٹھارہویں صدی کے بعد تک مشرق اور مغرب دونوں جگہ املے کا مقصد لکھنے کی مہارت اور بالخصوص مختلف اور مشکل الفاظ کے صحیح ہجے کا یاد ہونا تھا، مگر زمانے کی ترقی کے ساتھ اس کے دیگر فوائد بھی معلوم ہوتے گئے اور اس کے مقاصد میں ترقی ہوتی گئی۔ فلاں شخص کا املا صحیح نہیں، یہ جملہ برابر بولا جاتا ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ شخص الفاظ کے ہجے میں غلطی کرتا ہے۔ یہی جملہ اس بات کا شاہد ہے کہ ہمارے یہاں "املا" کا کیا مفہوم اور مقصد ہے۔ اس سلسلہ میں جو کچھ ترقی ہوئی ہے اس کا اثر اسکولوں پر اتنا نہیں پڑا اور وہ پرانا خیال بلا کسی ترقی یا اضافہ کے اب بھی اسی طرح موجود ہے کہ املا سے الفاظ کے ہجے یاد ہو جاتے ہیں اور اس کے لکھانے کا مقصد صرف اسی قدر ہے۔

یہی نہیں بلکہ جس قسم کا املا ہمارے یہاں رائج ہے وہ حقیقتاً الفاظ کی مشق نہیں بلکہ اس کو تو امتحان کہنا چاہئے، اس لئے کہ عام طور پر

بچوں سے ایسے اقتباسات لکھائے جاتے ہیں، جو غالباً ہرگز نہ لکھائے جاتے اگر ان میں ایسے الفاظ کی کافی تعداد نہ ہوتی جو عام طور پر غلط لکھے جاتے ہیں یا جو کم سے کم املا لکھنے والے بچوں کی استعداد سے بلند ہوتے ہیں اور یہی غلطی ہے جس کی وجہ سے بچے دیر میں ترقی کرتے ہیں، اگر واقعی املا کے ذریعہ سے بچے کی استعداد میں ترقی منظور ہو تو اس کی یہ صورت ہرگز نہیں بجائے اس کے کہ مشکل اقتباسات لکھائے جائیں، آسان لکھانا چاہئے یا اگر املا کے ذریعہ سے کچھ ایسے الفاظ کا صحیح املا بھی یاد کرانا مطلوب ہے تو بہتر یہ ہے کہ قبل املا لکھانے کے اُن الفاظ کے صحیح ہجے تختۂ سیاہ پر لکھ دیئے جائیں اور بچوں کو اس کی مشق کرادی جائے، اس کے بعد املا لکھایا جائے اور آخر میں بھی ان الفاظ کی مشق کرائی جائے جن کو انھوں نے غلط لکھا ہو۔ قاعدہ ہے کہ پہلا نقش جو دماغ پر مرتسم ہوتا ہے، اس کا اثر زیادہ قائم رہتا ہے، لکھنا اور بھی موثر ذریعہ اس ارتسام کا ہوتا ہے اس لئے کہ اس میں انسان کی متعدد قوتیں حرکت میں آتی ہیں، گویا ایک چیز کئی وسیلوں سے دماغ میں آتی ہے، حواس باطنی میں سے خیال کے ذریعہ سے آدمی مختلف اشکال کو دماغ میں مجتمع کرتا ہے، فکر کی مدد سے اس پر غور کرتا ہے، ذکر کے ذریعہ سے جس کو دماغی ناطقہ کہنا چاہئے اس کو دماغ میں دہراتا ہے اور اب حواس ظاہری کا عمل اس پر شروع ہو جاتا ہے۔ قوت لامسہ جو فاعلہ کے ساتھ عمل کرتی ہے ایک لفظ کے لکھنے کے وقت اس کی تحریری شکل کو دماغ تک پہنچا دیتی ہے،

ھیں اس کو دیکھتی ہیں۔ ناطقہ اس کو آہستہ آہستہ اور کبھی ایسی آواز
سے جس کو بعض اوقات قریب بیٹھنے والے سن بھی لیتے ہیں دہراتا ہے اور سامعہ اس کو
سنتا ہے۔ گویا ایک لکھنے کے ساتھ انسان کے اتنے حواس باطنی وخارجی کام
کرتے ہیں اور ایک لفظ اتنے وسیلوں سے دماغ میں پہونچتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ
پڑھنے سے زیادہ یاد ہوتا ہے۔ اسی طرح جس لفظ کے غلط ہجے پہلی مرتبہ لکھنے کے
ذریعہ سے دماغ میں پہونچتے ہیں وہ اور بھی مستقل ہو جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے
جدید کے ماہرین تعلیمات کی یہ رائے ہے کہ املا میں ہمیشہ ایسی عبارت بولی جائے
بچوں کے لئے آسان ہو یا جس کے مشکل الفاظ کے صحیح ہجے بچوں کو پہلے ہی بتلا دئے
گئے ہوں۔ البتہ ایک مرتبہ صحیح ہجے تختۂ سیاہ پر لکھ دینے یا اس کی مشق
کرانے کے بعد ان کو مٹا دینا چاہئے۔ یہ بھی ضروری ہے تاکہ لکھنے کے وقت
بچے دماغ پر زور دے کر ان کا صحیح املا یاد کریں۔ اب جس قدر صحیح یاد آجائے گا
ہو جائے گا اور اس کو بچہ ہرگز نہ بھولے گا۔ جن الفاظ کو وہ بھول جائے
غلط لکھ جائے ان کی بعد میں مشق کرا دینی ضروری ہے تاکہ ایک مرتبہ غلط
اثر دماغ سے زائل ہو جائے۔ اول تو لکھانے سے قبل ہی لفظ کا صحیح
اس کے سامنے پیش کیا جا چکا تھا اس لئے پہلا غلط نقش اس کے دماغ پر
نہیں ہوا اگر نقش اول ہونے کی وجہ سے اس قدر گہرا بھی نہ تھا کہ بچہ املا
میں اس میں غلطی نہ کرتا، اس نے غلطی کی مگر یہ غلطی اس قدر مضر نہیں

جس قدر وہ ہوتی جب کہ دماغ میں لفظ کی صحیح شکل موجود نہ ہوتی، نیز اس
غلطی کے تدارک کے لئے بچے سے اسی لفظ کو متعدد بار لکھوایا گیا تاکہ صحیح لفظ
اس کے دماغ پر مرتسم ہو جائے۔ یہ طول طویل بحث اس غرض سے کی گئی
تاکہ اساتذۂ اردو اس نکتہ کو پوری طرح سمجھ لیں اور وہ پرانا غلط معمول جو
ابتک بجنسہٖ رائج ہے اس کی اصلاح ہو جائے۔

یہ بھی بتانا نہایت ضروری ہے کہ املا کا مقصد صرف ہجے کی مشق ہی
نہیں بلکہ اس سے بہت سے فائدے اٹھائے جاسکتے ہیں، بچوں کو نیز لکھنے
کی مشق کرائی جاسکتی ہے، ایک فقرہ یا مجموعۂ الفاظ کو ایک بار سن کر دماغ میں
محفوظ رکھا اور سپرد قلم کیا جاسکتا ہے جس کی وجہ سے غور سے سننے اور جلد سمجھنے
کی مشق ہوسکتی ہے۔ یہ چیزیں خود اس نقطہ نظر سے بھی ضروری ہیں کہ ایک
طالب علم کو اکثر ان کی ضرورت پڑتی رہتی ہے، نیز زندگی میں بھی بعض اوقات
اس کی سخت ضرورت ہوتی ہے۔ اسی املا کے ذریعہ سے بچوں کو عمدہ عمدہ اقتباسا
نثر و نظم جو طلبہ کے پاس محفوظ رہنا چاہئے لکھائے جاسکتے ہیں اور ان میں
ذوق سلیم پیدا کیا جاسکتا ہے۔ املا کے یہ اغراض و مقاصد اس قدر اہم ہیں
جن کی وجہ سے اس کی صحیح قدر معلوم ہوتی ہے، مگر ان میں سے کوئی مقصد
بھی حاصل نہیں ہوسکتا اگر معلم غیر مناسب عبارتیں لکھوائے اور غلط طریقہ
سے لکھوائے، اس لئے نہایت ضروری ہے کہ املا لکھانے کا صحیح طریقہ بچ

بتلادیا جائے اور وہ طریقہ قریب قریب یہی معمولی طریقہ ہے جو عام طور پر ہمارے مدارس میں رائج ہے۔ البتہ اکثر اساتذہ اصول کی بعض باریکیوں کو نہیں سمجھتے اس لئے زیادہ احتیاط سے کام نہیں لیتے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مطلوبہ فوائد حاصل نہیں ہوتے۔

املا لکھنے کا طریقہ یہ ہونا چاہئے کہ معلم پوری عبارت کو نہایت صاف لہجہ میں، ٹھہر ٹھہر کر، مناسب رفتار کے ساتھ ایک مرتبہ پڑھ کر سنا دے تاکہ بچے اچھی طرح سمجھ لیں اور اس سے لطف اندوز ہو لیں۔ اس کے بعد لفظ بہ لفظ نہیں بلکہ چھوٹے چھوٹے فقروں میں بول کر لکھوایا جائے۔ الفاظ یا فقرے دہرائے ہرگز نہ جائیں۔ بچے خود اس قدر توجہ سے سنیں کہ بغیر بھولے ہوئے آسانی سے لکھ لیں اور اگر بھول جائیں تو معنی کے ربط کی مدد سے یاد کر لیں۔ اوقاف بھی بتلانا نہ چاہئے بلکہ بچے معنی کی امداد سے خود اوقاف بھی لگائیں۔ ابتدائی جماعت کے بچوں سے صرف ختمے لگوانا چاہئے مگر اعلیٰ جماعتوں میں اور سب اوقاف کی غلطیاں بھی املا کی غلطیوں کے ساتھ شمار میں آنا چاہئے۔ کل عبارت لکھا چکنے کے بعد شروع سے ایک بار پھر سنا دینا ضروری ہے تاکہ بچوں نے جہاں جہاں عبارت چھوڑ دی ہو وہ پوری کر لیں اور اسکے بعد بچوں کو تھوڑا وقفہ اور دینا چاہئے تاکہ وہ ایک بار پھر کل عبارت کو دیکھ لیں کہ کوئی بات رہ تو نہیں گئی۔ کاپیاں اصلاح کے لئے لے لینا چاہئے۔

تحریری اظہار کے سلسلہ میں بچوں کے سامنے نمونے پیش کئے جائیں گے، جو ابتدائی جماعتوں میں نقل کرائے جاسکتے ہیں اور اعلیٰ جماعتوں میں املا کے طور پر لکھائے جاسکتے ہیں اور اس طرح نقل یا املا اور تحریری اظہار کی دیگر اصناف میں ربط پیدا کیا جاسکتا ہے، ایسے املا میں اس بات کی عام اجازت ہونی چاہئے کہ بچے جس لفظ کے ہجے نہیں جانتے آزادی سے پوچھ لیں اس وجہ سے کہ جیسا اوپر لکھا گیا ہے، پہلی مرتبہ حتی الامکان اصلی اور سچا نقش دماغ پر بٹھانا چاہئے۔

۱۔ نقل نویسی یا دیکھ کر لکھنا (TRANSCRIPTION)

خط کے صاف کرنے کے لئے کتاب کی کسی عبارت کو دیکھ کر نقل کرنا بہت مفید ہے، اس وجہ سے کہ نمونہ برابر سامنے ہوتا ہے اور بچہ نہایت آسانی سے حروف کی کشش و ربط کی مشق کر سکتا ہے نقل نویسی، اگر سمجھ کر ہو تو کسی مضمون یا مطلب کے یاد کرنے کے لئے بہت مفید ہے۔ یاد کرنے کی عام صورت یہ ہے کہ بچہ ایک عبارت کو بار بار پڑھے یا رٹے، مگر اس طرح کی عادت سے سب سے بڑا نقصان یہ ہوتا ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد یہ حالت ہو جاتی ہے کہ زبان تو اس کے دہرانے میں مصروف ہوتی ہے مگر دماغ کسی دوسری طرف متوجہ ہوتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک چیز کو دیر تک رٹتے رہنے کے بعد بھی از بر نہیں کیا جاسکتا اور اس سے زیادہ تباہ کن یہ ہوتا ہے کہ دماغ کو ادھر اُدھر بھٹکنے کی عادت پڑ جاتی ہے

اور پڑھنے میں دماغ کو یکسوئی نہیں رہتی، اس لئے بجائے اس کے کہ یاد کرنے کا یہ غلط طریقہ استعمال کیا جائے۔ اساتذہ کو چاہئے کہ اس کو سختی سے ترک کرائیں۔

املا کے بیان میں اس پر وضاحت کے ساتھ بحث کی جا چکی ہے جس کے یہاں دُہرانے کی بالکل ضرورت نہیں مختصر یہ ہے کہ یاد کرنے کے مختلف طریقوں میں لکھنا سب سے زیادہ مفید ہے۔ ایسی حالت میں جب یاد کرنے کے لئے مطالب بہت زیادہ ہوں، یہ صورت صرف زیادہ اہم مطالب کے لئے کام میں لائی جا سکتی ہے، مگر ابتدائی جماعتوں میں جہاں یاد کرنے کے لئے اس قدر زیادہ مطالب نہیں ہوتے لکھ کر یاد کرنا زیادہ آسان اور کارآمد ہے اور اس سے نہ صرف یہی ایک فائدہ ہوگا بلکہ ساتھ ہی لکھنے کی مشق بھی ہوگی اور خط بھی صاف ہوگا۔

نقل نویسی سے پورا فائدہ اٹھانے کے لئے اساتذہ کو کافی نگرانی اور احتیاط ضرورت ہے ورنہ اگر طلبہ بے توجہی سے نقل کرنے کے عادی ہو جائیں گے تو اس نقل کا فائدہ نہ ہوگا۔ اس لئے اگر کوئی عبارت بچوں کو یاد کرانا منظور ہے تو نہ صرف بچوں سے پوری عبارت کو نقل کرانا چاہئے بلکہ اس کے ساتھ علیحدہ الفاظ و تفرقات معانی، مطالب کو بھی لکھوانا چاہئے اور چاہئے کہ مختلف ارکان کلام (PARTS OF SPEECH) بھی علیحدہ لکھوائے جائیں۔ اس قسم کی مشقیں اگر نقل کے ساتھ دی جائیں گی تو عبارت کے سمجھنے اور یاد کرنے میں مدد ملے گی اور دماغ کو متوجہ نہ رہنے کی بری عادت نہ پڑے گی۔

خوش خطی کاپی کی مشق بھی نقل ہی کی قسم کی ایک چیز ہے، اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کچھ اس کے متعلق بھی یہاں ذکر کر دیا جائے۔ عام طور پر جس قسم کی خوش خطی کاپیاں استعمال میں آتی ہیں ان میں سر ورق ایک سطر چھپی ہوئی ہوتی ہے جس کو بچے نقل کرتے ہیں، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پہلی سطر کے لکھنے میں نظر اُس چھپی ہوئی سطر پر رہتی ہے، مگر بعد کی سطریں لکھنے میں اپنی لکھی ہوئی اوپر کی سطر پیش نظر ہوتی ہے نہ کہ چھپے ہوئے نمونہ کی سطر۔ اسی وجہ سے دیکھا گیا ہے کہ اوپر کی سطر کے مقابلہ میں نیچے کی سطریں زیادہ خراب ہو جاتی ہیں۔ حال میں ایک خاص قسم کی یک سطری خوش خطی کاپیاں دیکھنے میں آئی ہیں جن میں صرف نمونے کی عبارتیں لکھی ہوئی ہیں، بچوں کے لکھنے کے لئے جگہ نہیں ہے، بچے اپنے لکھنے کے لئے علیحدہ کاپی استعمال کریں گے۔ اس قسم کی خوش خطی کاپیاں نہایت اچھی ہیں اور ان میں وہ اندیشہ بھی نہیں جس کا اوپر ذکر کیا گیا۔

خوش خطی کاپیوں میں عام طور پر ایسی عبارتیں ہوتی ہیں جن میں کوئی اخلاقی تعلیم دی گئی ہو، اس طرح کی عبارتوں سے کوئی خاص فائدہ نہیں ہوتا۔ بچوں سے یہ کہنا ہرگز مفید نہیں کہ جھوٹ بولنا بُری بات ہے خاص کر اس وجہ سے کہ اس طرح کی پاک تعلیمات کی اس قدر تکرار کی جاتی ہے کہ بالآخر ان کا اثر جاتا رہتا ہے اور وہ بے معنی بن جاتی ہیں

بچوں میں نقل کا جس قدر مادہ ہے ظاہر ہے، اس لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ جو باتیں بچوں میں پیدا کرنا منظور ہوں وہ کر کے دکھائی جائیں بچے بھی انھیں سیکھ لیں گے۔ اول تو اصول تعلیم کی ناواقفیت، دوسرے بے توجہی اندھی تقلید، بغیر سوچے سمجھے ایک بات کر بیٹھنا اور بغیر غور کئے اور عقل کی ترازو پر تولے کچھ اعتقادات قائم کر لینا، یہ سب باتیں ہماری قوم کی سرشت میں داخل ہو گئی ہیں ان کی وجہ سے گھر اور مدرسہ دونوں جگہ نصائح کی بھرمار رہتی ہے اور ہوش سنبھالتے ہی بلکہ اس سے بھی قبل سے "ہیں ہیں" "خبردار" "بری بات ہے" غرضکہ تمام نواہی کی مشق اُن پر شروع کر دی جاتی ہے اور کیا گھر اور کیا مدرسہ، کیا کھیل اور کیا پڑھنا، اُن کے تمام مشاغل اور سارا ماحول ہر وقت نصیحتوں اور ممانعتوں کی زیر نگرانی رہتا ہے اور وہ ہر وقت اسی قسم کی باتیں سنتے اور پڑھتے رہتے ہیں پھر کیسے ممکن تھا کہ خوش خطی کا پی اس سے خالی ہوتی۔

خوش خطی کاپی کی مشقیں، جیسا کہ برابر تجربہ ہوا ہے، بچوں کے لئے کوئی دلچسپ چیز نہیں، اس لئے ضروری ہے کہ اس کو دلچسپ بنایا جائے۔ یہ صرف اس طریقہ سے ممکن ہے کہ اس میں جو عبارتیں لکھی جائیں وہ بچوں کے مذاق کی ہوں، دلچسپ اور ہنسنے ہنسانے والی ہوں، تاکہ یہ دلچسپی مشق کی الجھن کو دور کرے اور بچے شوق سے اُسے لکھنے پر تیار ہو جائیں ابتدائی

مشقوں میں جہاں صرف حروف لکھنا ہوتے ہیں، دل لگانا یقیناً بیحد مشکل ہے، اس لئے ان جماعتوں کی خوش خطی کتابیوں کو جس قدر ممکن ہو خوشنما بنانا چاہیئے تاکہ وہ خوشنمائی بچوں کے لئے جاذبِ نظر و توجہ ثابت ہو۔ کوشش کی جائے تو ایسی ترکیبیں بھی ایجاد کی جا سکتی ہیں، جن کے ذریعہ سے حروف کی مشق بھی دلچسپ ہو جائے۔

اگر اس قسم کی خوش خطی کی کتابیں نہ مل سکیں تو ضروری یہ ہے کہ مشق شروع کرانے سے پیشتر بچوں کو مشق کی خوشنمائی پر توجہ دلائی جائے، اُسپر بنے ہوئے بیل بوٹوں یا تصویروں کے ذریعہ سے یا اُن دلچسپ باتوں یا قصوں کے وسیلے سے جو مشق کے مضمون میں شامل ہوں، ان میں دلچسپی پیدا کرائی جائے۔ اور اس بات کی حتی الامکان کوشش کی جائے کہ یہ غیر دلچسپ کام دلچسپ ہو جائے اور بچے پوری توجہ اور انہماک کے ساتھ اس کو انجام دیں۔

ابتدائی جماعتوں میں جہاں صرف قلم پکڑنے یا ہاتھ جمانے کی مشق کرائی جاتی ہے، اگر بجائے حروف لکھانے کے یا حروف کی مشق سے قبل پھول بوٹوں دائروں یا دیگر قسم کی خطوطی شکلوں کی نقل کرائی جائے تو زیادہ مفید اور دلچسپ ہوگا۔ حروف والفاظ کے لکھنے اور خوش خطی کی مشق کے لئے ایسے تحریری معمے اور چٹکلے بھی ایجاد کئے جا سکتے ہیں جو دلچسپ ہونے کے ساتھ بچوں کو اس بات پر مجبور کر دیں کہ وہ حروف والفاظ کو ایک خاص کشش اور مقررہ

بڑائی چھوٹائی کے ساتھ لکھیں تب ہی مطلوبہ پھول، گلدستہ یا جانور بن سکے ورنہ نہیں۔

ضرورت تو یہ تھی کہ مندرجہ بالا مشغلوں کی ایجاد کے متعلق تفصیل سے بحث کی جاتی مگر بخوفِ طوالت گریز کیا جاتا ہے۔ انشاء اللہ اگر ممکن ہوا یعنی زمانہ نے فرصت دی تو اس کے مکمل اصول مع تدریجی مشقوں کے علیحدہ ہدیہ ناظرین کروں گا۔

(۱۱) خطوط نویسی

مسٹر فنچ (FINCH) اپنی کتاب "انگریزی اظہار (ENGLISH COMPOSITION) میں لکھتے ہیں کہ

"بچوں کو خطوط سے خاص ذوق ہوتا ہے، بلکہ اُن کے خیال میں لکھنا سیکھنے کا مقصد ہی خط لکھنا ہے۔ اس لئے کہ ابتدا میں سب سے پہلے جس چیز کا تجربہ ہوتا ہے وہ یہی خط ہے، جو اس وجہ سے ان کے لئے اور بھی عجیب اور دلچسپ ہوتا ہے کہ اُن کے ایک عزیز نے دور کے مقام سے ایک خط کے ذریعہ سے بہت سی باتیں کہہ دیں اور باوجود اس قدر فاصلے کے وہ خط یہاں پہونچ گیا۔ نیز جب گھر میں کوئی خط آتا ہے اور ماں، باپ، بھائی اس کو پڑھ کر بچے کو

سناتے ہیں اور کہتے ہیں، تو تمھارے چچا صاحب یا بھائی جان کا یہ خط ہے اور انھوں نے تم کو یہ لکھا ہے، تو بچے کو عجب حیرت ہوتی ہے کہ یہ سب باتیں کاغذ دیکھ کر کیسے معلوم ہو رہی ہیں، شائد کاغذ چپکے چپکے بول رہا ہے اور پڑھنے والا اس کو سنتا جاتا اور کہتا جاتا ہے، اکثر دیکھا گیا ہے کہ بچے ابتدا میں اسی قسم کے سوالات کرتے ہیں اور جب ان کو بتلایا جاتا ہے کہ خط کیا چیز ہے کیونکر لکھا جاتا ہے اور کیسے بھیجا جاتا ہے تو ان کو بھی شوق پیدا ہوتا ہے کہ وہ بھی خط لکھیں، بہت سے بچے کاغذ پنسل لیکر لکیریں کھینچتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں خط لکھتا ہوں یہی وجہ ہے کہ سب سے پہلی جو ضرورت لکھنے کی اُن کے دماغ میں ہوتی ہے وہ یہی خط ہے۔

مندرجہ بالا وجوہ کی بنا پر نہایت ضروری ہے کہ خط نویسی اظہار کی ابتدائی مشقوں میں شامل ہو اور ہر جماعت میں تھوڑی بہت مشق جاری رہے، مگر کچھ مقررہ وقت دے کر اور اوپر کی جماعتوں کے لئے بے ضروری مشقوں میں معاشرتی اور معاملتی خطوط نویسی کو بھی سمجھنا چاہئے مگر صحیح اور اچھی قسم کی۔ ایک اچھا خط لکھ سکنا بھی بچے کے لئے آئندہ زندگی کی ایک ضروری تیاری ہے۔

بچوں کو قدرتی طور پر خط لکھنے کا اس وجہ سے بھی شوق ہوتا ہے کہ یہ کام بڑے کرتے ہیں اور بچے بڑا بننے کا شوق رکھتے ہیں اور ان کو خیال

ہوتا ہے کہ اگر وہ بھی خط لکھنے لگیں گے تو بڑے ہو جائیں گے اور وہ بچے جن کو نقل کے کام سے الجھن ہو چکی ہوتی ہے جب ان کو خط لکھنے کو دیا جاتا ہے تو بیحد مسرت ہوتی ہے اور وہ اس کے لئے بے چین ہو جاتے ہیں، مگر یہ سچا خط ہونا چاہئے، اس کو واقعی لفافہ میں رکھ کر کسی آدمی کے پاس بھیجنا چاہئے خط بھیجنے کے لئے کوئی حقیقی سبب بھی ہونا چاہئے اور استاد کو بھی اس کا لحاظ رکھنا چاہئے کہ واقعی جب بچوں کے سامنے خط لکھنے کی کوئی حقیقی ضرورت پیدا ہو جائے تب خط لکھوائے، اس سے اظہار کی سب سے بڑی دقت حل ہو جاتی ہے یعنی اُن کے پاس لکھنے کے لئے مواد تیار ہو جاتا ہے، اگر اس موقع کو معلم نے حاصل کر لیا ہے تو اس کا صرف اس قدر کام باقی رہ گیا ہے کہ بچے جو کہنا چاہتے ہیں وہ مناسب طریقہ سے کہیں اور مناسب طریقہ سے لکھیں۔ پہلی مرتبہ جو خط لکھوایا جائے وہ مختصر ہونا چاہئے لیکن کچھ ہی عرصہ کے بعد بچوں کو یہ اجازت دے دینا چاہئے کہ اگر وہ چاہیں تو اپنے خطوط کو اور طویل کر دیں۔ پہلے زبانی مشق کرا کر مسودہ لکھوایا جائے اور معلم کی نظر سے گزر جانے کے بعد ان کو خط لکھنے کا کاغذ دینا چاہئے تاکہ وہ خط کو اس کاغذ پر نقل کریں اور اس بات کی ہدایت کر دینا چاہئے کہ صاف صاف لکھا جائے، گندہ نہ ہونے پائے اور خوب بنا بنا کر لکھا جائے، بہت تھوڑے زمانے میں بچے اس قابل ہو جائیں گے کہ وہ اپنے خط بغیر مسودہ کئے اور معلم سے مدد لئے لکھنے لگیں۔

(الف) بچوں کے لئے خط کی اقسام

میرے خیال میں مندرجۂ ذیل قسم کے خطوط بچوں سے لکھوانا چاہئے:۔

۱۔ سادے نجی یا خانگی خطوط جن میں مدرسے کے مشاغل، اپنی خیریت اور ذاتی حالات، چھٹیاں، حصولِ انعامات وغیرہ قسم کی باتیں ہوں۔

۲۔ سالگرہ یا تہواروں کے موقعوں پر والدین یا اعزہ کے بھیجے ہوئے تحائف کے شکریے میں جو خطوط لکھے جائیں۔

۳۔ مدرسہ کے جلسوں وغیرہ کی شرکت کے لئے دعوتی خطوط۔

۴۔ عید اور ہولی وغیرہ کے موقعوں پر مبارکباد کے سلسلہ میں۔

اس قسم کے خطوط لکھنے کے بعد ذیل کی اقسام کے خطوط بھی لکھانا بہت مفید ہوں گے کیوں کہ ان سے قوتِ متخیلہ کی مشق بھی ہو گی اور ایک قسم کی دلچسپی بھی پیدا ہو گی۔

۱۔ ایک خط موسم کے فرشتہ کے نام تاکہ وہ کسی خاص روز تفریح اور سیر کے لئے موسم کو خوش گوار کر دے۔

۲۔ پریوں کی ملکہ کے نام خط یہ دریافت کرنے کے لئے کہ پریوں کا ناچ کیونکر دیکھا جا سکتا ہے۔

۳۔ ایک خط غریب لڑکے کی طرف سے امیر لڑکے کے نام، یہ بتلانے کے لئے

کریں کبھی ویسا ہی خوش ہوں جیسے تم کو میرے پاس روپیہ نہیں۔

۴۔ ایک لڑکے نے ایک لڑکی کو ڈوبنے سے بچالیا، لڑکی کی طرف سے بچانے والے کے نام شکریہ کا خط وغیرہ۔

طریقہ:۔ بچے سے جو خطوط لکھائے جائیں اُن میں اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ وہ بالکل مکمل ہوں یعنی کاتب کا مقام، پتہ، القاب، آداب، مضمون، عزیزوں اور دوستوں کے خطوط میں دوسرے رشتہ داروں اور شناساؤں کو سلام و دعا، کاتب کا نام، لفافہ کے لئے مکتوب الیہ کا پتہ، یہ سب باتیں اپنے مناسب موقعوں پر موجود اور مکمل ہونا چاہئے، خطوط کے معمولی نمونے اس قسم کی مشکلات کو بہت آسانی سے حل کر دیں گے، بچوں کے سامنے نمونے کا موجود ہونا نہایت ضروری ہے جو معلم خود بلکی تختہ سیاہ پر لکھ کر بآسانی پیش کر سکتا ہے۔ اس نمونے میں بھی ایسی دلچسپ باتیں لکھی جائیں کہ بچے اسے دلچسپی کے ساتھ پڑھیں۔ جب بچے نمونے کو پڑھ لیں اور سمجھ لیں تب اس کی ترتیب کے متعلق تبادلۂ خیال ہونا چاہئے۔ اس سے بہتر صورت یہ ہو سکتی ہے کہ جس روز بچوں کو خط نویسی کی تعلیم دینا ہو اس روز جماعت کے ہر بچے کے پاس ایک خط پہنچ جائے۔ یہ کام اعلیٰ جماعتوں کے لڑکوں سے لیا جا سکتا ہے جس کے ذریعہ سے آپس میں وابطۂ محبت کو بھی ترقی ہوگی اور بڑے لڑکوں کو ایک سادہ خط لکھنے کا موقع

بھی ملے گا، ہر بڑے طالب علم کو ایک ایک بچے کا نام بتا دیا جائے جس کو وہ خط لکھے گا، مضمون بھی بتا دیا جائے اس طریقہ سے جماعت کے ہر بچے کو مقررہ وقت پر ایک خط پہنچ جائے گا، جو اس کی مسرت اور فخر کا سبب ہوگا، یہ اس کے لئے نمونے کا کام دے گا، اس خط کے ذریعہ سے بچے نہایت آسانی سے معلم کی ہدایات کو سمجھ سکیں گے اور کافی دلچسپی بھی لیں گے اور توجہ سے بتا دلہ خیال بھی کریں گے کہ خط کی ترتیب کیا ہونا چاہئے اور لفافہ پر پتہ کیوں کر لکھا جائے۔ اس کے ساتھ بچوں کو اس کی مشق بھی کرائی جائے کہ خط کے کاغذ میں جتنی جگہ ہے اسی میں اپنے خط کو ختم کردیں۔

یہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ مسودہ کی کاپی پر لکیریں کھنچوا کر خط لکھا یا جائے اور نقل کے وقت بھی احتیاط رکھنے کی تاکید کردی جائے، اس طرح دو ایک خط لکھنے کے بعد بچوں کو اس کی عادت ہو جائے گی اور یہ دقت بھی باقی نہ رہے گی کہ خط کیوں کر شروع اور ختم کیا جائے، کیونکہ ابتدا میں قریب قریب اُن کے سب خطوط اعزا، احباب اور اُستاد کے نام ہوں گے۔

(ب) اعلیٰ جماعتوں کی خطوط نویسی

اظہار کی مشق کے اعتبار سے خط نویسی میں غیر معمولی اضافے اور ترقیاں ممکن ہیں، طلبہ کو جب خط کی ترتیب کی کافی مشق ہو جائے تو اس کے بعد ان

کو اور زیادہ وسیع کیا جا سکتا ہے، مگر ہر خط کو ایک سچا خط ہونا چاہیئے یعنی پڑھے میں جو خطوط لکھوائے جائیں اُن کے مضامین اور مواقع بالکل وہی ہونا چاہیئے، جو عموماً زندگی میں پیش آتے ہیں۔ معلم کے نام خط لکھوانا اور طلبہ کو مجبور کرنا کہ وہ اس میں کیڑوں کی اقسام" یا "ہمالیہ پہاڑ" پر مضمون لکھیں۔ ایک نہایت مہمل اور مضحکہ خیز حرکت ہے۔ طلبہ کو یہ بتلانا چاہیئے کہ مکتوب الیہ اور مضمون یا خط کی ضرورت کے اعتبار سے اس کی ترتیب میں تغیر ہوگا اور صرف یہی نہیں ہوگا کہ انھیں دوستوں اور عزیزوں کو دلچسپ خط لکھنے کی مشق کرائی جائے گی بلکہ ان کو یہ بھی بتلایا جائے گا کہ اغیار کے نام زیادہ سنجیدہ اور معاشرتی خطوط کیوں کر لکھنا چاہیئے مختلف قسم کے تجارتی خطوط لکھنے کا طریقہ بھی طلبہ کو خاص توجہ کے ساتھ سکھانا اور ان کی مشق کرانا چاہیئے، مگر اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ مخصوص تجارتی زبان اور تجارتی اصطلاحات سے بچنے اور صاف ستھری زبان لکھنے کی ترغیب دی جائے۔

اس سلسلہ میں القاب، آداب اور خاتمہ وہ خاص چیزیں ہیں جن پر اساتذہ کی توجہ منعطف کرانا مطلوب ہے، بالخصوص القاب و آداب، جن میں قدیم اثر کی وجہ سے عربی و فارسی الفاظ و مرکبات ایسے آتے ہیں جن کے معنی طلبہ کیا بیشتر اساتذہ بھی نہیں سمجھتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُن کا استعمال بہت غلط، و بعض اوقات نہایت مضحکہ خیز ہو جاتا ہے، نیز یہ الفاظ

طلبہ کی سمجھ سے بالاتر ہونے کی وجہ سے ان کے لئے بالکل بے معنی بلکہ ایک چیستان بن جاتے ہیں اس لئے بہتر یہ ہے کہ ایسی عبارتیں قطعاً ترک کر دی جائیں اور جہاں تک ہو سکے آورد سے احتراز کیا جائے اور کوشش یہ کی جائے کہ خطوط مکالمہ سے قریب تر ہو جائیں۔ عوام کے خطوط میں آداب کے طور پر یہ عبارت:۔

"بعد ادائے آداب کے گذارش ہے کہ یہاں سب خیریت ہے اور آپ کی خیر و عافیت درگاہِ الٰہی سے نیک چاہتا ہوں، دیگر احوال یہ ہے کہ آپ کا خط آیا حالات مندرجہ سے آگاہی ہوئی"

بہت زیادہ رائج ہے، بلا سمجھے بوجھے آنکھ بند کر کے سب سے پہلے لوگ یہ عبارت لکھ دیتے ہیں اس کے بعد سوچتے ہیں کہ ہم کو کیا لکھنا ہے، یہ طرز تحریر اور اس طرح کی عبارت مضحکہ خیز ہونے کے ساتھ بالکل آورد اور بہت بے مذاق کی ہے، اس کو قطعاً ترک کر دینا چاہئے۔

اس کے ساتھ یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ خط کی حیثیت تحریری مکالمہ سے زیادہ نہیں، اس لئے اس کا مکالمہ سے قریب تر ہونا نہایت ضروری ہے اور یقینی طور پر خط مکالمہ سے جس قدر دور ہوتا جائے گا اصلیت سے بھی دور ہوتا جائے گا اور اصلیت سے جتنا ہٹتا جائے گا اثر سے بھی دور ہوتا جائے گا، تحریر کے لوازم اور آداب و تہذیب کے اصول کا خاص لحاظ رکھتے

ہوئے یہ دیکھنا چاہئے کہ اگر مکتوب الیہ موجود ہوتا اور ہم اس کو مخاطب کرتے تو کس طرح کرتے، اس سے گفتگو کرتے تو کس معیار پر اور کس قسم کی۔ نہایت ضروری ہے کہ ان سب باتوں کو دماغ میں رکھ کر خط لکھا جائے، البتہ اگر کسی بزرگ یا کسی بڑی حیثیت کے آدمی کو خط لکھنا ہے تو اس کے مذاق، اس کی پسند اور مضمون کی نوعیت کا لحاظ رکھنا اشد ضروری ہے تاکہ طریقۂ خطاب اور طرزِ تحریر کا برا اثر مکتوب الیہ پر نہ پڑے اور مقصد فوت نہ ہو جائے۔ اس سلسلہ میں مرزا غالب کے خطوط جو اس فن کے مجدد ہیں بطور نمونہ کے کام میں لائے جا سکتے ہیں۔

معاملتی خطوط بیانیہ اظہار کے تحت میں آتے ہیں۔ ان میں صفائی اور اختصار کی اشد ضرورت ہے، البتہ کاروباری زبان سے حتی الامکان پرہیز کرنا چاہئے۔ معاشرتی یا دوستانہ خطوط اظہاری تصنیفات کے تحت میں آتے ہیں اور یہ خاص کر مشکل چیز ہے۔ اس قسم کے خطوط کا مقصد دلی جذبات و خیالات کا اظہار ہوتا ہے اور یہ ایک ایسے عزیز یا دوست کے پاس جو موجود نہیں ہے بذریعہ خط پہونچایا جاتا ہے، تاکہ آپس کے تعلقات و باہمی مواخات میں بجائے کمی کے ترقی ہوتی جائے۔ اس قسم کے خطوط میں بعض اوقات کچھ عیوب بھی پیدا ہو جاتے ہیں، جن کا بتلا دینا یہاں ضروری معلوم ہوتا ہے:-

۱۔ بعض خطوط ایک خود غرضانہ جذبے کے ماتحت لکھے جاتے ہیں، اُن میں ذاتی حالات اور صرف اپنے محسوسات و جذبات کا تجزیہ کیا جاتا ہے اور کاتب مکتوب الیہ کو بالکل فراموش کر دیتا ہے اور اس کے متعلق بہت ہی کم لکھتا ہے، یہ خطوط بالکل وہی حیثیت رکھتے ہیں جیسے کسی روزنامچے کے اوراق جو کسی دوسرے کے مطالعہ کے لئے نہیں ہوتے۔

۲۔ بعض خطوط بالکل غیر دلچسپ ہوتے ہیں جن میں استفسارات خواہشات اور دعاؤں کے سوا کچھ نہیں ہوتا، ایسے خطوط مکتوب الیہ سے کچھ اخذ کر لیتے ہیں اُسے کچھ دیتے نہیں۔

ان دونوں قسموں کے خطوط اپنا مقصد پورا کرنے سے عاجز رہتے ہیں۔

خط محبت و مودت کا ایک پھیلا ہوا ہاتھ ہوتا ہے جو اس کی امید کرتا ہے کہ مخاطب کا ہاتھ بھی بڑھ کر اس سے ملے البتہ وہ اس کا مطالبہ صاف الفاظ میں نہیں کرتا۔

درجہ میں طلبا کو حقیقی فن مراسلت سکھا دینا بالکل ممکن نہیں البتہ کچھ اصولی طریقے بتائے جا سکتے ہیں اس سے زیادہ نہیں۔ ایک عمدہ اور مکمل خط خبروں کی بے ربط زنجیر نہیں ہوتی بلکہ صناعی کا ایک عمدہ اور دل پسند نمونہ، کاتب کی زندگی کے تازہ واقعات انتخاب و اختصار کے ساتھ اس میں پیش کئے جاتے ہیں مگر تعلقات کی نوعیت اور مکتوب الیہ

کی حیثیت و اہمیت کے اعتبار سے طریقۂ بیان بدلتا رہتا ہے۔

(ج) خطوط کا سلسلہ

خطوط نویسی کی مشق کو غیر دلچسپ نہ ہونا چاہئے اور ہمیشہ مختلف اور دلچسپ قسم کے خطوط لکھوانا چاہئے اور بہتر تو یہ ہے کہ درمیان میں وقفے دیدیے جائیں اور ان وقفوں میں دوسری قسم کے اظہار کی مشق کرائی جائے، خطوط کے سلسلہ کو دلچسپ بنانے کی ایک ترکیب یہ بھی ہے کہ کسی چیز کی خریداری کے متعلق خریدار اور دوکان دار میں خط و کتابت ہو، طلبہ پہلے خریدار کی حیثیت سے دوکان دار کو خط لکھیں پھر دوکان دار کی طرف سے جواب اور پھر خریدار کی طرف سے جواب الجواب یا دوستوں میں کسی دلچسپ معاملہ پر خط کے ذریعہ سے ایک پر لطف گفتگو شروع کر دی جائے اور طلبہ یکے بعد دیگرے خط لکھیں اور جواب و جواب الجواب تحریر کریں۔ یہ سلسلے عرصہ تک چلائے جا سکتے ہیں اور بہت دلچسپ قسم کے مضامین و معاملات اس میں جگہ پا سکتے ہیں البتہ ان کا دار و مدار بحث کی وسعت اور عمدگی پر ہے یا اس طرح کے خطوط کے سلسلے طلبہ کو دے کر معاملت یا مباحثہ کا خلاصہ بھی لکھوایا جا سکتا ہے جس سے طلبہ کو ایک دوسری قسم کی مشق بھی ہوتی جائے گی، مگر اس کی ابتداز بانی طور پر ہونی چاہئے، تجارتی مختصر خطوط کو اعلیٰ جماعتوں کے طلبہ سے تار کی اور بھی

قلیل عبارت میں منتقل کرایا جا سکتا ہے، اس کو دلچسپ بنانے کے لئے اس کے برعکس صورت بھی اختیار کی جا سکتی ہے یعنی تار دے کر طلبہ سے اس کو مفصل خط کی شکل میں تبدیل کرایا جا سکتا ہے، اسی کے ساتھ تبادلۂ خیال اور اصلاح کے دوران میں اِن دونوں قسموں کی خط وکتابت کی اہمیت و ضرورت کو بھی طلبہ کے ذہن نشین کرا دینا چاہئے۔

(د) کاروباری خطوط

عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ طلبہ خواہ کیسی اچھی استعداد کے کیوں نہ ہوں اور کیسے ہی امتیازی طریقہ سے پاس کرکے مدرسے سے کیوں نہ نکلے ہوں کاروباری خطوط لکھنے میں بڑی فاش غلطیاں کرتے ہیں، اس لئے ضروری ہے کہ مدرسہ کی وسطی جماعتوں میں اس طرح کی مکمل مشق اُن کو کرا دی جائے تاکہ مدرسہ سے نکل کر جو لڑکے ملازمت یا دیگر پیشوں کی طرف رخ کریں وہ ضرورت کے وقت مجبور نہ ہوں اور کاروباری خطوط اور درخواستیں کامیابی سے لکھ سکیں، اُردو میں اس کے لئے ابھی تک کوئی خاص قواعد مقرر نہیں ہوئے ہیں، درخواست لکھنے کا ایک پرانا طریقہ البتہ موجود ہے جو نہایت فرسودہ ہونے کے ساتھ اس قدر عاجزانہ ہے کہ آج اس کو مہذب دنیا نہایت حقارت کی نظر سے دیکھتی ہے اور خود لکھنے والے کو بھی اپنے کو اس قدر ذلیل کرنے میں

عام معلوم ہوتا ہے، اس لئے ضرورت ہے کہ اس معاملہ میں انگریزی طرز تحریر کا تتبع کیا جائے اور حضور، اور حد، وند نعمت، وغیرہ کی قسم کے الفاظ کو بالکل خارج کر دیا جائے، نیز ترتیب بھی اسی ڈھنگ کی ہو۔

یہی اصول کم و بیش اصلاح کے ساتھ عام معاملتی و تجارتی خط و کتابت میں ملحوظ رکھنا چاہئے، البتہ وہ الفاظ اور فقرے یا وہ طریقے جو انگریزی بان تہذیب کے لئے مخصوص ہیں اور اردو میں یا تو ان کی ضرورت نہیں یا اردو کے اصول اور ہماری اصطلاح نیز معاشرت کے منافی واقع ہوئے ہیں ان کو یقیناً نظر انداز کر دینا چاہئے۔ گویا اس معاملہ میں "خذ ما صفا دع ما کدر" پر پورا عمل کرنا چاہئے، ساتھ ہی اس کا بھی خاص لحاظ رکھنا چاہئے کہ ایسے خطوط اور درخواستیں حشو و زوائد سے قطعاً پاک ہوں، ضروری باتیں مختصر اور جامع الفاظ میں لکھی جائیں جن کو مکتوب الیہ آسانی سے بلا الجھے اور گھبرائے بہت قلیل وقت میں پڑھ سکے، اس لئے کہ کاروباری لوگ اور حکام کے پاس کثرت سے خط اور درخواستیں آتے رہتے ہیں اور سب کا پڑھنا ہی اُن کے لئے مشکل ہو جاتا ہے، پھر ان کو اس کی فرصت بھی نہیں ہوتی کہ زیادہ وقت اس کام میں صرف کر دیا کریں۔ ذیل میں کچھ ہدائتیں اور مثال کے طور پر کچھ نمونے دیئے جاتے ہیں جو امید ہے کہ مفید ثابت ہوں گے :۔

۱۔ اعزہ کے نام خطوط:۔ اگر بزرگوں کو خط لکھنا ہو تو جن الفاظ سے

اُن کو مخاطب کرتے ہیں انھیں کے ذریعہ خطوط میں بھی مخاطب کریں، البتہ کوئی ایک لفظ مثل "صاحب" یا "صاحبہ" وغیرہ اس کے ساتھ شامل کردیں، آداب کے لئے بھی لمبی چوڑی عبارت کی ہرگز ضرورت نہیں، "سلام علیک" یا "السلام علیکم"، "آداب عرض"، "تسلیم" یا "تسلیمات عرض" وغیرہ میں سے کوئی ایک کافی ہے، اس کے بعد نفسِ مضمون بلا کسی تمہیدی عبارت کے شروع کردیں خط کا طرز اور لہجہ مکالمانہ ہونا چاہئے، بلکہ اس کی کوشش کرنا چاہئے کہ جس انداز سے کاتب بالمشافہ اس سے گفتگو کرتا ہو حتی الامکان وہی انداز خط میں بھی پیدا ہوجائے مگر حفظِ مراتب اور خط کے معمولی آداب کا لحاظ رکھتے ہوئے۔

اگر خوردوں کو خط لکھا جائے تو صرف نام یا نام کے ساتھ کوئی ایک لفظ ایسا بھی شامل کیا جاسکتا ہے جس سے شفقت و محبت کا اظہار ہوتا ہو جیسے نام سے قبل "برخوردار"، "برادر عزیز"، "عزیزہ"، "عزیزی"، "میاں"، "بھیا"، "پیارے"، "میرے پیارے"، "میرے عزیز"، وغیرہ اور نام کے بعد "سلمہ"، "میاں"، وغیرہ یا حسب ضرورت و مناسبت کوئی اور لفظ۔

۲۔ اغیار کے نام خطوط:۔ اغیار کے نام خطوط خواہ وہ تجارتی ہوں یا معاملتی، القاب و آداب کے اعتبار سے یکساں ہوتے ہیں اس لئے ذیل میں لکھے ہوئے القاب و آداب سب کے لئے استعمال ہوسکتے ہیں ـــــ مکرمی یا معظمی فلاں صاحب، وغیرہ وغیرہ۔ آداب بھی اسی طرح سادے اور مختصر

ہونا چاہئے جیسے، السلام علیکم، آداب عرض، تسلیم، تسلیم عرض، وغیرہ
دوستوں کے خطوط میں خاص کر

۲۔ احباب کے نام خطوط:۔ اس کا لحاظ رکھنا چاہئے کہ جس طریقہ کے مراسم مکتوب الیہ سے ہیں ان کی جھلک خط میں بھی پیدا ہوجائے بے تکلف دوستوں کو، اُن کے نام کے شروع میں کسی کلمۂ تخاطب یا کسی ایسے لفظ کو لاکر جس میں تکلف کا شائبہ نہ ہو مخاطب کرنا چاہئے۔ جیسے ، اجی ، اجی یار ، امین ، پیارے دوست ، پیارے ، عزیز ، وغیرہ وغیرہ۔

مضمون کو مکالمے سے بہت زیادہ قریب اور بہت شگفتہ و دل پسند ہونا چاہئے مگر اس کا خاص طور پر خیال رکھا جائے کہ کوئی بات غیر مہذب یا سوقیانہ نہ ہو۔ آج کل بدمذاقی اس حد تک بڑھ گئی ہے کہ بعض لوگ خطوط میں فحاشی کا بے تکلف استعمال کر لیتے ہیں، تحریر میں اس طرح کی بدتہذیبی اور زیادہ مکروہ اور قابل نفرت ہے۔

خط کے آخر میں عام طور پر لوگ "فقط" کا لفظ لکھنے کے عادی ہیں اور سمجھتے ہیں کہ بغیر اس کے خط ختم نہیں ہوسکتا۔ اس سے کوئی ہرج یا نقص واقع نہیں ہوتا مگر یہ چیز ایک غیر ضروری سی معلوم ہوتی ہے اور ایک غیر ضروری اور بیکار لفظ کی موجودگی سے بھی کوئی فائدہ نہیں۔ اس لئے میرے خیال میں لکھنے سے نہ لکھنا بہتر ہے۔ اس کے بجائے ایک ڈیش

یا ختم کافی ہے، خط کے آخر میں اپنا نام لکھا جاتا ہے جو یقیناً ایک ضروری چیز ہے اور نام کے ساتھ کوئی عاجزانہ لفظ بھی لکھا جاتا ہے یہ بھی اچھی چیز ہے البتہ اس لفظ کے انتخاب میں اس بات کا لحاظ رکھنا چاہئے کہ مکتوب الیہ کون ہے اور اس سے کس قسم کے تعلقات ہیں نیز خط کی غایت کیا ہے ان توں کی مناسبت سے یہ عاجزانہ لفظ بھی ہونا چاہئے۔ اعزہ اور احباب کے خطوط میں بجائے عاجزانہ لفظ کے ایسے الفاظ لکھنا بہتر ہے جن کا تعلق جذبات، خواہشات یا حالات سے ہو جیسے، آپ کا فرماں بردار، خیریت کا طالب، خیر اندیش، خادم، دور افتادہ، نیاز کیش، ارادت مند، محبت شعار، خلوص کیش، مخلص، وغیرہ۔ آخر میں درخواست کا ایک خاکہ دے کر اس طویل بحث کو ختم کیا جاتا ہے :-

عالی جناب (حاکم کا عہدہ) صاحب ......

.... (محکمہ) ....

.... (مقام) ....

بادب گذارش ہے کہ مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ آپ کے محکمہ میں فلاں جگہ خالی ہوئی ہے، میں درخواست کرتا ہوں کہ وہ براہ غریب نوازی مجھ کو عنایت فرمائی جائے۔ اس خدمت کے لئے اپنے استحقاق ذیل میں درج کرتا ہوں۔

تعلیمی استحقاق مثل اسناد وغیرہ.......................

١۔ ....
....

٢۔ ....
....

٣۔ ....
....

٤۔ ....
....

۵۔ ....
....

دیگر استحقاق ....
....

١۔ ....
....

٢۔ ....
....

عرضی گذار

حقیر، فدوی یا خادم (فلاں)

پتہ:۔ ....
....

تاریخ:۔ ....
....

١٢۔ مضمون نگاری

اظہار کی تعلیم دو مختلف حصوں میں منقسم ہے جن میں پورا امتیاز ہونا نہایت ضروری ہے:۔

۱۔ ایسا اظہار جس کا اصلی مقصد دوسروں کو سنانا ہے۔

۲۔ ایسا اظہار جس کا اصلی مقصد اپنا دلی اطمینان اور اپنی خواہش کا پورا کرنا ہے۔

پس اظہار کے مقصد بھی دو ہی ہوئے اور اس اعتبار سے دو ہی قسمیں بھی ہوئیں :-

۱۔ خیالات کو دوسروں تک پہونچانا جس پر معاشرت و تمدنی زندگی کا انحصار ہے اس لئے اس کو ہم معاشرتی اظہار کہیں گے۔

۲۔ خیالات کو محض اپنی خوشی کے لئے ظاہر کرنا جس کا تعلق صرف اپنی ذات یعنی ایک فرد واحد سے ہے۔ اس لئے اس کو ہم انفرادی اظہار کہیں گے۔

مدارس میں بھی اظہار کا کوئی مضمون جو درجہ میں دیا جائے گا اس کو ان ہی دونوں اقسام میں سے کسی ایک کے تحت میں آنا چاہئے۔ مگر آجکل جس قسم کے مضامین مدارس میں لکھائے جاتے ہیں وہ دونوں میں سے کسی کے تحت میں نہیں آتے اور حقیقتاً یہ سمجھ میں بالکل نہیں آتا کہ بچوں سے "ایمان داری یا دیانت داری بہترین طرز عمل ہے" پر ایک وعظ کیوں کر دلایا جاسکتا ہے یا "گائے" پر ایک بالکل غیر دلچسپ اور پھیکی تقریر کیوں کر کرائی جاسکتی ہے اور یہ بھی بالکل ممکن نہیں کہ ایسی چیزوں پر اظہار خیال کرنے کی خواہش یا شوق بچوں میں پیدا ہو۔

(الف) معاشرتی اظہار

مضمون نگاری کی اس پہلی قسم کا دار و مدار مندرجہ ذیل تین باتوں پر ہے :۔

۱۔ مخاطبین، سامعین یا قارئین کی نوعیت۔

۲۔ بحث کی پوری معلومات۔

۳۔ خیال کا بجلسہ اظہار۔

ہم ان تینوں میں سے ہر ایک پر علیحدہ علیحدہ تفصیل سے بحث کریں گے۔

۱۔ مخاطبین، سامعین یا قارئین یعنی وہ لوگ جن کے سامنے بچے کو اپنے خیالات پیش کرنا ہیں :۔

مخاطبین کے اعتبار سے موضوع کی نوعیت بھی بالکل بدل جاتی ہے، فرض کیجئے کہ موضوع "اپنا گھر" ہے یعنی اس پر ایک مضمون لکھنا ہے۔ اب اگر یہ مضمون خود راقم کے بھائی کے لئے لکھا جاتا ہے جو کہیں باہر ہے تو یہ ایک خاص قسم کا مضمون ہوگا لیکن اگر یہی مضمون کسی ایسے دوست کے لئے لکھا جائے جو انگلستان میں ہے، جس نے کبھی ہندوستان میں قدم نہیں رکھا، جو یہاں کے طرزِ عمل اور طرزِ رہائش سے بالکل نابلد ہے اور یہاں کے مکانات کے متعلق کچھ نہیں جانتا، ایسی حالت میں مضمون کی نوعیت، ترتیب اور اس کا مضمون

بالکل دوسری قسم کا ہوگا، اسی طرح اگر یہ مضمون کسی ایسے شخص کے لئے ہے جو مکان کو خریدنا چاہتا ہے تو یہ اوپر کے دونوں مضامین سے بالکل مختلف ہوگا، اس لئے نہایت ضروری ہے کہ یہ بات خواہ عبارت کے سلسلہ میں بیان کردی جائے یا اس کے طرز سے ظاہر ہو جائے کہ وہ کس کے لئے لکھا گیا ہے ورنہ مضمون بالکل بے معنی ہو جائے گا۔

۲۔ بحث کے متعلق پوری معلومات :۔

یہ دوسرا سوال پہلے سوال ہی کا نتیجہ ہے، ظاہر ہے کہ اگر کسی شخص سے کسی ایسے موضوع پر اظہار خیال کرنے کو کہا جائے جس کے متعلق مخاطبین یا قارئین اس سے زیادہ معلومات رکھتے ہوں تو یہ بالکل حماقت ہوگی، نیز بہت کم موضوع ایسے ہوں گے جن پر جماعت کے سب لڑکے کسی ایک شخص کے مقابلے میں زیادہ واقفیت رکھتے ہوں، اس لئے نہ تو کل جماعت کے لئے ایک مضمون رکھا جاسکتا ہے اور نہ ہر لڑکا کسی ایک مضمون پر کامیابی سے لکھ سکتا ہے، معمولی مواضیع پر قلم اٹھانے کے لئے بچوں کو ایک خیالی مخاطب فرض کرنا پڑتا ہے اور یہ بھی بچوں کے لئے ایک عجیب اور کافی مشکل بات ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ ایسے عام مواضیع پر کچھ لکھنا غیر معمولی اور بیگانے مواضیع پر اظہار خیال کرنے سے زیادہ دشوار معلوم ہوتا ہے، پھر ایسی پیش پا افتادہ چیزوں پر مضمون لکھنا بھی بجائے دلچسپ ہونے کے بچوں کے لئے ایک بار ہو جاتا ہے، البتہ

ایسے بہت سے موضوع ہیں جن پر کوئی ایک بچہ دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ جانتا ہے۔ ایک لڑکے نے سمندر کا سفر کیا ہے، ایک لڑکے نے پہاڑوں کی سیر کی ہے، ایک کلکتہ ہو آیا ہے، ایک کے گھر میں آگ لگ گئی تھی، ایک کو خرگوش پالنے کا شوق ہے، ایک تیرنا جانتا ہے، ایک نے کچھ بڑھئی کا کام سیکھا ہے، ایک ہارمونیم بجانا جانتا ہے، ایک نے تاش کے بہت سے کھیل سیکھے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ ایسے مواضیع کے متعلق بچوں سے تقریریں کرائی جاسکتی ہیں اور مضمون لکھائے جاسکتے ہیں اور ایسے مباحث پر خاص کر تقریر کرنا کل بچوں کی عام معلومات میں غیر معمولی اضافہ کرے گا اور بیحد مفید ہوگا۔

۳۔ خیال کا بجنسہ اظہار:۔

معاشرتی اظہار کا مقصد دوسروں کو ایک پیغام پہنچانا ہے مگر کم لوگ اس بات کو محسوس کرتے ہیں کہ اُن کے پیغام کس قدر مبہم ہیں اور اُن سے کیا کیا معنی لئے جاسکتے ہیں، لوگ عام طور پر یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ایک تحریر انکے لئے مبہم نہیں ہے تو وہ دوسروں کے لئے بھی صاف ہے، یہ بہت بڑی غلطی ہے، اس لئے اظہار خیال کی مشق کے ساتھ یہ بات بھی بتلانا ضروری ہے کہ کس قدر آسانی سے غلط فہمی ہوسکتی ہے اور اظہار خیال کیوں کر اس قدر صاف ہوسکتا ہے کہ وہ ایسی غلط فہمی کے امکان سے بالاتر ہوجائے مگر اس کے معنی یہ ہرگز نہ سمجھ لینا چاہئے کہ صفائی طول مقال کا نام ہے، الفاظ یا جملوں کی کثرت

سے مفہوم کا صاف ہو جانا ضروری نہیں بلکہ اس کا دار و مدار الفاظ کے صحیح انتخاب پر ہے جو اظہار خیال کی پوری صلاحیت رکھتے ہوں، نیز پورے طور پر اس کا اندازہ کر لینے اور جان لینے پر ہے کہ ہم کیا کہنا چاہتے ہیں۔

اس بات کے حاصل کرنے کے لئے بہترین قاعدوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مضمون بار بار لکھا جائے، جب کوئی شخص پہلی مرتبہ کوئی مضمون لکھتا ہے تو وہ پورے طور پر نہیں جانتا کہ وہ کیا کیا کہے گا یا اس کو کیا کیا کہنا ہے، جب دوبارہ لکھا جاتا ہے تب ہی آدمی کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کیا لکھنا چاہئے اور کیا نہیں اور اس کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں ہوتا کہ جو کچھ لکھا گیا ہے اس کو اس قابل بنا دیا جائے کہ وہ زیادہ بہتر طریقہ پر سمجھ میں آجائے، صفائی بیان کے لئے ایسی مشقیں زیادہ بہتر ہیں جن میں غلط فہمی کا امکان زیادہ ہے۔ لامحالہ بچے اپنے خیال کے بجنسہ اظہار کی غرض سے بہت احتیاط برتیں گے اور سوچ سمجھ کر الفاظ کا استعمال کرنے کے عادی بنیں گے۔ اس طرح کی مشقوں پر درجہ میں تبادلۂ خیال کرنا اور خود طلبہ سے تنقید و اصلاح کرانا بہت مفید ہے، مگر اس طرح کا بار بار لکھانا اسی وقت ممکن ہے جب لڑکوں میں ایک حد تک صحیح ذوق پیدا ہو چکا ہو چھوٹے بچوں کے لئے ایسی مشقیں بہت ہی غیر دلچسپ ہو جائیں گی۔

(ب) انفرادی اظہار

یہ ایسی قسم کا اظہار ہے جس کو بچہ خود اپنی دلچسپی اور اپنی خوشی و اطمینان کے لئے لکھتا ہے، یہاں وہ ایک ادبی کاریگر کی حیثیت اختیار کرتا ہے اور اس قابل بننے کی صلاحیت پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ وہ دوسرے مصنفین کی زیادہ اعلیٰ کاریگریوں کے متعلق رائے قائم کرسکے اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب وہ اپنی ادبی پست کوششوں کے سلسلہ میں اس نازک احساس کا ایک قلیل حصہ حاصل کرلیتا ہے جس کو وہ لوگ مکمل طور پر حاصل کرچکے ہیں، خاص کر اس قسم کے تحریری اظہار کے متعلق کچھ باتیں اندراج کے قابل ہیں:-

۱۔ ایسا کام ہرگز کوئی تعلیمی اہمیت نہیں رکھتا اگر اس کے ساتھ خود لکھنے والے کو اطمینان نہ محسوس ہو۔

۲۔ راقم کو سب سے زیادہ خوشی اس وقت ہوتی ہے جب ایسی تصانیف دوسروں تک پہونچائی جاتی ہیں اور مخاطبین کی پسندیدگی حاصل کرلیتی ہیں، پس یہ ضروری ہے کہ اس طرح کی تحریریں اسی قدر صرفی و نحوی و نیز فنی طور پر مکمل اور بے عیب بھی ہوں جس قدر معاشرتی اظہار کو ہونا چاہئے۔

۳۔ جب ہم اظہار خیال کرتے ہیں تو ہم اپنی انفرادیت کا اظہار کرتے ہیں اور افراد ہمیشہ ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں، پس یہ ممکن نہیں کہ

کل جماعت کے طلبہ ایک ہی موضوع پر قلم اٹھا کر مسرت واطمینان محسوس کر سکیں، بیشک موضوع کے انتخاب میں طلبہ کو جس قدر آزادی ہوگی اسی قدر ایسی ان کی انفرادیت کا اظہار ہوگا اور اتنی ہی ان کو مسرت بھی ہوگی، انفرادیت کی حوصلہ افزائی کی سب سے بہتر ترکیب یہ ہے کہ جس موضوع کو خود بچے متفقہ طور پر شوق کے ساتھ پیش کریں وہی رکھا جائے اور جو لڑکا عام موضوع کے علاوہ اپنی خاص پسند کے کسی موضوع پر لکھنا چاہے اس کو اس کی اجازت دی جائے۔ یہ بحث اس سے قبل زیادہ وضاحت کے ساتھ کی جا چکی ہے۔

۴۔ عام طور پر اس قسم کے مضامین کسی قدر طویل ہوتے ہیں، اسلئے بہتر یہ ہے کہ بچوں کو اس کی ہدایت کی جائے کہ وہ اسے حصوں میں تقسیم کرلیں اور حصہ بہ حصہ لکھیں اور نہایت ضروری ہے کہ ہر اصلاح شدہ حصہ دوبارہ لکھ کر نئے حصہ کے ساتھ پیش کیا جائے۔ صاف کئے ہوئے حصے ایک

دوسری کاپی میں ہونا چاہئے تاکہ مسودے علیحدہ رہیں اور اصلاح شدہ اور صاف شدہ حصے علیحدہ۔

۵۔ بعض بچے ایسے ہوتے ہیں جو ادبی ذوق سے قریب قریب محروم ہوتے ہیں، غالباً ان کے اظہار کا کوئی اور وسیلہ ہوگا، مصوری، موسیقی یا دستکاری، مگر ہم کو یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ اگر شروع میں کوئی بچہ مناسبت ظاہر نہیں کرتا تو وہ

اس سے محروم ہی ہے، البتہ کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو حقیقتاً کافی تجربہ کے بعد بھی بالکل نااہل ثابت ہوتے ہیں جن کو اپنے خیالات کے قلمی اظہار سے مطلق دلچسپی نہیں ہوتی ایسوں پر زبردستی کرنا بیکار ہے، اس سے کوئی نتیجہ نہیں، ممکن ہے کہ یہ استعداد بعد میں ترقی پذیر ہو جائے مگر فی الوقت تو اس سے بہتر کچھ نہیں کہ ان کے لئے سادے معاشرتی موضوع دیے جائیں۔

(ج) طلبہ کی انفرادی نگرانی

بالکل ابتدائی تعلیم کو چھوڑ کر مادری زبان کی کلی تعلیم زیادہ حد تک انفرادی مطالعہ پر منحصر ہونی چاہئے البتہ اس کا اساتذہ کے زیر نگرانی ہونا ضروری ہے، سب لڑکے ایک ہی کتاب کو نہیں پڑھنا چاہتے، اور نہ وہ ایک وقت میں ایک موضوع پر لکھنا چاہتے ہیں، اس معاملہ میں معمولی جماعتی اصول بڑی حد تک نہیں چلتے معلم کی اصلاح اور امداد کی صورت یہ ہوتی ہے کہ معمولی جماعتی کام جاری رہتا ہے اور استاد ایک ایک کر کے لڑکوں کو اپنے پاس بلاتا جاتا ہے اور بعض کی مشکلات مدرسہ کے اوقات کے بعد حل کرتا ہے۔

(د) مضمون نگاری کی اہمیت، اصول اور قاعدے

جب آدمی کو کوئی مضمون یا افسانہ لکھنا یا کسی اور قسم کی تحریری تصنیف

کرنا ہوتی ہے تو راقم اور اس کے اظہار کو تین مدارج سے گزرنا پڑتا ہے:-

۱۔ مواد ممکنہ کی فراہمی۔

۲۔ ترتیب یا مواد مجتمع میں ان نکات کا انتخاب جو اپنے لئے کارآمد ہوں۔

۳۔ اظہار یا مواد منتخبہ کی تشکیل۔

مگر اس سے یہ ہرگز نہ سمجھنا چاہئے کہ یہ تینوں ایسے عمل ہیں جو ایک دوسرے سے بالکل وابستہ نہیں، اس لئے کہ بعض اوقات تو بالکل یہی ہوتا ہے کہ جو چیز انسان کو لکھنا ہوتی ہے اُس کے لئے وہ مواد جمع کرتا ہے، خواہ اپنے دماغ سے خواہ انتخاب و اقتباس کے ذریعہ سے، جب مواد جمع ہو جاتا ہے تب اس کو مرتب کرنا شروع کرتا ہے یا اس میں انتخاب کر کرکے مختلف مواضیع کے تحت میں اس کو ترتیب دیتا ہے اور آخر میں اس مواد کا مناسب عبارت کے ذریعہ سے اظہار کرتا ہے یا مختلف موضوعوں اور عنوانوں کے تحت میں جو مواد انتخاب کر کے رکھا جاتا ہے اس کو ایک مسلسل مضمون کی شکل میں منتقل کرتا ہے، مگر اکثر اوقات اس کے خلاف بھی ہوتا ہے یعنی یہ تینوں کام ایک ساتھ واقع ہوتے چلے جاتے ہیں۔ آدمی سوچتا اور اقتباس بھی کرتا جاتا ہے، اس کو ترتیب بھی دیتا جاتا اور لکھتا یا اس کا اظہار بھی کرتا جاتا ہے۔ بہرصورت یہ تینوں عمل وقوع پذیر ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے مختلف بھی ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ ان تینوں عملوں کا دارومدار طبیعت کی موزونیت پر ہے، بعض وقت آدمی کی طبیعت اس قسم کا کوئی کام کرنا نہیں چاہتی بعض وقت ان میں سے کسی ایک کے لئے تیار ہوتی ہے اور بعض وقت اس قدر موزوں بھی ہوتی ہے کہ اس طرح کا کوئی کام ہو اس میں آدمی کو بیحد دلچسپی ہوتی ہے یہی نہیں بلکہ بعض اوقات آدمی کا جی ایک خاص موضوع پر لکھنا چاہتا ہے اور ایک خاص موضوع پر لکھنا بالکل نہیں چاہتا، اسی وجہ سے مغرب کے اکثر ماہرین تعلیمات مثل مسٹر فنچ (FINCH) یا مسٹر جارج سیمپسن GEORGE (SAMPSON) نے اس بات پر بہت زور دیا ہے کہ کل بچوں پر ایک وقت میں کسی ایک موضوع پر لکھنے کے لئے زور نہ ڈالنا چاہئے یا جماعت کے سب بچوں کو اس پر مجبور نہ کرنا چاہئے کہ وہ کچھ مقررہ سوالات ہی کریں، بلکہ وہ اس پر بھی زور دیتے ہیں کہ موضوع کا انتخاب بھی بچوں ہی سے کرانا چاہئے البتہ استاد کا مشورہ بھی اس میں شامل رہے۔

مضمون کا وقت مقررہ پر شروع اور ختم ہونا بھی اس لئے ممکن نہیں کہ اگر طبیعت موزوں نہیں ہے تو آدمی لکھ نہیں سکتا، اگر جبر کر کے لکھے تو وہ سخت ناقص بلکہ بالکل بیکار ہوگا نیز مضمون ہمیشہ ایسی چیز کے بارے میں ہونا چاہئے جس کے متعلق بچے پوری واقفیت اور تجربہ رکھتے ہوں ورنہ اس سے ان کو اس قدر مناسبت ہو کہ وہ مفروضہ باتیں لکھ سکیں، مسٹر جارج سیمپسن

نے یہ بھی لکھا ہے کہ طلبہ کو بجائے کسی موضوع کے سوالات دینا چاہئے اس لئے کہ اس میں یہ بات پورے طور پر واضح ہو جائے گی کہ معلم اُن سے کیا لکھوانا چاہتا ہے، اکثر یہ بات ایک یا دو لفظ کے موضوع سے صاف نہیں ہوتی۔

مواد کی فراہمی، انتخاب اور تشکیل کے سکھانے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ طلبہ سے بجائے تخلیقی کے پہلے بیانی مضامین لکھائے جائیں اس میں ان کو آسانی ہوگی اور وہ کم و بیش یکساں باتیں لکھیں گے مثلاً طلبہ سے کہا جائے کہ وہ "نادر شاہ کے حملے" پر مضمون لکھیں سب ہی تاریخی واقعات کو دُہرائیں گے، کچھ مشق کے بعد اس میں ذرا سا تخلیقی عنصر شامل کر کے یہ کہا جائے کہ فرض کرو کہ "تم بھی نادر شاہ کے سپاہیوں میں تھے، تم اپنے اپنے حالات لکھو" تو ہر لڑکا مختلف قسم کی باتیں لکھے گا، مگر پھر بھی یہ سب مضامین بہت کچھ یکساں ہوں گے، اس طرح کے مضامین پر مواد ترتیب اور طرزِ تحریر کے متعلق اپنی ہدایات کو آسانی سے قائم کیا جا سکتا ہے، نیز اس قسم کا تخئیلی عنصر مضمون کو بیحد دلچسپ بنا دے گا اور لڑکے اس کو بہت شوق سے لکھیں گے، گو اس کا نتیجہ یہ ضرور ہوگا کہ سب مضامین ایک ڈھرے پر نہ ہوں گے، اس لئے فنّی اصلاح اس قدر آسانی سے نہ دی جا سکے گی۔

گرایسی حالت میں جب خود مضمون نگاری کی تعلیم ہی مدرسہ کے لئے
ایک غیر ضروری چیز ہے، اس کی فنی تعلیم کیا اہمیت رکھتی ہے۔ مستند ماہرینِ تعلیمات
تو یہ بھی پسند نہیں کرتے کہ اس شعبہ کا نام بھی "مضمون نگاری" باقی رہے اور
میری رائے میں بھی بجائے "مضمون نگاری" کے "تصنیف" کا لفظ زیادہ موزوں
ہے، اس لئے کہ جو کام اس ضمن میں کئے جاتے ہیں وہ سب مضمون نگاری کے
تحت میں نہیں آتے بلکہ خود "مضمون نگاری" کو اس کی ایک شاخ کہنا چاہئے
وہ بھی ایسی شاخ جو اس قدر اہم نہیں جتنی سمجھی جاتی ہے، میرا یہ کہنا محترم
قارئین کو ممکن ہے کہ عجیب یا مہمل معلوم ہوتا ہو، اس لئے ضروری ہے کہ اس کی
کچھ وضاحت کر دی جائے، مگر اس سے پہلے میں چند سوال کرنا چاہتا ہوں۔

۱۔ کیا آپ کو ایسے بھی کوئی بچے ملے ہیں جن کو مضمون نگاری کا شوق ہو
اور وہ اس کے لئے خوشی سے تیار ہو جاتے یا اس کے خواہش مند ہوتے
ہوں۔؟

۲۔ کیا کبھی آپ نے دیکھا ہے کہ جس شوق کے ساتھ وہ ڈرائنگ میں
دلچسپی لیتے ہیں اسی طرح کبھی مضمون نگاری سے بھی دلچسپی لیتے ہیں۔؟

۳۔ جب آپ بچوں سے یہ کہتے ہیں کہ آج تم کو فلاں موضوع پر مضمون
لکھنا ہے تو کبھی وہ خوش بھی ہوتے ہیں۔؟

مجھ کو یقین ہے کہ آپ ان سوالات کا جواب اثبات میں نہ دے سکیں گے،

اچھا یہ غور کیجئے کہ آپ کی زبان میں کتنے بلند پایہ مضمون نگار موجود ہیں یا کتنے ایسے مضامین موجود ہیں جو عام طور پر مشہور ہو گئے ہوں اور حقیقی دلچسپی اور مستقل خوشی کا ذریعہ بنتے ہوں۔ ان باتوں پر اگر آپ ٹھنڈے دل سے غور کریں گے تو خود آپ بھی رائے قائم کریں گے کہ واقعی یہ کوشش کس قدر احمقانہ ہے کہ بچوں کی قوت تخلیق کو ایک تنگ اور غیر مستقل رخ پر لگایا جائے، پھر ایسی حالت میں جبکہ اس قسم کی مشق زندگی میں بھی کارآمد ثابت نہیں ہوتی۔

علاوہ اس کے میں نہایت ادب کے ساتھ یہ سوال کرتا ہوں کہ خود اساتذہ میں سے کتنے ہیں جو اس قسم کے مواضیع پر اچھے مضامین لکھنے کی قدرت رکھتے ہیں، اگر خود ان میں یہ استعداد نہیں تو پھر آخر ان کو کیا حق ہے کہ وہ ایک مشکل ترین کام جس میں دلچسپی نہ ہونے کے ساتھ بچوں کو غیر معمولی دقت بھی ہوتی ہے ان سے کرائیں، واقعی جب اساتذہ خود اس میں کامیاب نہیں ہو سکتے تو بیچارے لڑکوں سے کیا امید کی جاسکتی ہے۔

اس غلطی کی اصلی وجہ یہ ہے کہ ہم نے خود بھی اپنے دماغ میں بیانات و اندراجات اور تحقیقی و ایجادی تحریرات کے درمیان کوئی فرق نہیں قائم کیا ہے، ہم کو مضمون نگاری میں جس چیز کی تعلیم دینا چاہیئے وہ پہلی قسم کی تحریریں ہیں، مگر ہم عام طور پر جو چیز سکھاتے یا جس کی مشق کراتے ہیں وہ دوسری قسم کی تحریریں ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ پہلی کا تو سکھانا ممکن ہے مگر دوسری کا بالکل

ناممکن۔ میرا یہ ہرگز مقصد نہیں کہ ادبی تخلیق یا ایجاد کو مدرسہ
کے نصاب سے خارج کر دیا جائے، برخلاف اس کے میری
رائے میں اس کی پوری ترغیب دلائی جانا چاہیئے، مگر زیادہ
مفید راہوں میں تحریر کے سلسلے میں اگر ہم لفظی استعداد کی
ترقی کے لئے مشقیں دیں یا بیانی اور تفصیلی استعداد کے
اضافہ کے لئے تو یقیناً عقل کے مطابق ہے، مگر ہمارا بچوں سے
یہ مطالبہ کرنا کہ وہ ایک تخلیقی یا ایجادی مضمون یا مقالہ لکھیں بالکل
خلاف عقل ہے۔ اساتذہ کو یہ ہرگز نہ فرض کرلینا چاہیئے کہ محض اس وجہ
سے کہ ہر شخص اپنی روزمرہ گفتگو میں الفاظ استعمال کرتا ہے وہ الفاظ کے
ذریعہ سے تخلیقی کام بھی آسانی سے کر سکتا ہے۔ لکھنے کا فن بہت
مشکل ہے، بڑے بڑے اہل قلم عمر بھر کی مشق کے بعد بھی
بعض اوقات الفاظ کی تلاش میں پسینہ پسینہ ہو جایا کرتے ہیں،
ہم بچے کو ایک سادہ کاغذ دے کر اُس کو ہرگز یہ حکم
نہیں دے سکتے کہ وہ کوئی تخلیقی یا اختراعی مضمون لکھے،
البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ اُس پر کچھ اندراجات کردے،
تخلیق خود اس کی ذات سے تعلق رکھتی ہے ہم سے
نہیں۔ لیکن بیان، اندراج اور بازنگاری، جن کا تعلق

معمولی قسم کے فن تحریر سے ہے۔ ہم لکھوانے کا حق رکھتے ہیں۔

ہمارے طلبہ میں سے چند ہی ایسے ہوں گے جو ادبی مصور بننے کے قابل ہو سکیں، البتہ ان میں سے بہتوں کو تحریری بیانات دینے کی ضرورت پڑے گی پس ہمیں مضمون نگاری کے سلسلہ میں جو بات بچوں کو سکھانا چاہئے وہ یہ ہے کہ کس طرح مختصر، صاف، صحیح اور جامع بیان دیا جاتا ہے۔ اساتذہ کے لئے خاص کر یہ قید ہونا چاہئے کہ خواہ کسی مضمون سے ان کا تعلق کیوں نہ ہو وہ زبان میں ماہر اور اس کے پڑھانے کی پوری اہلیت رکھتے ہوں تاکہ یہ ابتدائی تعلیم جو بچوں کے لئے نہایت ضروری ہے اور دوسرے مضامین میں بھی اس کا کافی کام پڑتا ہے بہتر طریقہ پر ہو سکے اور ہر مضمون کی تعلیم کے ساتھ بیان اور اظہار کی تعلیم بھی صحیح طور پر دی جا سکے۔ اس کے متعلق بھی ہم گذشتہ صفحات میں تفصیل سے بحث کر چکے ہیں۔

طلبہ کو صاف طور پر یہ سمجھا دینا چاہئے کہ مضمون نگاری کی دو قسمیں ہیں تخلیقی اور غیر تخلیقی اور اُن سے صرف یہ امید کی جاتی ہے کہ وہ غیر تخلیقی اظہار کی استعداد حاصل کرنے کی کوشش کریں مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ اگر کسی لڑکے میں تخلیقی استعداد موجود ہے تو ہم اس کی حوصلہ افزائی

نہ کریں، یقیناً ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم ایسے طلبہ کو زیادہ اہمیت دیں اور اسکی کوشش کریں کہ وہ برابر ترقی کرتے جائیں، البتہ عام طور پر کوشش کرنا کہ ہر لڑکے میں یہ استعداد پیدا ہو جائے بہت بیجا اور "کوہ کندن و کاہ برآوردن" کے مصداق ہے:۔

ابتدائی مشق کے لئے تو بہتر یہ ہے کہ بچوں سے روزمرہ کے معمولی کاموں پر مضامین لکھائے جائیں جیسے "جوتا کیسے صاف کرنا چاہئے" "اس پر پالش کرنے کی کیا ترکیب ہے" یا "دسترخوان پر کھانا کیوں کر چنا جاتا ہے" وغیرہ، اس طرح کے موضوع لکھنے کی مشق کے لئے بیحد مفید ہیں۔ ہم ابتدا ہی سے اُن کو ادیب نہیں بنا سکتے، ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ وہ اپنے خیالات کو ٹھیک طریقہ سے ظاہر کر سکیں اور اُن میں عملی استعداد پیدا ہو، بہر ابتدا ہی سے ان سے خیالی مضامین لکھوانا قبل اس کے کہ وہ بیانی اور تفصیلی مضامین کے لکھنے کی مہارت حاصل کریں سخت نقصان رساں ہے۔ ابتدائی مشق کے بعد اس کی یقیناً کوشش کرنا چاہئے کہ بچوں کی قوتِ متخیلہ اور متصورہ ترقی کرلے مگر یہ بھی بیانی اور تفصیلی مشقوں کے ذریعہ سے نہ کہ خالص تخیلی مشقیں دیکر مثلاً اوپر کے موضوع اس طرح بھی دیے جا سکتے ہیں۔ "تمہارے جوتے میں کیچڑ بھر گئی ہے، ایسی ترکیب بتاؤ کہ وہ صاف بھی ہو جائے اور جوتے کی پالش بھی خراب نہ ہو" یا "پالش کرنے کا ایسا طریقہ لکھو کہ پورے

جوتے پر پالش بھی ہو جائے اور کم سے کم پالش خرچ ہو" یا "کھانا چننے کے کیا طریقے ہوسکتے ہیں اور ہر ایک سے کیا فائدے ہیں" اس طرح پر بھی معمولی مشقیں ایسی بنائی جاسکتی ہیں کہ ان میں کچھ تخئیلی عنصر بھی پیدا ہو جائے اور دلچسپ اور زیادہ مفید بھی بن جائیں۔ صرف تخئیلی مشقوں کا قبل از وقت زور دینا مفید نہ ہوگا اور اس سے ان کی ادبی استعداد ہرگز نہ بڑھے گی، زینہ بہ زینہ چڑھ کر چھت پر پہونچا جاسکتا ہے، ایک دم سے آخری زینے پر پیر نہیں رکھا جاسکتا مضمون نگاری کے سلسلہ میں بچوں کی فطری تخلیقی استعداد کو کام میں لانا اس قدر مفید، آسان اور دلچسپ نہیں جس قدر افسانہ نویسی یا تمثیل لکھنا سکھاتے ہیں۔

اب یہ ایک اہم سوال باقی رہ گیا کہ ہماری تصانیف اور مقالے کس حد تک زبان کے دقائق کی موشگافی کرتے اور اعلیٰ ادبی کارناموں کی صداقت کو بتاتے ہیں؟ کیا اُن کی بھی بالکل وہی حیثیت نہیں جو اُن کے مضامین کی ہے جن کو اسٹیونسن (STEVENSON) نے "امنگوں سے بھرے روز نامچوں" کے نام سے موسوم کیا ہے، جو اس کی رائے میں راقم کی حرکات و سکنات میں تصنع پیدا کر دیتے اور اس کو ایک افسوسناک مغالطے میں مبتلا کر دیتے ہیں اور راقم اوہام کا شکار ہو کر حقیقت سے بہت دور پڑ جاتا ہے، ہم اس کے لئے ہرگز تیار نہیں کہ ہمارے طلبا ابتدا ہی سے ایسے مغالطوں

کاشتکار بن کر اپنی زندگی کو خراب کرلیں۔ صداقت ایک اخلاقی خوبی ہے جس کا ہم کو بچوں سے ہمیشہ مطالبہ کرنا چاہئے اور فنی خوبیوں میں سب سے پہلے اور سب سے زیادہ جس چیز پر ہم کو زور دینا چاہئے وہ سلاست بیان اور صفائی زبان ہے، اختصار کے ساتھ خیالات کی حقیقی ترجمانی بھی وہ اہم خوبی ہے جس کی استعداد پیدا کرنا اساتذہ کا اولین فرض ہے اور مضمون نگاری کے ابتدائی دور میں اس کے آگے قدم بڑھانا بہت خطرناک ہے، ہم ابتدا میں بچوں کو صفائی اور سلاست کے ساتھ لکھنا سکھا سکتے ہیں، ہم ان کو دل فریب اور خوبصورت انداز سے لکھنا نہیں سکھا سکتے، البتہ یہ کرسکتے ہیں کہ محاسن تحریر سے اُن کو آگاہ کردیں اور رفتہ رفتہ ترقی کے زینہ پر ان کو آگے بڑھائیں، مگر اس قسم کے کوئی اندیشے افسانہ نگاری یا دوسری اقسام کے تخلیقی اظہار میں نہیں ہیں، اُن میں بلا کسی خطرے کے اور زیادہ کامیابی کے ساتھ اس استعداد سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

(۱۳) افسانہ نگاری

افسانہ نگاری ایک ایسا فن ہے جس کی تعلیم کے ذریعہ سے ہم انسان میں یہ استعداد پیدا کرسکتے ہیں کہ وہ زندگی اور زندگی کے گوناگوں مشاغل کی، دنیا اور دنیا کے مختلف الطبیعت افراد کے عمل کی نفسیاتی

تحلیل کر سکے، خواہ اس کو علم النفس کی ہوا بھی نہ لگی ہو۔ واقعات و معاملات اور افراد کی آپس کی معاملت ایک افسانہ نگار کی نظر میں ایک خاص اہمیت رکھتے ہیں اور ہماری زندگی کی معمولی معمولی باتیں جو بادی النظر میں توجہ کی مستحق نہیں ہوتیں یا فوری اور وقتی طور پر ہمارے دل پر اثر کرتی ہیں، بعض اوقات ایک افسانہ نگار کے لئے غیر معمولی طور پر اہم ثابت ہوتی ہیں، جن کے ذریعہ سے وہ ایک ادبی شاہ کار تیار کر لیتا ہے اور جن کی مدد سے وہ ہماری زندگی، ہماری ذہنیت اور ہماری طبیعت کے وہ غیر محسوس پہلو ہماری آنکھوں کے سامنے لے آتا ہے جو ہم دیکھتے تھے مگر سمجھ نہ سکتے تھے۔

درحقیقت افسانہ نگار ایک ایسا شاعر ہوتا ہے جو مبصر بھی ہو اور فلسفی بھی مگر وہ دنیا ہی میں رہتا اور دنیا ہی سے کام رکھتا ہے، اس کو مابعد الطبیعت سے کم واسطہ ہوتا ہے، وہ ہمیشہ ممکنات سے بحث کرتا ہے اور ناممکنات سے کوئی تعلق نہیں رکھتا، وہ ایک ایسا عاشق ہے جس کے لئے کسی خاص شخص، کسی خاص صورت بلکہ اچھی بری کسی چیز کی تخصیص نہیں، مطلق انسان اس کا محبوب ہے، اس کے لئے کالے، گورے، خوبصورت، بدصورت، اچھے، برے، امیر، غریب، چھوٹے، بڑے، سب یکساں حیثیت رکھتے ہیں، وہ انسان کو ہر رنگ میں دیکھنا چاہتا ہے اور اس کی ہر حالت کو پسند کرتا ہے۔

افسانہ کا تعلق دنیا سے ہے جس میں دن رات ہم زندگی بسر کرتے ہیں اور ایسے ہی واقعات وواردات سے ہے جو ہر وقت ہمارے گرد و پیش رونما ہوا کرتے ہیں اور جن میں اکثر ہم خود بھی عملی طور پر حصہ لیتے ہیں، اس وجہ سے انسان کے لئے اس سے آسان تر کوئی تصنیف نہیں ہو سکتی، البتہ اس صنعت میں ترقی کرنے کا دار و مدار ہماری فطری صلاحیت اور تعلیم پر ہے۔ جتنا ہم میں غور و خوض کا مادہ ہوگا جس قدر بہتر طور پر ہم واقعات وواردات کی تحلیل اور ان کے اسباب و علل کی دریافت کر سکیں گے اور جس قدر ان سے صحیح نتیجے اخذ کر سکیں گے، ہماری قوت تخیل میں محذوفات کے پورا کرنے اور مفید اضافے کرنے کی جتنی زیادہ استعداد ہوگی اتنے ہی بہتر افسانہ نگار ہم ہو سکتے ہیں۔ تاہم چونکہ کم و بیش سب طرح کی استعدادیں قدرتی طور پر ہر انسان میں موجود ہوتی ہیں اس لئے ضرورت یہ ہے کہ مشق کے ذریعہ ان پر جلا کر دی جائے اور ان کو ترقی دے دی جائے معلم کا صرف یہی کام ہے اور تعلیم کا صرف یہی مقصد جن میں معمولی استعداد ہوگی وہ اتنا ضرور سیکھ لیں گے کہ معمولی واقعات کو اچھے طریقہ سے کیونکر بیان کرنا چاہئے اور غیر معمولی صلاحیت رکھنے والے اچھے افسانہ نگار بن جائیں گے۔

مذکورۂ بالا وجوہ کی بنا پر مدرسہ کی اظہار کی تعلیم میں افسانہ نگاری سب سے زیادہ دلچسپ اور مفید کام ہے اور یہی وہ واحد ذریعہ ہے جس سے

تخئیلی اور تخلیقی اظہار کا کام سکھانا مناسب ہے، بچوں کو ابتدا ہی سے قصے اور کہانیوں سے غیر معمولی دلچسپی ہوتی ہے، اگر اسی دلچسپی سے فائدہ اٹھایا جائے اور ان میں یہ استعداد پیدا کی جائے کہ وہ خود افسانے تصنیف کرنے لگیں تو ان کی تخئیلی و تخلیقی استعداد کی مشق کے لئے ایک ایسا میدان تیار ہو جائے گا، جہاں کسی قسم کا خطرہ نہیں اور جہاں وسعت بھی بیحد ہے مضمون نگاری میں جہاں تخئیلی و تخلیقی مشقیں ہوتی ہیں اُن میں زیادہ تر انسان فرضی باتوں کو اپنی طرف سے پیش کرتا ہے، یہ فرضی باتیں ایک حد سے گذرنے کے بعد اپنی طرف سے ایسا مغالطہ پیدا کر سکتی ہیں جو دنیا کی تلخ حقیقتوں کے نظر انداز کر دینے کا سبب بن جائے، مگر افسانہ نگاری میں وہ تمام مفروضہ باتیں صاف طریقے پر دوسروں سے متعلق ہوتی ہیں اور خاص کر اس وجہ سے کوئی غیر معمولی حیثیت اختیار نہیں کرتیں اور نفسیاتی نقصان نہیں پہونچاتیں کہ دنیا میں اعلیٰ سے اعلیٰ حیثیت کے لوگ موجود ہیں جو غیر معمولی ثروت اور فراغت، غیر معمولی آسانیاں اور خصوصیتیں رکھتے ہیں اور ہم ان کی امتیازی حالت کا دن رات مشاہدہ کرتے ہیں مگر اس کا کوئی بُرا اثر ہماری ذات پر نہیں پڑتا اور ہم اپنی صحیح حالت کو ہرگز بھولتے نہیں، اپنے آپ کو ان کے جامے میں ہرگز تصور نہیں کرنے لگتے، البتہ ایسی مثالیں ہماری خواہشات اور

حوصلوں کو ضرور بڑھا دیتی ہیں اور ہمارے مطمح نظر کو یقیناً وسیع اور بلند کر دیتی ہیں، بالکل یہی صورت افسانے میں بھی پیش آتی ہے، یعنی عام طور پر جو باتیں ہم کو پسند ہیں، جو تمنائیں ہمارے دل میں ہیں، جو جذبات ہم کو بے چین رکھتے ہیں، وہ سب شعوری یا غیر شعوری طور پر کسی نہ کسی شکل میں ہمارے افسانوں میں ظاہر ہوتے ہیں۔ خاص کر وہ خواہشات وجذبات جو پورے نہیں ہوئے ہیں اور ہمارے دل کو بے چین رکھتے ہیں وہ ہمارے لکھے ہوئے افسانوں میں ضرور پورے ہوتے ہیں اور اس طرح ہم کو ایک خیالی سکون بخشتے ہیں، اسی بنا پر لوگوں نے بڑے بڑے افسانہ نگاروں مثل شیکسپیر وغیرہ کے کردار کا اُن کے مرنے کے بہت بعد صحیح اندازہ لگا لیا، یہی صورت ایک شاعر کے کلام میں بھی واقع ہوتی ہے، مگر یہاں ہم کو شعراء سے بحث نہیں، ہمارے افسانوں کے خاص افراد اور اداکار وہی خوبیاں رکھتے ہیں جو ہم کو سب سے زیادہ پسند ہیں، اُن کے خواہشات وجذبات وہی ہوتے ہیں جو ہمارے ہیں مگر فرق یہ ہوتا ہے کہ ان کے خواہشات وجذبات تکمیل اور کامیابی سے ہم آغوش ہوتے ہیں اور ہم اس سے محروم، البتہ ان کی کامیابی چند لمحات کے لئے ہمارے سکونِ دل کا باعث ضرور ہو جاتی ہے اس سے زیادہ نہیں، افسانہ دوسروں سے تعلق رکھتا ہے جس کے افراد بھی دنیا کے دوسرے لوگوں

کسی طرح سے ہماری فیات اور شخصیت سے علیحدہ ہوتے ہیں یہی وجہ ہے کہ افسانہ گو تخیلی اور تخلیقی تصنیف ہے مگر اس کی تعلیم بچوں کے لئے مضر نہیں ہوتی، خواہ وہ بالکل ابتدائی جماعتوں ہی سے کیوں نہ شروع کی جائے۔

بچوں کے لئے باقاعدہ اظہار کا غالباً سب سے آسان ذریعۂ تعلیم کہانی یا چھوٹے چھوٹے قصے بیان کرانا ہے۔ ابتدا میں تو جو قصے وہ بیان کریں گے وہ درجہ یا گھر میں بیان کئے ہوئے قصوں کی بازگوئی ہوگی مگر بہت جلد وہ اس قابل ہوسکتے ہیں کہ خود اپنے دل سے بنا کر کوئی قصہ بیان کردیں۔ اس کے اعادے کو ایک سادے بیان کی صورت میں لکھایا بھی جاسکتا ہے۔ صرف بازگوئی یا بازنگاری کی مشق کرانے سے بچوں میں خود اعتمادی اور اپنی شخصیت کی اہمیت کا احساس نہیں پیدا ہوتا۔ سنے ہوئے یا پڑھے ہوئے قصے کی بازگوئی یا بازنگاری یقیناً ابتدا میں بہت مفید ہے مگر اس کی کوشش کرنا چاہئے کہ جہاں تک ہوسکے بچے اپنی زبان میں بیان کریں۔ نیز یہ مشق زیادہ عرصہ تک جاری نہ رہے اور نہ اس کو صرف قصوں کہانیوں تک محدود رہنا چاہئے۔ سب سے زیادہ مفید قسم کی بازگوئی یا بازنگاری یہ ہوگی کہ بچے اپنی زبان میں اس نئی معلومات کو بیان کریں یا لکھیں جو انھوں نے کسی کتاب میں پڑھ کر حاصل کی ہے۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے ہم کو چھوٹی چھوٹی کہانیوں اور روزمرہ کے معمولی واقعات کے بیان سے ابتدا کرنا چاہئے اور بچوں سے خود انھیں کی زبان میں بازگوئی کرانا چاہئے۔ یقیناً پھر بھی ان کے الفاظ بہت کم ہوں گے وہ زیادہ تر سُنے ہوئے یا پڑھے ہوئے الفاظ کو بجنسہ ادا کردینگے اور یہ بات اس وقت تک ختم نہیں ہوسکتی جب تک ہم اس بازگوئی کو جاری رکھیں گے اور ان سے اس کا مطالبہ نہیں کریں گے کہ وہ خود کوئی قصہ تصنیف کرکے سنائیں۔ یہ کام دیکھنے میں جتنا مشکل معلوم ہوتا ہے حقیقتاً اتنا مشکل نہیں ہے۔ جانوروں کے قصے نہایت مناسب ذریعہ بن سکتے ہیں، مگر ہم کو ایسے قصے منتخب کرنا چاہئے جن میں کوئی ایسا خاص نکتہ ہو جو بچوں کی سمجھ میں فوراً آجائے، اسی وجہ سے جانوروں کی کہانیاں ابتدا میں مفید ثابت ہوتی ہیں، ان مختصر کہانیوں سے ترقی کرکے ہم بڑے قصوں تک پہونچ سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر "لومڑی اور کوے کا قصہ" لے کر ہم دیکھتے ہیں کہ اس سے کہاں تک فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ فرض کیجئے کہ ہم نے پہلے قصہ بچوں کو سنادیا یا خود انھوں نے کتاب میں پڑھ لیا، اس کے بعد اُن سے اس کی بازگوئی کرائی جائے پہلے زبانی اور پھر تحریری اظہار کی صورت میں۔ ایک حد تک وہ اس کو کامیابی سے انجام دیں گے مگر اس میں ہمارے یا کتاب کے الفاظ اچھے زیادہ ہوں گے۔ ہم جانتے ہیں کہ بچے

اس قصے کو اپنے طور پر اپنی ہی زبان میں بیان کریں۔ اس کی ترکیب یہ ہے کہ بچوں سے کہا جائے کہ "وہ قصے کو اس طرح بیان کریں جیسے لومڑی بیان کرے گی" اور ایک دو بچوں سے یکے بعد دیگرے زبانی بیان کرایا جائے، اس کے بعد کل درجے سے رائے لی جائے کہ "لومڑی نے کس انداز سے قصہ بیان کیا؟" اس نے کچھ چھوڑ تو نہیں دیا؟ کیا اس نے بالکل سچ سچ بیان کیا؟ بھلا لومڑی کا ایسا چالاک جانور کبھی سچ بیان کرسکتا ہے؟ کیا اس نے اپنے بیان میں یہ کوشش نہ کی ہوگی کہ اپنے فعل کو حق بجانب بتلائے اور کوّے کو ذمہ دار قرار دے؟ وغیرہ" اس قسم کی گفتگو کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بچوں میں ایک مستقل مباحثہ بلکہ جھگڑا شروع ہو جائے گا۔ آپ کہیں گے کہ یہ تضیع اوقات ہے۔ ہرگز نہیں، یہ سب بہتر قسم کی تقریری مشق ہوگی۔ بچے صرف اپنے طور پر خیالات کا اظہار ہی نہیں کریں گے بلکہ وہ تقریری اظہار کی ایک اہم ترین قسم یعنی مباحثے کے ابتدائی مراحل طے کرتے ہوں گے۔

اس کام کو ایک قدم اور آگے بڑھا دیجیے، اس طرح کہ بچوں سے کہیے کہ "وہ قصہ ایسے طریقے سے بیان کریں جیسے کوّا کرے گا" اس کے بعد فرض کیجیے کہ تمام واقعہ کسی اور جانور نے جو قریب ہی موجود تھا دیکھا، اب کسی بچے سے کہیے کہ وہ اس جانور کی طرف سے کل قصے کو بیان کرے کہ اس نے

کیا دیکھا، ظاہر ہے کہ ایک ایسے جانور کا بیان اصلی کہانی سے بالکل ملتا جلتا ہوگا، اب اس گواہ کے سامنے لومڑی اور کوّے کو اپنے اپنے مقدمے کی پیروی کرنے دیجئے اور بحث کرائیے، گواہ کو بھی اختیار دیجئے کہ وہ جو سوال کرنا چاہتا ہے، اور جماعت کے باقی لڑکے اس بات کا فیصلہ کریں کہ کون اپنے کو بے گناہ ثابت کرنے میں کامیاب ہوتا ہے۔

ان مراحل سے گزرنے کے بعد جب ہم تحریری کام پر آئیں گے تو ہم کو کم سے کم آٹھ مختلف عنوان اسی ایک کہانی پر مل جائیں گے جن کو ہم جماعت پر تقسیم کر سکتے ہیں مگر زیادہ بہتر یہ ہے کہ خود بچوں کو اختیار دیا جائے کہ وہ ان میں سے جو پسند کریں اپنے لکھنے کے لئے لے لیں:۔

۱۔ اصل کہانی کا بیان خود بچے کی زبان سے۔

۲۔ قصہ کا بیان لومڑی کے منہ سے۔

۳۔ قصہ کا بیان کوّے کے منہ سے۔

۴۔ قصہ کا بیان گواہ کے منہ سے۔

۵۔ مقدمے کی پیشی کا حال جماعت کے سامنے۔

۶۔ کوّے نے لومڑی کے متعلق کیا رائے قائم کی اور کن واقعات کی بنا پر۔

۷۔ لومڑی نے کوّے کے متعلق کیا رائے قائم کی اور کن واقعات کو

پیش نظر رکھتے ہوئے۔

۸۔ گواہ نے دونوں کے متعلق کیا رائے قائم کی اور کن واقعات کی بنا پر۔

بہت سی مشہور کہانیاں اسی طرح کام میں لائی جا سکتی ہیں اور ہر ایک میں مختلف لڑکوں کو قصے کے افراد کی طرف سے گفتگو کرنے کا موقع دے کر کل جماعت کو تقریر اور مباحثے کی مشق بھی کرائی جا سکتی ہے اور کامیابی کا بہت بڑا راز یہ ہے کہ بچوں میں یہ صلاحیت پیدا کرا دی جائے کہ وہ کہانیوں کے واقعات یا ان کے افراد کے کردار کے متعلق اپنا ایک ذاتی نظریہ قائم کر سکیں۔

یہیں تک محدود نہیں، بلکہ اسی سلسلہ میں ہم ایک دو قدم اور بھی آگے بڑھ سکتے ہیں، اس طرح کہ پہلے کہانی کو اچھے طریقہ اور عمدہ پیرائے میں بیان کیا جائے اور اس کے بعد پھر ایک برے پیرائے میں اور بچوں سے دونوں بیانات کا فرق معلوم کرایا جائے، ایک دو مثالیں اس بات کو صاف طریقہ پر بچوں کے ذہن نشین کر دیں گی کہ ہر قصے کے واقعات کو بیان کرنے کے لئے ایک مخصوص ترتیب ہے اور ان کو اسی ترتیب میں مرتب کرنا چاہیئے، نیز یہ کہ جب تک واقعات کو اسی ترتیب سے نہیں بیان کیا جائے گا قصہ دلچسپ نہ ہوگا، بلکہ بعض اوقات تو

اس میں ایسی بدنظمی اور بے تکا پن پیدا ہو جائے گا کہ اس کا سمجھنا بھی بالکل ناممکن ہو جائے گا۔

اس بات کے سمجھانے کے لئے ذیل میں ہم ایک قصے کو محض حدود کی شکل میں غلط اور غیر منطقیانہ ترتیب کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔

ا۔جمیل ڈوب گیا اس لئے کہ اس کی کشتی میں ایک ناقص تختہ لگا ہوا تھا۔

۲۔ایک روز جب وہ کشتی بنا رہا تھا اس نے اس میں ایک کمزور تختہ لگا دیا تھا۔

۳۔جمیل کا باپ خود کشتی ساز تھا۔

۴۔وہ جانتا تھا کہ یہ غلطی ہے اور تختہ جلد سڑ جائے گا مگر اس وقت اس پر کچھ کاہلی سوار تھی۔

۵۔اس نے بہتر تختہ تلاش کرنے کی زحمت گوارا نہ کی۔

۶۔کشتی دریا میں ڈوب گئی اور اس کا لڑکا اس پر سوار تھا۔

بچے غالباً اس میں اچھی خاصی دلچسپی لیں گے اور قصے کو غور سے سنیں گے مگر آپ دیکھیں گے کہ دفعتاً ان کی دلچسپی اس وقت اور زیادہ بڑھ جائے گی جب ان سے سوال کیا جائے گا کہ یہ قصہ کس طرح بیان کرنا چاہئے تھا، بلکہ خود ان کو اس بات کا اندازہ ہو جائے گا کہ اگر قصے کو ٹھیک طریقہ

سے بیان کیا جاتا تو پہلی بات کو آخر میں آنا چاہئے تھا اور جملوں کی تھوڑی سی مدد سے بچے خود قصے کو تقریباً مندرجہ ذیل حدود میں ترتیب کر دیں گے۔

۱۔ خلیل ایک کشتی ساز تھا۔

۲۔ ایک روز وہ ایک کشتی بنا رہا تھا اس نے دیکھا کہ ایک تختہ جس کو وہ کشتی میں لگانے والا ہے اچھا نہیں ہے۔

۳۔ اس پر اس وقت کچھ کاہلی سوار تھی اس لئے اس نے اس کی پروا نہ کی اور اٹھ کر دوسرا تختہ تلاش نہ کیا۔

۴۔ اس نے یہ سوچ کر ناقص تختہ کشتی میں لگا دیا کہ کسی کی نظر اس خراب تختہ تک نہیں پہونچے گی۔

۵۔ کشتی بن کر تیار ہوگئی اور دریا میں ڈالی گئی۔

۶۔ لوگ اس پر بیٹھے۔

۷۔ اتفاقاً طوفان آگیا اور ناقص تختہ ٹوٹ گیا، کشتی مع ان تمام آدمیوں کے جو اس پر سوار تھے دریا میں ڈوب گئی۔

۸۔ خلیل کا بیٹا جمیل بھی بدقسمتی سے اس کشتی پر بیٹھا تھا جو خود اپنے باپ کی لاپروائی اور ناعاقبت اندیشی سے ڈوب گیا۔

اس قدر استعداد پیدا ہو جانے کے بعد بچے اس قابل ہو جاتے ہیں کہ حدود کی مدد سے چھوٹے چھوٹے قصے کہانیاں ان سے لکھوانا شروع

کردی جائیں، اوپر بھی بچوں کی تدریجی ترقی کے متعلق ہم تحریری اظہار کی عام بحث کے سلسلہ میں حدود کے کافی نمونوں کے ساتھ، وضاحت سے لکھ چکے ہیں، اس لئے یہاں پر زیادہ تفصیل بے کار معلوم ہوتی ہے، مختصر طور پر یوں سمجھنا چاہئے کہ ابتدا میں تو کہانیوں کے حدود ایسے ہی مفصل ہوں گے جیسے خلیل اور جمیل کے قصے کے مندرجہ بالا حدود، جو دراصل برائے نام ہیں، قصہ پورا کا پورا بیان کر دیا گیا ہے، مگر کچھ مشق کے بعد یہی حدود مندرجہ ذیل تدریجی صورتیں اختیار کر لیں گے :-

۱۔ خلیل ایک کشتی ساز تھا۔

۲۔ اس نے کاہلی کی وجہ سے ایک کشتی میں ایک ناقص تختہ لگا دیا۔

۳۔ طوفان آیا اور کشتی ڈوب گئی۔

۴۔ اس کا لڑکا جمیل بھی ڈوب گیا۔

کسی قدر مشق ہو جانے کے بعد پھر یہی قصہ ذیل کے حدود میں دیا جائے گا۔

۱۔ ایک کاہل کشتی ساز نے ایک کشتی میں ناقص تختہ لگا دیا۔

۲۔ کشتی ٹوٹ کر ڈوب گئی اور اس کا بیٹا بھی ڈوب گیا۔

اسی طرح یہ قصہ صرف ذیل کے اشارے کی مدد سے بھی لکھایا جا سکتا ہے

"ایک کشتی ساز کی ذرا سی کاہلی کی وجہ سے اس کا بیٹا ڈوب گیا۔"

مگر یہ اشارہ اس قدر مبہم ہے کہ اس کی مدد سے جو قصے لکھے جائیں گے وہ

ایک دوسرے سے بہت مختلف ہو سکتے ہیں اور ابتدا میں ایسے اشارون سے نقصان یہ ہے کہ بچے بہت چھوٹی چھوٹی کہانیاں لکھیں گے جو بعض اوقات دلچسپی سے خالی ہوں گی، نیز مختصر ہونے کی وجہ سے ان کو زیادہ کاوش بھی نہ کرنا پڑے گی اور تخیلی و تخلیقی مشق کافی نہ ہوگی، اس کے علاوہ ہمارا مقصد صرف یہی نہیں ہے کہ بچے کم حدود کی مدد سے پورا قصہ لکھ لیں بلکہ وہ رفتہ رفتہ بڑے قصے بھی لکھ سکیں، مگر یہ بات اوپر دیے ہوئے اشاروں کے ذریعہ سے ممکن نہیں، یہ تو صرف اس طرح ممکن ہے کہ حدود کے تدریجی اختصار کے ساتھ قصے طویل ہوتے جائیں اور طوالت کی تدریجی رفتار اختصار کی تدریجی رفتار سے زیادہ ہو یعنی اگر کسی جماعت میں مندرجہ بالا حدود کی اقسام میں سے کوئی ایک کامیابی سے استعمال کرائی گئی ہے تو سال بھر برابر اسی کی مشق کرائی جائے البتہ جیسے جیسے مہارت ہوتی جائے قصے زیادہ طویل ہوتے جائیں۔ اس طرح پر عمل کرنے سے فائدہ یہ ہوگا کہ جس جماعت میں آخری اشارے کی قسم کے حدود دیئے جائیں گے اس جماعت کے طلبا اسی اشارے کی مدد سے ایک طویل افسانہ لکھنے کے قابل ہو جائیں گے اس تدریجی ترقی کے سلسلہ میں طلبہ کو اس کی مشق بھی کرانا چاہئے کہ حدود کی واقعی تفصیلات پہلے وہ سوچ کر لکھیں۔ اس کے بعد افسانہ شروع کریں، اختصار کی ابتدا میں تو بغیر اس کے کام ہی نہ چلے گا اور غالباً واقعی تفصیلات

ہی کے مہیا کرنے میں معلم کو کافی مدد کرنا ہو گی جس سے ایک حد تک شروع میں تو دریغ نہ کرنا چاہئے مگر جس قدر جلد ممکن ہو اس دروازے کو بند ہی کر دینا چاہئے تاکہ طلبہ میں یہ بری عادت ترقی نہ کرنے پائے۔ اور وہ خود اپنے دماغ پر زور دے کر تفصیلات مہیا کریں۔

حدود یا خاکے کی تفصیلات بہم پہونچانے کی بہترین ترکیب یہ ہے کہ اس کے ہر ہر نکتے یا اشارے پر سوالات قائم کئے جائیں اور اپنی طرف سے دلچسپ و برمحل اضافے کئے جائیں۔ جس قدر زیادہ سوالات قائم ہو سکیں گے اور جتنے اضافے ممکن ہوں گے اسی قدر افسانہ طویل ہوتا جائے گا، مگر اس سلسلہ میں یہ خیال رکھنا اشد ضروری ہے کہ کون سے سوالات والحاقات افسانہ کے لئے ضروری اور دلچسپ ہیں اور کون غیر ضروری اور غیر دلچسپ، ضروری اور دلچسپ اختیار کرنا چاہئے اور غیر ضروری وغیر دلچسپ سے قطع نظر کرنا چاہئے۔ ذیل میں ہم اوپر دیئے ہوئے "خلیل و جمیل کے قصے" کے خاکے کو لے کر مثال کے طور پر اس کے اشارات پر سوالات قائم کرتے ہیں:۔

ا۔ خلیل ایک کشتی ساز تھا۔

سوالات:۔

(الف) کہاں تھا؟

(ب) کس زمانے میں تھا؟

(ج) کس قوم یا مذہب سے تعلق رکھتا تھا؟

(د) وہ کشتیاں ہی بناتا تھا یا ملاح بھی تھا؟

(ہ) کیا وہ کشتیاں بناکر بیچتا اور کشتی کی تجارت کرتا تھا؟

۲۔ ایک روز وہ ایک کشتی بنا رہا تھا، اس نے دیکھا کہ ایک تختہ جس کو وہ کشتی میں لگا رہا ہے، اچھا نہیں ہے۔

سوالات:۔

(الف) کس کے لئے کشتی بنا رہا تھا؟

(ب) نئی کشتی بناتا تھا یا پرانی کی مرمت کر رہا تھا؟

(ج) اپنے لئے بناتا تھا یا کسی اور کے لئے؟

(د) تختے میں کیا خرابی تھی؟

۳۔ اس پر اس وقت کچھ کاہلی سوار تھی اس لئے اس نے اس کی پروا نہ کی اور اٹھ کر دوسرا تختہ تلاش نہ کیا۔

سوالات:۔

(الف) کاہلی کا کیا سبب تھا۔ کیا وہ بالطبع کاہل تھا یا اس وقت کاہلی کرنے کی کوئی خاص وجہ تھی؟

(ب) کیا اس کے یہاں بہت سی لکڑی یا بہت سے تختے ڈھیر تھے؟

(ج) کیا اس ڈھیر میں تلاش کرنا بہت مشکل تھا یا کوئی اور وجہ تھی؟

(د) کیا وہ بہت لا پروا آدمی تھا؟

(ہ) کیا کشتی بیچنے کے لئے بنائی تھی جو اس قدر لاپروائی کی؟

۴۔ اس نے یہ سوچ کر ناقص تختہ کشتی میں لگا دیا کہ کسی کی نظر اس خراب تختہ تک نہیں پہونچے گی۔

سوالات:۔

(الف) نظر پہونچنے یا دوسروں کے دیکھنے کا سوال تو بکری کی چیز میں ہوتا ہے، کیا کشتی بیچنے کے لئے تھی؟

(ب) اگر ایسا تھا تو اس کے لڑکے نے اس کو کیوں استعمال کیا؟

۵۔ کشتی بن کر تیار ہوگئی اور دریا میں ڈالی گئی۔

سوالات:۔

(الف) اگر بکری کی چیز تھی تو فوراً دریا میں ڈال کیوں دی گئی؟

(ب) کیا کسی اشد ضرورت یا مجبوری کی وجہ سے اس کشتی کو استعمال کیا گیا؟

۶۔ لوگ اس پر بیٹھے۔

سوالات:۔

(الف) کون لوگ؟

(ب) وہ کہاں جاتے تھے اور کیوں بیٹھے؟

(ج) کیا بہت زیادہ تعداد میں لوگ تھے؟

۷۔ اتفاقاً طوفان آگیا اور ناقص تختہ ٹوٹ گیا، کشتی مع اُن تمام آدمیوں کے جو اس پر سوار تھے دریا میں ڈوب گئی۔

سوالات:-

(الف) دریا میں تو طوفان آتا نہیں، کیا دفعتہً سیلاب آگیا یا وہ دریا ہی سیلابی تھا؟

(ب) کیا برسات کا زمانہ تھا؟

(ج) کیا لوگوں میں کوئی تیرنے والا نہ تھا؟

(د) کیا کوئی مدد بھی نہ پہونچ سکی؟

(ہ) لوگ کیسے اور کیوں کر ڈوبے؟

(و) کشتی ٹوٹنے کا کیا کوئی اور خاص سبب بھی تھا؟

۸۔ خلیل کا بیٹا جمیل بھی بدقسمتی سے اسی کشتی پر بیٹھا تھا جو خود اپنے باپ کی لاپروائی اور ناعاقبت اندیشی سے ڈوب گیا۔

سوالات:-

(الف) کیا جمیل تیرنا نہ جانتا تھا؟

(ب) کیا وہ ملاح نہ تھا؟

(ج) کیا ملاح ہو کر بھی تیرنا نہ جانتا تھا؟

(د) کیا ملاح ہونے اور تیرنا جاننے کے باوجود کسی خاص وجہ سے وہ ڈوب گیا؟

(ہ) جمیل کے ڈوبنے کا اثر اس کے باپ پر کیا پڑا؟

(و) اس نے اپنی کاہلی کی عادت چھوڑی یا نہیں؟

مندرجۂ بالا سوالات کی مدد سے قصے کو کافی طول دیا جاسکتا ہے اور اسی طرح مفید و دلچسپ اضافے بھی ہوسکتے ہیں، مگر یہ طریقہ ابتدائی جماعتوں میں اختیار کرنا چاہئے، اوپر کے درجوں میں نہ صرف یہ کہ حدود مختصر ہوتے جائیں گے بلکہ اس حد تک بھی ہوسکتا ہے کہ کافی مشق کی وجہ سے ترتیب کا ایسا صحیح ملکہ پیدا ہو جائے کہ بلا خاکہ بنائے اور اس کے ہر نکتے پر سوالات قائم کئے بھی تمام نکتے صحیح ترتیب ضروری سوالات اور دلچسپ اضافوں کے ساتھ دماغ میں آتے جائیں اور راقم ان کو پورا کرتا جائے مگر اس کے لئے طبیعت کی مناسبت اور کافی مشق و مہارت کی ضرورت ہے، جس کے بغیر ناول نگاری یا طلسم ہوش ربا کی قسم کی داستانیں لکھ کر تیار کر دینا ہرگز ممکن نہیں۔

(۱۴) تمثیل نگاری

درحقیقت تمثیل نگاری فسانہ نگاری سے علیحدہ کوئی چیز نہیں ہے، اس کو فسانہ نگاری کی ایک دوسری شکل کہنا چاہئے۔ اس کی تعلیم کی ابتدا بھی اسی وقت ہو جاتی ہے جب بچے "لومڑی اور کوے" سننے بجائے جو عمل کرتے ہیں یہی نقل ترقی کرکے تمثیل کے حقیقی عمل میں منتقل ہو جائے گی نیز مکالمے اور تقریری تمثیل کی تعلیم جس پر اس سے قبل وضاحت سے بحث کی جا چکی ہے تمثیل نگاری کی اصولی اور حقیقی تعلیم ہے۔

افسانہ نویسی ہو یا تمثیل نگاری ان کی مدد سے بچوں کی قوائے متخیلہ و متصورہ، قوت ایجاد، قوت اختراع اور قوت تخلیق ان سب کو بہت زیادہ بہتر اور مفید طریقہ سے کام میں لایا جا سکتا ہے، بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ تمثیل کی عملی، تقریری اور تحریری تعلیم وہ جامع چیز ہے جس کے ذریعہ سے ہر طرح کے اظہار کی تعلیم دی جا سکتی ہے، یعنی یہ اس قدر وسیع مشغلہ ہے جس کے وسیلہ سے تقریری و تحریری اظہار کی جملہ اقسام کی مشق کرائی جا سکتی ہے اور ان میں ایک دلچسپ اور بیش قیمت اتحاد پیدا کیا جا سکتا ہے، اس کی تعلیم کو وسطی یا مرکزی مضمون قرار دے کر مکالمہ، مباحثہ، تقریر، بیان اور املا

نقل نویسی، مضمون نگاری، افسانہ نگاری یہاں تک کہ شاعری، ان سب اصناف کی تعلیم ایک دلچسپ طریقہ پر دی جا سکتی ہے۔

جیسا اوپر بتایا گیا مکالمہ، تقریر اور افسانہ نگاری تو وہ اہم اقسام اظہار ہیں جن پر تمثیل کا دار و مدار ہے یعنی تمثیل میں یہ تینوں اقسام کام میں آتی ہیں اور اسی طرح شاعری بھی کیوں کہ کوئی تمثیل دلچسپ نہیں ہو سکتی اگر اس میں موقع موقع سے اشعار اور نظمیں نہ شامل کی جائیں، یہ اشعار اور نظمیں بھی خود طلبہ ہی کے افکار کا نتیجہ ہونا چاہئے البتہ ابتدا میں تو بہت زیادہ اور بعد میں کچھ کم بہر صورت اس کی ضرورت ہوگی کہ معلم ان پر اصلاح کر کے مؤثر اور موقع کے مطابق بنائے، اس کے مختلف حصوں کے لکھوانے اور صاف کرانے کے سلسلہ میں املا اور نقل نویسی کی بھی تعلیم دی جا سکتی ہے اور مضمون نگاری کی ابتدائی مشق تو بہت آسانی سے اس میں شامل ہو جائے گی، البتہ اس کی اعلیٰ تعلیم بھی جو مدرسے کے لئے اس قدر ضروری نہیں شامل کی جا سکتی ہے۔ مدرسے کی تمثیلیں عاشقانہ تمثیلیں تو ہوں گی نہیں، ان میں یقیناً علمی و ادبی مشاغل و مباحث کی گنجائش پیدا کی جا سکتی ہے اور مضمون نگاری کی تعلیم کے لئے بھی مواقع پیدا کئے جا سکتے ہیں مگر اس طرح کی تمثیل نگاری اسی وقت کامیاب ثابت ہوگی جب درجے کے تمام بچے متحدہ طور پر حصہ لے کر اس کے تمام مراتب کو

درجے ہی میں تکمیل تک پہونچائیں۔

مختصر طور پر اس کی یہ صورت ہونی چاہئے کہ پہلے بچوں ہی سے حدود کی شکل میں افسانے کا خاکہ تیار کرایا جائے، لڑکے ہی نکات تجویز کریں اور آپس میں اس پر بحث کر کے طے کریں، جب طے ہو جائے تو معلم تختۂ سیاہ پر لکھدے اور اسی طور پر قصے کا پورا خاکہ تیار رہے، البتہ خود معلم بھی خاص کر ایسے موقع پر دخل دے سکتا ہے، جب لڑکے کوئی خاص اہم غلطی کر رہے ہوں ورنہ ضرورت نہیں۔ اس کے بعد جماعت کے کل طلبہ افسانہ لکھیں اور اُن پر تنقید و تبصرہ کریں، جس لڑکے کا افسانہ بہترین ہو اور کل جماعت اس کو پسند کرے وہ منتخب کر لیا جائے اور اس کو منظروں میں تقسیم کیا جائے، پھر درجے ہی میں لڑکوں کی مدد سے اس کو تمثیل کی صورت میں منتقل کیا جائے، جگہ جگہ پر موقع کی مناسبت سے لڑکے خود اشعار کہہ کر اس میں داخل کریں، جب اس طرح پوری تمثیل تیار ہو جائے تو معلم اُسے املا کے طریقہ سے کل جماعت کو لکھا دے اور ان سے کہے کہ ہر ایک اس کی ایک خوش خط اور صاف نقل کر کے دکھائے، ان مراحل سے گزر چکنے کے بعد جماعت میں سے طلبہ منتخب کئے جائیں جو تمثیل کے افراد کے بجائے عمل کریں گے، ان کے حصے مقرر کر دیے جائیں جن کو مقررہ وقت میں سب یاد کر لیں۔ انتہاً یہ بھی کیا جا سکتا ہے کہ

کل جماعت کو تمثیل کے افراد پر تقسیم کر کے ایک ایک فرد کا حصہ کئی کئی طلبہ کو یاد کرایا جائے اور ان سے یہ کہدیا جائے کہ جو لڑکا بہترین طریقہ پر عمل کر کے دکھائے گا اس کو اصلی جلسہ میں عمل کرنے کا موقع دیا جائے گا، اس طرح ان میں ایک جوش اور شوق پیدا ہو جائے گا اور ہر ایک پورے انہماک اور کوشش سے اپنے حصہ کی تیاری کرے گا اور اس طرح کل جماعت کے طلبہ کو ہر تمثیل میں عملی شرکت کا موقع بھی ملیگا اور مقابلہ کی وجہ سے خاص کر اصل جلسہ میں عمل کرنے کے شوق کی بنا پر ہر لڑکا اپنی صلاحیت کے مطابق انتہائی مشق کرے گا اور مہارت بہم پہونچائے گا، جس کی وجہ سے اس کی استعداد جلد ترقی کرے گی اور سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ اگر کسی اتفاقی سبب کی وجہ سے کوئی فرد غیر حاضر ہوگا تو دوسرا اسکے بجائے عمل کر سکے گا اور دقت واقع نہ ہوگی، عام نمائش سے صرف دو ہی چار روز قبل یہ طے کرنا چاہئیے کہ جلسہ میں کون کون لڑکے عمل کریں گے ورنہ اس سے قبل یہ طے کر دیا گیا تو دوسرے لڑکے کوشش ترک کر دینگے۔

پوری تیاری کے بعد پہلے تو صرف مدرسے ہی کے طلبہ کے سامنے کھیل دکھایا جائے مگر دو ایک مرتبہ کے تجربہ کے بعد یہ کوشش کرنا چاہئے کہ رفتہ رفتہ باہر کے لوگ زیادہ سے زیادہ تعداد میں شرکت کریں تاکہ لڑکوں میں پبلک کے سامنے کھیل دکھانے اور تقریر کرنے کی ہمت

پڑھنی جائے جو نہ صرف تمثیل کے لئے مفید ہوگی بلکہ تقریری استعداد پیدا کرنے میں بیحد کامیاب ثابت ہوگی اور یہ موجودہ ترقی کے دور میں ہماری معاشرتی اور سیاسی زندگی کے لئے سب سے زیادہ ضروری ہے۔

اسی طرح کی عملی تعلیم خاص کر تقریری اظہار کی کل اصناف کی تعلیم کا بہترین اور کامیاب ترین وسیلہ ہو جاتی ہے اور عام طور پر اس ایک دلچسپی کے تحت میں تمام اصناف اظہار نہایت آسانی اور کامیابی سے آجاتی ہیں اور طلبہ کی پوری توجہ اور انہماک کا محل بن جاتی ہیں، ایسا کہ املا اور نقل کا سا خشک اور الجھن پیدا کرنے والا کام بھی دلچسپ بن جاتا ہے۔

یہ بحث تو خاص کر تمثیل کی اہمیت کے سلسلہ میں کی گئی، اب ہم اس کی تدریجی تعلیم کا طریقہ ذیل میں بیان کریں گے۔ مدرسے کی ضروریا و مقتضیات کے لحاظ سے تمثیل کی چار حیثیتیں ہیں:۔

۱۔ یہ ایک لکھنے والی چیز ہے۔

۲۔ یہ ایک پڑھنے والی چیز ہے۔

۳۔ یہ ایک عمل کرنے والی چیز ہے۔

۴۔ یہ کھیل، دلچسپی اور تفریح کا ایک بہترین ذریعہ ہے

مگر یہاں ہم کو خاص کر پہلی حیثیت سے غرض ہے خواہ تمثیل اصلی حالت میں تیار مل جائے یا اپنی ضروریات کے مطابق ترمیم و تنسیخ

کر کے اس کو مرتب کر لیا گیا ہو یا خود جماعت کے طلبہ نے مل کر اس کو تصنیف کیا ہو، کسی قصے، تاریخی افسانے یا کسی واقعہ کو بھی جماعت کے طلبہ کی مدد سے تمثیل کی شکل میں ترتیب دیا جا سکتا ہے اور ضرورت کے مطابق خود بچوں سے ان کی پسند کا لحاظ رکھتے ہوئے جگہ بجگہ عبارت میں اضافے بھی کرائے جا سکتے ہیں، اس قسم کی تمثیلوں کے مکرر سکرر عمل میں آنے سے غلطیوں کا بہتر اندازہ ہو سکتا ہے اور عبارت کو بھی بچوں ہی کے ذریعہ سے زیادہ موثر اور دلچسپ بنایا جا سکتا ہے۔ اس طرح ترقی کرتے کرتے جب یہی لڑکے اعلیٰ جماعتوں میں پہونچیں گے تو ان میں یہ استعداد پیدا ہو جائے گی کہ تمثیلیں خود تصنیف کرنے لگیں گے۔

اوپر یہ بتایا جا چکا ہے کہ تمثیل نگاری کو مرکزی مضمون کس طرح بنایا جا سکتا ہے اور اس سلسلہ میں کسی قدر اختصار کے ساتھ یہ بھی بتایا گیا کہ اس کے ضمن میں کس کس قسم کی مشقیں بچوں سے کرائی جائیں گی، اب یہاں پر ذرا وضاحت کے ساتھ ہم یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ ایک تمثیل کی تیاری میں کیا کیا کام کرنا ہوں گے۔

۱۔ پوری تمثیل کے افسانے کی تصنیف جس میں خاکے کی تیاری اور پھر افسانے کا لکھا جانا، دونوں چیزیں شامل ہیں۔

۲۔ افسانے کی منظروں میں تقسیم اور مناظر کی علیحدہ علیحدہ ترتیب۔

۳۔ افراد کا انتخاب (اس سلسلہ میں جیسا اوپر لکھا گیا ایک سے زیادہ طلبہ کا انتخاب کیا جائے گا، بلکہ حتی الامکان کل جماعت کو افراد یا اداکاروں پر تقسیم کر دیا جائے گا)۔

۴۔ پھر افراد کی مناسبت سے کردار نبار کرنا ہوگا (اس میں اس بات کا لحاظ بھی رکھا جائے گا کہ کردار بچوں کی استعداد سے زیادہ مشکل نہ ہوں یا کردار کی مناسبت سے افراد کا انتخاب عمل میں آئے گا)

۵۔ مناظر کو وقت اور جگہ وغیرہ دیگر حالات کی مناسبت سے ترتیب دینا اور صرف فنی اور تاریخی لحاظ سے ہی نہیں بلکہ بچوں کی عملی استعداد کے اعتبار سے بھی اس میں ترمیم و تنسیخ کرنا۔

۶۔ افراد کو ان کا حصہ یاد کرانا اور صحیح طرز ادا بتلانا۔

۷۔ باربار بلکہ روزانہ افراد کی عملی مشق، جانچ، اصلاح اور ترمیم و تنسیخ۔

۸۔ طلبہ میں سے بہترین افراد کا انتخاب جو بڑے جلسہ میں عمل کریں گے لیکن انتخاب جلسہ سے دو چار دن ہی پہلے ہونا چاہیئے لیکن اس ضمن میں معلم کو خاص طور پر اس کا لحاظ رکھنا چاہیئے کہ تمام باتیں طلبہ ہی کے ہاتھوں عمل میں آئیں اور کل جماعت کے اتفاق رائے سے ہوں، خود معلم جس قدر کم ہو سکے مداخلت کرے اور جو باتیں ایک دو بار غلطی کرنے کے بعد خود بچوں کی سمجھ میں آسکتی ہیں: وہ اپنی طرف سے نہ بتائے، انتخاب وغیرہ میں بھی بلا

سخت ضرورت کے خود اپنی رائے کو دخل نہ دے، ان باتوں پر جس قدر زیادہ سختی سے عمل کیا جائے گا بچوں کی استعداد بھی اتنی ہی زیادہ اور اسی قدر جلد ترقی کرے گی۔ اُن میں ایک غیر معمولی خود اعتمادی پیدا ہوگی اور ذوقِ سلیم کی بنیاد پڑے گی۔

واقعی جماعت کے کل طلبہ کا مل کر کوئی افسانہ یا تمثیل تیار کرنا نہایت عمدہ اور شوق افزا مشغلہ ہے اور اس طریقہ سے ان کی استعداد میں جس قدر ترقی ہوگی اس کا اندازہ تجربہ کرنے سے زیادہ بہتر طریقہ پر ہو سکتا ہے مگر اسکے ساتھ جیسا اوپر لکھا گیا ضروری ہے کہ تمام مدارج طلبہ ہی کے ذریعہ سے طے ہوں یعنی وہی اس بات کو طے کریں کہ افسانہ کس قسم کا ہونا چاہیئے، تحیرکن یا جذباتی (EXCITING OR EMOTIONAL) تاریخی یا خیالی وہی اس کا خاکہ تیار کریں اور اس کے افراد اور ان کے کردار وغیرہ کا تعین کریں اور وہی یہ بھی طے کریں کہ اس کا خاتمہ کیسا ہونا چاہیئے مسرت خیز یا الم انگیز مختصر یہ کہ تمام باتیں انھیں کی پسند سے ہونا چاہیئے۔ افسانے کی تیاری کی ایک صورت تو وہ ہے جو اوپر بیان کی گئی اور دوسری ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ درجہ میں افسانہ لکھا یا جائے، کچھ لڑکے جملے تجویز کرتے جائیں باقی جماعت اس پر تنقید و اصلاح کرتی جائے اور معلم ان کو لکھتا جائے، اس طرح افسانہ درجہ ہی میں تیار ہو جائے گا مگر یہ طریقہ بہت

ابتدائی جماعتوں کے لئے مناسب ہے، جب لڑکے خود پورا افسانہ نہ لکھ سکتے ہوں، البتہ درجہ میں افسانہ تیار کرانے سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ پورے افسانہ کی ترتیب اور اصلاح میں کل جماعت شروع ہی سے شریک ہوگی اور انفرادی تصنیف کا قصہ ہی ختم ہو جائے گا جو ہمارا اصلی مقصد ہے، سب سے بہتر تصنیف کے لئے بھی ایک اعزازی مرتبہ مقرر ہونا چاہئے یا جماعتی رسالہ میں ان کی اشاعت، یہ رسالہ قلمی ہونا چاہئے اور اس کی تزئین کے لئے اسی جماعت کے طلبہ کی بنائی ہوئی ڈرائنگ اور نقاشیاں بھی اس میں شامل کی جائیں۔

بارہ سال یا زیادہ عمر کی کوئی جماعت جو اپنے جماعتی رسالہ کی ترتیب میں ساعی ہو اس کو پسندیدگی کی نظر سے نہ دیکھا جائے، صحیح اور بے ضرر قسم کے جماعتی احساس کی ترقی کے لئے جماعتی رسالہ سے بہتر کوئی چیز نہیں، البتہ اگر کوئی لڑکا جماعت کے متحدہ تصنیفی مشاغل کے علاوہ کوئی چیز لکھنا چاہے تو اس کی بھی حوصلہ افزائی کرنے میں ہرج نہیں، بلکہ اگر ضرورت ہو تو اسکی مدد سے بھی دریغ نہ کیا جائے تاکہ اس کا خاص مطالعہ اور معلومات، اس کے خاص رجحانات اس کی انفرادیت کی صحیح طور پر تشکیل کر سکیں البتہ ہم کو چاہئے کہ ہم خود اس کو علیحدہ کچھ لکھنے پر مجبور نہ کریں اس وجہ سے کہ ابتدائی جماعت کے کسی بچے سے تحریر میں اپنے خیالات ظاہر کرنے کی فرمائش کرنا بالکل

ویسا ہی ہے جیسے کسی مفلس کو فیاضی کی ترغیب دینا، یہ ممکن ہے کہ لڑکے کا دل خود بھی لکھنے کی خواہش رکھتا ہو مگر حالات اجازت نہ دیتے ہوں، اسکی بے بضاعتی مانع ہوتی ہو۔ ایسی حالت میں بچوں سے اس کا مطالبہ کرنا کسی سے وہ چیز طلب کرنا ہے جو دراصل وہ ہم سے حاصل کرنے آیا ہے بچے مدرسے اس لئے آتے ہیں کہ وہ معلم سے خیالات، رائیں اور نظریے حاصل کریں نہ کہ خود پیش کریں، اگر لڑکا لکھنا چاہتا ہے تو ایک صورت یہ بھی مفید ہے کہ اس کو اپنے سے بہتر لڑکوں سے مدد حاصل کرنے کی سہولت بہم پہنچائی جائے یا کچھ دنوں نقل کرنے دیا جائے، اس سے بھی بہت کافی فائدہ ہوگا کیونکہ جو باتیں وہ اپنی خواہش اور کوشش سے دوسروں سے نقل کرے گا وہ اس کے ذہن نشین ہو جائیں گی۔

آخر میں یہ بتا دینا غیر ضروری نہیں کہ وہ شخص اظہار کی تعلیم دینے کا مجاز نہیں جس نے خود کبھی اس قسم کا کام نہ کیا ہو یا اُسے باقاعدہ سیکھا نہ ہو اس لئے کہ جب تک خود استاد کو لکھنے کی پوری مہارت نہ ہو گی وہ اظہار کی تعلیم ہرگز نہیں دے سکتا۔

(۱۵) شاعری

نظم کی تصنیف زبان کی تعلیم کا یقیناً ایک اہم جزو ہے لیکن مدرسہ کے نصاب اور وقت نامے میں اس کی کوئی جگہ نہیں، تاہم لڑکوں کو اسکی ترغیب دلانا نہایت ضروری ہے البتہ ان کو نظم کرنا سیکھنے پر مجبور نہ کرنا چاہئے جب ان کو معلوم ہو جائے گا کہ اچھے شعر کہنے والوں کی تعریف کی جاتی ہے تو ان کو خود ہی شوق پیدا ہوگا، خاموش لڑکے اکثر نظم لکھنے میں زیادہ جلد کامیاب ہو جاتے ہیں۔

نظم کو ایک خاص قسم کی ترتیب کہنا چاہئے اور جہاں تک نظم نگاری کا تعلق ہے یہ صرف موزونیت پر منحصر ہے، البتہ شاعر بنانے سے کوئی نہیں بن سکتا کیونکہ شاعر ہونا ایک خالص فطری صلاحیت ہے جو ہر ایک میں موجود نہیں ہوتی، مگر جہاں تک ترتیب نظم کا تعلق ہے یہ مشق سے پورے طور پر آسکتی ہے اور ہمارا مقصد بھی اسی قدر ہے۔ حقیقی شاعری تو بہت اعلیٰ چیز ہے اور ہر ناظم شاعر نہیں ہوا کرتا شاعر وہی ہوتے ہیں جن کو قدرت نے شاعر بنا کر پیدا کیا ہے، ہمارے لئے بس اسی قدر کافی ہے کہ ہم طلبہ کو نظم کرنا سکھا دیں، نظم زبان کا اہم ضمنی جزو ہے اس لئے

اس کی تعلیم بھی نہایت ضروری ہے، کم سے کم اس وجہ سے کہ اس تعلیم سے فطری استعداد کو اعانت ملے گی اور جن میں یہ مادہ موجود ہے وہ حقیقی شاعر بن سکیں گے اور ان کی اصولی تعلیم ہو سکے گی یا کم سے کم ابتدائی مراحل طے ہو جائیں گے، گویا ان کے لئے دروازہ کھل جائے گا۔

یوں تو شاعری نثر میں بھی ہو سکتی ہے اور بہت سی تصانیف نثر شاعری کا مرتبہ رکھتی ہیں مگر چونکہ شاعری کا اصلی میدان نظم ہے جہاں وہ بہتر طریقہ پر جلوہ آرا ہو سکتی ہے، اس لئے اس استعداد کی رہنمائی کے لئے ابتدائی مدارت طے کرا دینا نہایت ضروری ہے، اس سے عام طلبہ کو جن میں شاعری کی فطری صلاحیت نہیں بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ وہ تصنیف کی ایک ضروری شاخ کے اصول سے واقف ہو جائیں گے جس کی وجہ سے اس کے سمجھنے میں آسانی ہوگی اور ترتیبی و نظمی محاسن اور زبان کی خوبیاں سمجھنے اور ان سے لطف اندوز ہونے کی اہلیت پیدا ہو جائے گی، اس کے علاوہ ہر فطری استعداد کی ترقی کے لئے بھی مشق ایک نہایت ضروری چیز ہے اور جذبات و خیالات کو الفاظ کا جامہ پہنانا اور کامیابی سے ان کا اظہار کرنا بڑی حد تک مشق پر منحصر ہے۔ ان تمام مصالح کو مدنظر رکھتے ہوئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ نظم نگاری کو بھی طلبہ میں رواج دیا جائے۔

(الف) موزونیت کا احساس

موزونیت نظم نگاری کے لئے ایک اہم ترین چیز ہے جو بالکل فطری اہلیت پر منحصر ہے مگر اس کی غیر معمولی اہمیت کو مد نظر رکھ کر فطرت نے اس معاملہ میں فیاضی سے کام لیا ہے، بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جن میں یہ استعداد بالکل نہ ہو اور شاذونادر ہی ایسے ہوتے ہیں جو بالکل محروم ہوں موسیقی کی استعداد غیر مہذب ترین قوموں میں بھی پائی جاتی ہے اور ابتداء آفرینش سے آج تک انسانی زندگی میں یہ جذبہ برابر کارفرما نظر آتا ہے۔ موزونیت بھی اسی صلاحیت کا نام ہے جس پر نظم نگاری کا دارومدار ہے، جس طرح ایسے لوگ بھی کبھی مل جاتے ہیں جن کو موسیقی سے دلچسپی نہیں ہوتی اسی طرح سیکڑوں میں دو چار، دس پانچ ایسے بھی نکل آتے ہیں جو موزونیت سے عاری ہوتے ہیں۔

جو لوگ موزونیت کا بالکل احساس نہیں رکھتے ہیں ان کو نظم نگاری سکھانا بیحد مشکل بلکہ ایک حد تک ناممکن ہے مگر کم استعداد والے لوگوں کو مشق سے اس قابل بنایا جا سکتا ہے، خود میرے سامنے ایسی متعدد نظیریں موجود ہیں کہ ایسے لوگ جو کسی شعر کو موزوں نہیں پڑھ سکتے تھے مشق سے اس قابل ہو گئے ہیں کہ اب خود بھی اچھے خاصے شعر کہہ لیتے ہیں، ان میں بعض اس طرح

کے بھی ہوتے ہیں جن میں شاعرانہ استعداد تو ہوتی ہے مگر وہ موزونیت سے محروم ہوتے ہیں، ان کا معاملہ زیادہ مشکل نہیں، ایسے لوگوں کو شاعری کا صحیح مذاق پیدا کرا دینا کافی ہوتا ہے اور وہ موزونیت کی کمی کو خود جلد پورا کر لیتے ہیں، ان میں یہ خوابیدہ صلاحیت بلا زیادہ کاوش کے جاگ اٹھتی اور عود کر آتی ہے۔

موسیقی اس قدر فطری چیز ہے کہ بچوں کو نہایت آسانی سے گانے کا شوق پیدا کرایا جا سکتا ہے اور نظم نگاری کے سلسلہ میں سب سے پہلے اسی کی ضرورت ہے، چاہئے کہ ان کی پسند کی چند نظمیں انھیں یاد کرا دی جائیں جن کو وہ اکثر گایا کریں، اس طریقہ سے موزونیت کی استعداد ترقی کرے گی اور ان میں اس کی امتیازی خصوصیت کے سمجھنے کا ملکہ پیدا ہو جائے گا۔ اس کے بعد ان کو یہ بتانا چاہئے کہ اس طرح کی نظم لکھنا زیادہ مشکل نہیں۔ اگر خود بھی کوشش کریں تو کسی قصے یا کہانی کو وہ گانے کے قابل بنا سکتے ہیں۔

یہ چیز بچوں کے واسطے ایک نشاط آگیں مژدہ ہوگا اور جب اُن سے کہا جائے گا کہ وہ اپنی پسند کی کوئی چھوٹی سی کہانی پیش کریں جس کو وہ نظم کی صورت میں لانا اور گانا چاہتے ہیں تو وہ فوراً کہانیاں لے کر تیار ہو جائیں گے اور ایک دوسرے پر سبقت چاہیں گے، اُن تمام

کہانیوں میں سے سب سے بہتر اور آسانی سے نظم ہو سکنے والی کہانی منتخب کی جا سکتی ہے اور اس بات کا بھی لحاظ رکھا جا سکتا ہے کہ وہ کہانی ایسی ہو جسے کل جماعت پسند کرے اور نظم کرنے اور گانے کی خواہش مند ہو۔ تب اس کو مصرعوں کے برابر ایسے چھوٹے چھوٹے فقروں میں تبدیل کیا جا سکتا ہے جن کی ترتیب کو کسی قدر بدل کر مصرعے بنا لئے جا سکیں۔ اس کے بعد بچوں سے ان فقروں کو گوانا چاہئے، وہ بچے جن میں موزونیت کی فطری اہلیت نسبتاً زیادہ ہوگی وہ دو ایک بار گانے کے بعد خود ہی اسے موزوں کر دینگے ورنہ خود استاد بتا سکتا ہے کہ دیکھو ایسے اس طرح پڑھو تو یہ موزوں ہو جائے گا اور گانے میں دقت نہ ہوگی۔ کچھ دنوں اس طرح مشق کرانے سے بچے خود بھی موزوں کرنے لگیں گے اور استاد کو زیادہ مدد کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ البتہ استاد کی اصلاحی تجاویز اُن کے لئے کار آمد اور حوصلہ افزا ہوتی جائیں گی اسی طرح رفتہ رفتہ مختلف بحروں کی مشق بھی کرائی جا سکتی ہے اور قافیہ اور ردیف سکھا کر اس کی قید بھی لگائی جا سکتی ہے۔

(ب) تدریجی تعلیم

تدریجی اصول سے نظم نگاری کی تعلیم نہ صرف اس اہم قسم اظہار کی تعلیم کے لئے ضروری ہے بلکہ اس سے بچوں میں صحیح ذوقِ ادب پیدا ہوگا

اور شعر اور اس کی خوبیاں سمجھنے کی استعداد بڑھتی جائے گی، خاص مطلب کے ادا کرنے کے لئے صحیح لفظ منتخب کرنا اور مختصر الفاظ میں پوری وضاحت کے ساتھ اپنا مافی الضمیر ادا کر دینا بھی آ جائے گا، جو نہ صرف نظم نگاری کا گر ہے بلکہ نثر کی تصنیف میں بھی اہم ترین حیثیت رکھتا ہے۔

اس سلسلہ میں خود بچوں ہی کی حوصلہ افزائی کر کے موزونیت اصلاح اور ردیف و قافیہ کی تجویز وغیرہ کا کام لینا چاہئے، ایسی سادہ نظمیں جن کو بچے آسانی سے گا سکیں اور کافی حد تک سمجھ لیں اور ان سے لطف اندوز ہو سکیں نمونے کے طور پر بھی کام میں لائی جا سکتی ہیں اور اس طرح نہ صرف ان کے شوق کو بڑھایا جا سکتا ہے اور نظم نگاری کی تعلیم کامیابی سے دی جا سکتی ہے بلکہ ان کے ذوقِ جمال کو بھی ترقی دی جا سکتی ہے عمدہ نظمیں ان کو آسانی اور کامیابی سے پڑھائی اور یاد کرائی جا سکتی ہیں۔ اُستادوں کی کامیابی کا راز یہ ہے کہ وہ ہمیشہ اس بات کا خیال رکھیں کہ بچوں کی دلچسپی کبھی کم نہ ہونے پائے اور جب اُن کی طبیعت اُلجھ جائے اور جس چیز سے اُلجھ جائے اس کو وقتی طور پر یا ممکن ہو تو بالکل ترک کر دے اور زیادہ مناسب موقعہ پر اور زیادہ دلچسپ چیز ایک نئے اور بہتر طریقے سے پیش کرے جو بچوں کے لئے ولولہ خیز اور حیرت انگیز ثابت ہو۔

قصوں کے نظم کرنے میں ایک حد تک ترقی کر چکنے کے بعد دوسری قسم

کی نظمیں بھی سکھانا چاہئے اور اس بات کی بچوں کو عادت ڈالنا چاہئے
کہ پہلے ان کے پاس کہنے کے لئے کچھ باتیں، خیالات یا جذبات ہوں، اُسکے
بعد ان کو موزوں کرنے اور الفاظ کا جامہ پہنانے کے لئے نظم کی کوئی
قسم اختیار کی جائے۔ غزل کے طریقے پر پہلے قافیہ چننا، پھر مضمون سوچ کر
دوسرا مصرع بنانا اور پھر اس پر پہلا مصرع لگانا جو غزل گوئی کے ابتدائی
دور میں ناگزیر ہوتا ہے، اس طرح کی خراب عادت ہرگز نہ ڈالنا چاہئے،
زیادہ تر مسلسل نظمیں لکھانے کا شوق دلانا چاہئے۔

حقیقت یہ ہے کہ جملہ اصناف نظم میں غزل مشکل ترین واہم ترین قسم ہے،
اس وجہ سے اسی کو آخر میں آنا چاہئے۔ علاوہ اس کے شروع میں اس کی
تعلیم اگر دی جاسکتی ہے تو قافیہ پیمائی کے ذریعہ سے جو آدمی کو ایک اچھا ناظم
تو بنا سکتی ہے شاعر نہیں بنا سکتی۔ شاعر نام ہے اس شخص کا جس میں شاعرانہ
وجدان اور شاعرانہ نظر و مزاج موجود ہو، قافیہ پیمائی کی تعلیم سے ابتدا کرنے
کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ شعراء کی زیادہ تعداد محض اسی حد تک محدود رہتی ہے
صحیح معنوں میں شاعر نہیں ہو پاتی اور مشاہدات و تجربات میں ژرف
نگاہی اور نکتہ رسی، جو شاعر کی سب سے بڑی خصوصیت ہے اس میں
پیدا نہیں ہو پاتی، ایسے شاعروں کا معراج کمال ظاہری محاسن شعر پر حاوی
ہو جانا یعنی زبان کی چستی، محاورے کی دل بستگی اور ترکیب کی دلآویزی

پیدا کر لینا تو ہو سکتا ہے مگر اس سے دماغ و طبیعت میں شاعرانہ اُپج اور پرواز ہرگز پیدا نہیں ہو سکتی۔

(ج) نمونے کا استعمال

البتہ اس طریقہ پر تعلیم دینے کی حالت میں استاد کو نہایت احتیاط اور ہوشیاری کی ضرورت ہے اس لئے کہ شروع میں بچے یہ سمجھنے سے بڑی حد تک قاصر رہیں گے کہ قصے کے علاوہ بھی کوئی چیز نظم ہو سکتی ہے اور اگر ہو سکتی ہے تو کس ترکیب سے اور کس طرح کے خیالات اور مضامین اس میں نظم کئے جائیں گے، وہ خیالات کہاں سے آئیں گے، کیوں کر پیدا ہوں گے اور کیسے نظم کئے جائیں گے۔ اس موقع پر معمول کے خلاف اس بات کی پہلے ضرورت ہے کہ مختلف قسم کے نمونے طلبہ کو دکھائے جائیں اور یہ نمونے بھی ذیل میں دیئے ہوئے طریقہ سے پیش کئے جائیں، یعنی پہلے لکھا دیئے جائیں، پھر بچوں کو سوالات کا موقع دیا جائے اور سب کے بعد خود استاد سوالات کرے اور اس طرح پر کل نظموں کے معانی، خوبیاں اور دیگر خصوصیات بچوں کو سمجھا دی جائیں اور یہ بتا دیا جائے کہ باوجود اس کے کہ شاعر نے کوئی قصہ، کوئی لطیفہ یا دلچسپ بات بیان نہیں کی پھر بھی ایسے

عمدہ خیالات کا اظہار کیا ہے جو دل پر اثر کرتے اور اچھے معلوم ہوتے ہیں، اس کے بعد بچوں کو اس بات پر آمادہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ اس نظم کے خیالات کو اپنی زبان میں نظم کریں۔

کافی مشق کے بعد جب طلبہ میں یہ استعداد پیدا ہو جائے گی کہ وہ ہر طرح کے خیالات کو نظم کر سکیں، تو یہ بھی کیا جا سکتا ہے کہ مضمون نگاری کے طریقہ پر مختلف موضوع ان کے سامنے رکھے جائیں اور ان کو اختیار دیا جائے کہ جس کو پسند کریں اس پر نظم لکھیں یا نثر میں مضمون نگاری کریں، یا چاہیں تو کوئی افسانہ یا تمثیل لکھیں، لیکن ہر حالت میں اصلی مطمح نظر زبان اور خیال کی خوبی ہونا چاہیئے۔ اسی سلسلہ میں طلبہ کو یہ بھی بتانا چاہیئے کہ روزانہ زندگی میں ایسے مواقع دن رات پیش آتے ہیں کہ جب انسان کو بہت عجیب تجربات ہوتے ہیں اور ان کے اثر سے آدمی کے احساسات اور جذبات ایک نئی شکل اختیار کر لیتے ہیں، جو شعر میں ادا کئے جائیں تو نہایت مناسب بلکہ بعض اوقات بہت کامیاب ثابت ہوتے ہیں اور ان کو شوق دلانا چاہیئے کہ ایسے اوقات کے واردات قلبی کو نوٹ کر لیا کریں اور فرصت کے وقت یا ممکن ہو تو اسی وقت برجستہ نظم کرنے کی کوشش کریں۔ جن طلبہ میں شاعری کی صحیح استعداد ہو گی ان کو اس طرح کی مشق اصلی معنوں میں شاعر

بنا دے گی اور وہ نہ صرف شعر کہنے کا محل جان لیں گے بلکہ اپنی شاعری کے لئے بہتر سے بہتر مواد فراہم کر سکیں گے اور بالآخر کامیاب شاعر بن جائیں گے۔

نظم نگاری کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل پانچ مراتب کا لحاظ بھی نہایت ضروری ہے۔ اساتذہ کو چاہئے کہ طلبہ کو اسی ترتیب کے ساتھ رفتہ رفتہ آگے بڑھائیں اور تدریجی رفتار کے ساتھ اس طرح کی مشقیں بھی کرائی جائیں:۔

۱۔ مصرعوں کی نثر کر کے بچوں کو دی جائے اور اُسی کو پھر موزوں کرایا جائے۔

۲۔ جملے دے کر اُن سے کہا جائے کہ ان کے الفاظ میں حسب ضرورت اضافہ یا کمی کر کے اُن کو موزوں کرو۔

نوٹ: مگر جیسی جیسی مشق بڑھتی جائے ویسے ہی ویسے کم اضافہ کی اجازت دی جائے البتہ متعدد الفاظ کے بجائے کوئی ایک ایسا جامع لفظ رکھنا سکھایا جائے جو ان سب کے متحدہ مطلب کو تنہا ادا کرے۔

۳۔ اس کے بعد مضمون دے کر شعر کہلوانا چاہئے مگر ابتدا میں قافیے اور ردیف کی قید نہ رکھی جائے۔

۴۔ کچھ مشق کے بعد پہلے ردیف کی قید لگائی جائے اور پھر قافیے کی۔

۵۔ آخری مرتبے پر مختلف اصناف شعر اور بحروں کی مشق ہے جو ایک ایک کر کے ہونی چاہیئے اور اس کے ساتھ اصول شاعری بھی بتانا چاہئے۔

---

(۱۶) اظہار کے اہم لوازم و نقائص

تصنیف کی کامیابی کا بہت بڑا دار و مدار الفاظ کی صحت و مطابقت اور خیالات کے حقیقی اظہار پر ہے مگر کچھ ایسے سخت معائب بھی ہیں جو اس کامیابی کی راہ میں حائل ہو کر انسان کو منزل تک پہونچنے سے باز رکھتے ہیں اس لئے ضرورت معلوم ہوتی ہے کہ اس جگہ اس کا کسی قدر تفصیل سے ذکر کر دیا جائے تاکہ اساتذۂ زبان ابتدا ہی سے اس کا خیال رکھیں۔

(الف) الفاظ کا استعمال

ایک مصنف جس سامان کو استعمال کر کے اپنی عمارت بناتا ہے وہ الفاظ ہیں تصنیف کی عمارت کو خوبصورت و خوشنما بنانے کے لئے نہ صرف یہ ضروری ہے کہ الفاظ خوبصورتی کے ساتھ استعمال کئے جائیں بلکہ اس سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ خود الفاظ کے چننے میں ذوق سلیم اور استعداد انتخاب سے کام لیا جائے اور ایسے الفاظ منتخب کئے جائیں جو نہایت دلفریب ہونے کے ساتھ مقصد کو مکمل طور پر ادا کرنے کی پوری صلاحیت رکھتے ہوں۔

الفاظ کی خوبصورتی اور خوشنمائی کا دار و مدار بڑی حد تک اُن کے محل وقوع پر ہے، چند معمولی الفاظ کو بعض اوقات بڑے بڑے مصنفین نے اس خوبی کے ساتھ استعمال کیا ہے کہ اُن میں ایک عجیب حسن پیدا ہوگیا ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ:۔

"الفاظ مثل بے رونق سنگ ریزوں کے ہیں جن کو ساحل سے اٹھا کر گھر لے آیا گیا ہے۔ ان کو کسی مصفا نہر میں غوطہ دے دو یہ جواہر ریزے بن جائیں گے"

درحقیقت الفاظ کا صحیح استعمال اور صحیح موقع و محل پر کام میں لایا جانا اُن کے ظاہری و معنوی حسن کو دوبالا کر دیتا ہے۔ برخلاف اسکے کسی لفظ کو بے ربط الفاظ کے ساتھ استعمال کرنا خواہ وہ کیسا ہی عمدہ اور خوبصورت کیوں نہ ہو اُسے بھونڈا اور کریہہ بنا دیتا ہے۔

(ب) خیالات کا سچا اظہار

اساتذہ اظہارِ تصنیف کو بہت جلد اس مشکل کا احساس ہونا جاتا ہے کہ لکھنے، اصلاح دی جانے اور تبادلۂ خیال کرنے سے بچوں میں اظہار خیال کی استعداد پورے طور پر نہیں پیدا ہوتی۔ اس کے لئے سب سے بہتر صورت یہ ہے کہ ایسی مشقیں بچوں سے کرائی جائیں، جن کی مدد سے

الفاظ کے مختلف استعمال کی مہارت پیدا ہو۔ انہی مشقوں کو تصنیف کی حقیقی مشقوں سے علیحدہ رکھنا چاہئے اور ان ہی امدادی مشقوں کے طور پر کام لینا چاہئے، البتہ ان کا اظہار تصنیف سے بالکل علیحدہ بھی نہ سمجھنا چاہئے بلکہ بہتر یہ ہے کہ تصنیف کے ضمن میں جو الفاظ لائے جائیں انھیں کے مختلف استعمال کی مشق بھی ہو نیز بچوں کو اس بات کی ضرورت محسوس کرائی جائے کہ وہ مختلف طریقۂ اظہار یا طرز ادا سیکھنے کے متمنی ہوں اور یہ ان کے ذہن نشین کرادیا جائے کہ الفاظ کی جو مشقیں انھیں دی جاتی ہیں وہ انکے دماغ کے لئے ورزش کی حیثیت رکھتی ہیں اور جس طرح کہ جسمانی ورزش جسم کی صحت اور نشو ونما کے لئے ضروری ہے اسی طرح دماغی ورزش بھی دماغی استعداد کی ترقی کے لئے اشد ضروری ہے۔ اس غرض کے لئے جس قسم کی مشقیں بچوں کو دینا چاہئے اُن کے متعلق یہ بات خاص طور پر یاد رکھنا چاہئے کہ افراط سے کام لینا خود مقصد کو شکست دینا ہے، اس لئے بہتر یہ ہے کہ ایسی مشقیں کرائی جائیں وہ تصنیف کی مشقوں پر منحصر ہوں اور انھیں میں سے الفاظ چن کر مشق کے لئے دیے جائیں۔

(ج) جذبات کا سچا اظہار

اکثر اساتذہ نے اس بات کا تجربہ کیا ہے کہ بچے اپنی خوشی کا اظہار بھی

بعض اوقات کامیابی سے نہیں کرپاتے اور ان کو اس اظہار کے لئے الفاظ نہیں ملتے۔ اسی طرح ان کو دوسرے جذبات کے اظہار میں بھی ایسی ہی دقت پڑتی ہے۔ ان کی استعداد لفظی ایسے الفاظ پیش کرنے سے مجبور رہ جاتی ہے، جو جذبات، محسوسات کی صحیح ترجمانی کرسکیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اگر اساد کی مدد سے یہ مشکل حل نہیں ہوتی، تو وہ عوام کے روزمرہ اور سوقیانہ ذخیرۂ الفاظ کی طرف متوجہ ہوجاتے ہیں اور ایسے غلط اور ناقص الفاظ بولنے کی عادت ڈال لیتے ہیں جو بہت مضر ہیں اور جن کا بعد میں ترک کرانا نہایت مشکل ہوجاتا ہے۔ بچوں کی استعداد لفظی کو ارادی طور پر انتخاب کئے ہوئے بے ربط الفاظ کا ذخیرہ نہیں بنایا جاسکتا، یہ ہمیشہ اضافی طریقہ پر ترقی کرتی ہے اور مشق کا نتیجہ ہوتی ہے لیکن اگر بچے کو صحیح طریقہ پر تعلیم دی جائے تو اس کی استعداد لفظی نصف درجن صفات کا مجموعہ نہ ہوگی، جن کی مدد سے وہ سو قسم کے جذبات و احساسات کا اظہار کرنے پر مجبور ہو اور بالآخر اس کے لئے سوائے اس کے کوئی چارۂ کار باقی نہ رہے کہ وہ سوقیانہ الفاظ یا قسم کے ذریعہ سے اپنے اظہار میں زور پیدا کرے۔ اس سلسلہ میں کچھ زبانی مشقیں لکھی جاتی ہیں، جو ناراضگی، رنج، خوشی، نفرت، تعجب، ڈر اور دوسرے جذبات کے اظہار کے لئے، جن کو بچے بخوبی سمجھتے ہیں کارآمد ثابت ہوں گی۔

۱۔ دو جملے ناراضگی کے اظہار کے لئے لکھو، جن میں لفظ ناراضگی نہ آنے

پائے اور اسی طرح رنج، خوشی، نفرت، تعجب اور ڈر وغیرہ کے اظہار کے لئے۔

۲۔ ایک لڑکا کھیل میں بے ایمانی کرتا تھا۔ لکھو کہ کھیل کے کپتان نے کن الفاظ میں اس پر اظہار ناراضگی کیا۔

۳۔ لکھو کہ اس طرح کی حرکت پر استاد نے کن الفاظ میں اظہار تعجب کیا ہوگا۔

۴۔ لکھو کہ لڑکے کی ماں نے کس طرح اس پر اظہار رنج کیا ہوگا۔

۵۔ تحریر کرو کہ اس لڑکے کے ایک ایماندار دوست نے اپنے دوست کی بے ایمانی پر کس طرح ناراضگی ظاہر کی ہوگی۔

۶۔ لکھو کہ خود لڑکے کے کیا خیالات ہوں گے، جب وہ پکڑا گیا ہوگا پہلے وہ گھبرا گیا ہوگا، پھر شرمندہ ہوا ہوگا۔ اور پھر رنجیدہ، ان تمام احساسات کو اپنے مضمون میں ظاہر کرو۔

۷۔ لڑکے کا کل قصہ اس طرح لکھو جیسے اس نے اپنے باپ کے سامنے بیان کیا ہوگا۔ اس کو جرم کا صاف اقبال ہونا چاہئے۔ اور ساتھ ہی اس میں بہت سے وعدے کئے جانا چاہئے کہ وہ پھر ایسی حرکت نہیں کرے گا۔

۸۔ پورا قصہ اس طرح لکھو کہ اس میں کثرت سے مکالمہ کا استعمال ہو (مگر یہ مشق صرف اعلیٰ جماعتوں کے طلبہ کے لئے ہے)

۹۔ اس کل واقعہ کو روداد کے طور پر لکھو، گویا یہ استاد کی کتاب روداد میں لکھا جائے گا۔

(یہ بھی صرف اعلیٰ جماعتوں کے لئے ہے)

اسی طرح اس سے بھی زیادہ دلچسپ مشقیں تیار کی جاسکتی ہیں۔

(د) وقت جگہ اور طریقہ

طلبہ عام طور پر وقت، جگہ اور طریقہ کو بہت غیر دلچسپ انداز سے بیان کرتے ہیں، جس سے واقعہ کے بیان پر کوئی خاص اثر نہیں پڑتا، نہ اس میں کوئی اہمیت پیدا ہوتی ہے اور نہ اس پر کوئی توضیحی روشنی ہی پڑتی ہے۔ برخلاف اس کے اگر ان چیزوں کو مناسب تفصیل سے بیان کیا جائے اور وقت، جگہ اور طریقہ وقوع کی خصوصیات اور ان کی باریکیاں بتائی جائیں تو بیان میں جان پڑ جائے گی۔

(ہ) رائے کا اظہار

بعض اوقات بچے کسی چیز کو ایک طریقہ سے پسند کرتے ہیں مگر اسکے اظہار کے لئے صحیح الفاظ استعمال نہیں کرتے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کا مفہوم صاف نہیں ہوتا۔ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ بچوں کی استعداد لفظی

ہمارے اندازے سے بہت زیادہ ہوتی ہے مگر اصل بات یہ ہوتی ہے
کہ وہ ان الفاظ کو کام میں نہیں لاتے جو وہ اپنے مطالعہ کے سلسلہ میں
بار بار پڑھتے ہیں اور اس قسم کی ناکامی اظہار الفاظ کے محض استعمال
نہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہوجاتی ہے۔

(و) تقریری مشق کی اہمیت

بچوں میں بھی فطری طور پر ذوقِ جمالیات کی صلاحیت موجود ہے
وہ نظر افروز چیزیں شکلیں اور مناظر سے متاثر ہوتے ہیں، مگر اپنے جذبات
کے صحیح اظہار سے قاصر رہتے ہیں۔ اس وقت کے علاج کے سلسلہ میں سب سے
پہلا اور اہم قدم یہ ہوگا کہ ان کو تقریری اظہار کی مشق کرائی جائے۔ جمالی
پسندیدگی کے اظہار کی مشق سے پہلے تقریری اظہار کی مشق کرانا نہایت
ضروری ہے، تقریری اظہار میں سب سے بڑی آسانی یہ ہوتی ہے کہ معلم
بلا کسی دقت کے درجے میں ضبط قائم رکھ سکتا ہے اور بچوں کے قدرتی
اظہار خیال کی نگرانی بھی آسانی سے کرسکتا ہے۔

رائے کا اظہار تفصیل کا اہم جز ہے اور ہر تفصیلی تحریر کا مقتضی یہی ہے
کہ آدمی بس اپنی رائے کے کامیابی سے ظاہر کرنے کی صلاحیت پیدا ہو،
بچوں کو یہ تعلیم دینا چاہئے کہ وہ ہر چیز کا غائر مطالعہ کریں اور اس کے متعلق

پیش خود ایک رائے قائم کریں بلکہ اس رائے کو کامیابی سے ظاہر بھی کرسکیں۔ بچے مناظر فطرت پر جو دم بہ دم تبدیل ہوتے رہتے ہیں، کامیابی سے اظہار خیال نہیں کرسکتے جب تک اُن کو۔

۱۔ غائر مطالعہ

۲۔ نظر سے گذرنے والی ہر چیز پر رائے قائم کرنے۔۔۔۔۔اور۔۔۔۔۔۔

۳۔ مناسب الفاظ میں اپنی رائے کو کامیابی سے ظاہر کرنے۔

کی تعلیم نہ دی گئی ہو۔ تقریری اظہار ہی اس کا واحد ذریعہ ہے جس سے معلم یہ استعداد مقابلتہً آسانی سے پیدا کرسکتا ہے۔

مطالعۂ فطرت کے اسباق کے ضمن میں بچوں کو یہ سب باتیں سکھائی جاتی ہیں کہ وہ فطرت کی گل کاریوں والی دلفریبیوں سے دلچسپی لیں، یہاں ان کو اس دلچسپی کے اظہار کا طریقہ بتانا چاہئے، عام طور پر بچے اس بات کے عادی ہوتے ہیں کہ خیالات و جذبات کے اظہار کے لئے مبہم الفاظ استعمال کریں جیسے "اچھا"، ان کو اس بات کی ترغیب دینا چاہئے کہ وہ ایسے الفاظ استعمال کریں جو مخصوص معنی رکھتے ہوں، تاکہ ان کی مدد سے ان کے صحیح محسوسات کا اظہار ہو "اچھا"، "عمدہ" یہ نہیں بتاتے کہ کس قسم کی خوبی ہے اور کس مقدار کی، خیالات کے اظہار میں ہمیشہ ایسے الفاظ استعمال کرنے کی ہدایت کرنا چاہئے جو

مخصوص معنی دیتے ہوں، مبہم الفاظ کے استعمال کی مستقل گرفت ہوتی رہنا چاہئے، ہم پاکستانی لوگوں میں عام طور پر یہ بڑا نقص پایا جاتا ہے کہ ہم مبہم الفاظ زیادہ استعمال کرتے ہیں، اس وجہ سے ہماری زبانیں خیالات محسوسات اور جذبات کی حقیقی ترجمانی نہیں کر سکتیں، بچوں سے اگر یہ پوچھا جائے کہ طلوع و غروب کے وقت آفتاب کیسا معلوم ہوتا ہے تو وہ کہدیں گے "بہت خوبصورت یا بہت اچھا معلوم ہوتا ہے" اس جواب سے ہرگز مطمئن نہ ہونا چاہئے بلکہ اُن کو اس بات پر مجبور کرنا چاہئے کہ بجائے خوبصورت اور اچھا کہدینے کے وہ تفصیل کے ساتھ بتائیں کہ وہ کیسا محسوس کرتے ہیں اور وہ کیا باتیں ہیں جو ان کو خاص طور پر اچھی معلوم ہوتی ہیں۔ اس قسم کی تمام مشقیں تقریری اظہار کے سلسلہ میں عقلمندانہ اشاروں اور سوالات کے ذریعہ سے کرائی جا سکتی ہیں۔

(ز) بیان کی غلطیاں

جس طرح ہم سب سوقیانہ الفاظ استعمال کر جاتے ہیں مگر لکھنے میں خاص احتیاط برتتے ہیں بعینہٖ یہی حال اہل انگلستان کا ہے۔ یہ سوقیانہ الفاظ بعض اوقات بہت کارآمد ثابت ہوتے ہیں اور مفہوم کو کامیابی سے ادا کر دیتے ہیں اس لئے اگر کبھی کبھی اشد ضرورت پر اس قسم کے الفاظ

استعمال کر لئے جائیں تو چنداں ہرج نہیں، اور جو شخص ان سے اپنے کو بالکل محفوظ لکھنے پر قادر ہے وہ بلاشبہ ایک غیر معمولی آدمی ہے، البتہ لکھنے میں ضرور ان سے پرہیز کرنا چاہئے۔ مدرسے کے طلبا ایسے سوقیانہ الفاظ کثرت سے استعمال کرتے ہیں مگر انھیں ایسے الفاظ لکھنے کی ہرگز اجازت نہ دینا چاہئے، سوائے افسانوں میں جہاں خاص بازاری یا دیہاتی افراد کی گفتگو نقل کرنے کی ضرورت ہے اور ایسے موقعوں پر بھی بچوں کو بہت احتیاط اور کمی کے ساتھ اس کی اجازت دینا چاہئے۔ ان سے روکنے کی ایک بہترین ترکیب یہ ہے کہ بہت سے بازاری الفاظ کی ایک فہرست بنائی جائے جو طلبہ کی مدد سے بآسانی ممکن ہے، پھر ان کا ترجمہ فصیح زبان میں کیا جائے اس طرح کہ وہ دلچسپ جملوں میں استعمال کر کے بچوں کو دیے جائیں اور انھیں سے فصیح زبان میں ان کا ترجمہ کرایا جائے اور پھر ان کو بتایا جائے کہ کون سے الفاظ یا محاورات ممنوع ہیں اور اُن کے بجائے کون سے استعمال ہونا چاہئے۔ سوقیانہ الفاظ کے علاوہ بہت سے غیر فصیح اور غلط الفاظ بھی عام بول چال میں رائج ہیں ان کے روکنے کی بھی کوشش کرنا چاہئے مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ فصیح الفاظ کا دائرہ محدود رہے اور وہ الفاظ جو قدما کی کتابوں میں موجود نہیں وہ پسند نہ کئے جائیں خواہ شرفا یا تعلیم یافتہ طبقے نے ان کو قبول ہی کیوں نہ کر لیا ہو۔

(ح) ثقیل الفاظ کے استعمال کی عادت اور طول کلام

بعض طلبہ کو شوق ہوتا ہے کہ بڑے بڑے الفاظ بلا ان کے صحیح معنی سمجھے ہوئے بولتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ الفاظ بیشتر غلط موقعوں پر استعمال ہوتے ہیں اور یوں بھی اس سے عادت خراب ہوتی ہے اس لئے اساتذہ کو ہمیشہ اس کی کوشش کرنا چاہئے کہ یہ عادت نہ پڑنے پائے اور بچے حتی الامکان سادے سلیس اور فصیح الفاظ کے ذریعہ سے اظہار خیال کی عادت ڈالیں، اسی طرح اکثر بچے ہر بات غیر معمولی طوالت کے ساتھ گھما پھرا کر بیان کرنے کے عادی ہوتے ہیں، اس کو بھی ابتدا ہی سے روکنا چاہئے ورنہ بعد میں اس کا دور کرنا ناممکن ہو جائے گا۔
اسی طور پر نثر کی تصانیف میں بھی بچے غیر معمولی طوالت سے کام لیتے ہیں اور اس قدر غیر ضروری باتیں اور بے نتیجہ تفصیل بیان کرتے ہیں جس سے عبارت بے مزا اور غیر دلچسپ ہو جاتی ہے اور پڑھنے والا فوراً اکتا جاتا ہے، اس کی اصلاح کی ترکیب یہ ہے کہ تصنیف کو بلا نام بتائے کل جماعت کے سامنے پڑھا جائے اور طلبہ کو یہ ہدایت کر دی جائے کہ جہاں جہاں غیر ضروری باتیں لکھی گئی ہوں بتاتے جائیں اور ساتھ ہی اس پر بحث بادلۂ خیال بھی ہونا چاہئے۔ خود معلم کو بھی چاہئے کہ وہ غیر ضروری اور خلافِ

تفصیلات کو تقریری اظہار میں برابر درکتا جائے، یا اُن کا اپنے پاس اندراج کرتا جائے اور بعد میں تنہائی میں بتلائے مگر طوالت بیان وغیرہ کی اصلاح مدرسہ ابتدائی کی اعلیٰ جماعتوں سے شروع ہونا چاہئے، بالکل شروع کی جماعتوں میں جبکہ بچوں کو ٹھیک طریقہ سے اظہار خیال کرنا ہی نہیں آتا، اس طرح کی گرفت سخت نقصان رساں ہے اور بچوں کی قوت اظہار پر ایک ناجائز و ناروا بندش ہے۔

(ط) نثر کے نمونوں کا استعمال

بچوں کو اظہار کی صرف مشق ہی نہیں کرانا چاہئے بلکہ مستند مصنفین کے عمدہ اقتباسات سے نمونوں کا کام بھی لینا بہت ضروری اور مفید ہے ایک قابل استاد کی مدد سے نمونے کا صحیح استعمال بہت غیر معمولی فوائد پہونچا سکتا ہے۔ اس کے ذریعہ سے بچوں میں صحیح مذاقِ ادب پیدا ہوسکتا ہے اور ان کو لکھنے کا صحیح طریقہ بنایا جاسکتا ہے۔

یہ ضروری نہیں کہ نمونے کا استعمال مدرسے کے نظامِ اوقات میں ظاہر کیا جائے اور نہ اس کو اس لئے استعمال کرنا چاہئے کہ یہ ایک مناسب اور ضروری کام ہے بلکہ جس وقت ضرورت ہو اُسے کام میں لانا چاہئے، ہر تصنیف کے ساتھ بلکہ بچوں کے لکھ چکنے کے بعد اصلاح اور تبادلۂ خیالات

کے سلسلہ میں اسی قسم کا نمونہ بھی پیش کیا جا سکتا ہے، جو غیر معمولی طور پر مفید ثابت ہوگا مگر نمونہ کی غرض سے معلم کا زبردستی ایک خاص قسم کی تصنیف پر بچوں کو مجبور کرنا اور اپنی طرف سے بچوں کی پسند کا لحاظ کئے بغیر موضوع دے دینا بالکل نامناسب بلکہ سخت نقصان رساں ہے۔ نمونہ کا شروع ہی میں دکھا دینا بھی مفید نہیں اس لئے کہ بچے بغیر اپنے دماغ پر زور دیئے اس نمونہ کی مدد سے اپنی تصنیف تیار کرلیں گے، البتہ اعلیٰ جماعتوں کے لئے یہ ہو سکتا ہے کہ کبھی کبھی نمونے پہلے پیش کر دیئے جائیں، اور طلبہ اسی نمونہ کے مطابق خود بھی مضمون لکھنے کی کوشش کریں۔ کچھ لڑکے تو ایسے ہوں گے جو بڑی حد تک اس کوشش میں کامیاب ہو جائیں گے اور نمونے سے ایک حد تک کافی ملتا جلتا مضمون لکھیں گے، مگر باقی ناکامیاب رہنے پر بھی کچھ نہ کچھ فائدہ اٹھائیں گے۔

جیسا اوپر لکھا گیا، نمونے کے استعمال کا بہترین موقع اس وقت ہے جب بچے مضمون لکھ چکے ہوں اور کل مضامین جماعت کی تنقید و تبصرے سے گزر چکے ہوں۔ نمونے کے پیش کرنے کی بھی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں:

خود بچوں ہی سے پڑھوا کر، تختۂ سیاہ پر لکھ کر یا املا اور نقل کے طور پر لکھا کر، مگر نمونہ پیش کر دینے کے بعد طلبہ کو موقع دینا چاہئے کہ وہ پہلے معلم سے سوالات کریں اور جن باتوں کو نہ سمجھے ہوں یا ان کو جو دقتیں اس کے

سمجھنے یا اس کے متعلق صحیح اندازہ کرنے کے سلسلہ میں پیش آتی ہوں بتائیں اور معلم ان کی تشریح کردے، البتہ الفاظ کے معانی بہتر یہ ہے کہ معلم نہ بتائے بلکہ طلبہ میں یہ عادت پیدا کرائے کہ وہ لغت کی مدد سے مشکل الفاظ کے معانی معلوم کریں، طلبہ کی مشکلات کے حل ہو جانے کے بعد پھر معلم اسی نمونہ کے متعلق ان سے سوالات کرے، غرض اس طرح یہ وہ خصوصیات جن کی وجہ سے نمونہ دکھایا گیا ہے پورے طور پر طلبہ کے ذہن نشین ہو جانا چاہئے اور یہ بات ان کی سمجھ میں اچھی طرح آجانا چاہئے کہ نمونے میں اور ان کے مضامین میں کیا فرق ہے اور نمونے کے دوسرے محاسن کیا کیا ہیں۔ اسی کے ساتھ نمونے میں جو خوبصورت اور عمدہ الفاظ، مرکبات یا فقرے استعمال ہوئے ہیں وہ طلبہ کو لکھا دینا اور یاد کرا دینا چاہئے تاکہ وہ ان کو اپنی تصانیف میں استعمال کرسکیں۔

نمونے دلچسپ ہونا چاہئے اور اسی موضوع پر ہونا چاہئے جو بچوں کو تحریری اظہار کے لئے دیا گیا ہے، اگر بالفرض ایسے نمونے نہ مل سکیں جو پورے طور پر مطابق ہوں تو ان کے بہت قریب ہونا چاہئے، بہت سے نمونے تو بچوں کی کتابوں ہی میں مل جاتے ہیں ورنہ معلم کو خود ان کی تلاش کرنا چاہئے اور اس کے لئے علیحدہ ایک بیاض رکھنا چاہئے، یہ چیز کچھ عرصہ کے بعد ایک قابل قدر کتاب کی صورت اختیار کرلے گی جس کو چھپوا کر ماں فائدہ

بھی حاصل ہو سکتا ہے اور محنت رائگاں نہ ہوگی، خود بچوں کو بھی یہ ترغیب دلانا چاہئے کہ وہ اس طرح کے نمونے جمع کریں اور جہاں کوئی اچھی عبارتیں مل جائیں انھیں لاکر معلم کو دکھائیں، اس سے ایک اور بھی بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ معلم کو طلبہ کے مذاق و فہم کی تدریجی ترقی کی رفتار کا بھی برابر اندازہ ہوتا رہے گا اور یہ بھی معلوم ہوتا رہے گا کہ وہ کس قسم کی کتابیں پڑھتے ہیں اور کچھ پڑھتے بھی ہیں یا نہیں۔

ہر قسم کے تحریری اظہار کے مشق کے زمانے سے قبل معلم کو چاہئے کہ وہ اس قسم کے نمونے تلاش کر رکھے تاکہ وقت پر آسانی سے مل سکیں، بیانیہ مضامین کے لئے تمام ناولیں، قصوں اور کہانیوں کی کتابیں کارآمد ہو سکتی ہیں اور ان میں سے بہترین بیانیہ نمونے منتخب کئے جا سکتے ہیں، مختلف انداز بیان کے نمونے، تشریحی مضامین کے نمونے، خطوط کے نمونے، یہ سب بآسانی دستیاب ہو سکتے ہیں ورنہ معلم خود اگر استعداد رکھتا ہے تو بہتر یہ ہے کہ وہ طلبہ کے ساتھ موضوع پر خود بھی قلم اٹھائے اور طلبہ کے سامنے حتی الامکان بہترین تصنیف پیش کرے جو نمونے کا کام دے سکے، اس سے نہ صرف یہ فائدہ ہوگا کہ تلاش کی زحمت بچ جائے گی بلکہ مستقل طور پر تصنیف کی مشق جاری رہے گی جو کچھ عرصہ میں ایک کتاب کی صورت اختیار کر سکتی ہے اور اس مشق کی وجہ سے اپنی مہارت و استعداد میں بھی ترقی ہوتی جائے گی۔

(۱۷) معلم اظہار کی کچھ تعلیمی مشکلات

بعض اوقات معلم اظہار تصنیف یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ وہ جو کوششیں طلبہ کی ترقی استعداد کے لئے کر رہا ہے وہ نا مشکور تو نہیں ہوتی ہیں، اس کے اسباق واقعی مفید ہوتے ہیں یا نہیں اور طلبہ ان سے حقیقی طور پر دلچسپی لیتے ہیں یا نہیں، اس طرح کے خیالات خاص کر اس وقت زیادہ آتے ہیں جب معلم یہ دیکھتا ہے کہ جن خرابیوں کو وہ دور کر چکا ہے وہ پھر پیدا ہوتی جاتی ہیں عام طور پر مدارس کے اساتذہ کو ایسی مشکلات کا سامنا ہوتا ہے جن کا تعلق مدرسہ کے معمولی کام سے ہے، مثلاً طلبہ کے خط کی خرابی، املا کی غیر معمولی غلطیاں اور کل جماعت کی مشقوں کی روزانہ اصلاح وغیرہ اور واقعی یہ سوالات بہت اہم ہیں بالخصوص ایسی حالت میں کہ درجہ کے طلبہ کی تعداد قریب ۳۵ کے ہوتی ہے لیکن اساتذہ دلچسپی اور کوشش سے کام لیں اور اپنے دماغ سے سوچ کر چند تدابیر نکالیں جو مقامی مصالح کے مطابق ہوں تو ان سب مشکلات کا آسانی سے ازالہ ہو سکتا ہے، ہم ان تینوں سوالات پر کسی قدر تفصیل سے بحث کریں گے۔

(الف) بدخطی کا تدارک

ہر درجہ میں کافی تعداد بدخط طلبہ کی ہوتی ہے، ہم کو ان کے خط کی بھی اصلاح کرنا ہے اور ساتھ ہی ان کے اظہار کی مشق کو بھی دلچسپ بنانا ہے، اگر بیٹھنے کا صحیح طریقہ، قلم کی صحیح گرفت، حروف کی صحیح کشش اور ان کو ایک دوسرے سے ملانے کے صحیح طریقے سکھائے جا چکے ہیں پھر بھی بدخطی کا ازالہ نہیں ہوا ہے تو ایسی حالت میں ہم کو کیا کرنا چاہئے؟

ظاہر ہے کہ سب لڑکے ایک ساں طریقہ پر بدخط نہیں ہوتے، کچھ دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ بدخط ہوتے ہیں اور بالعموم اس کی وجہ صرف یہ ہوتی ہے کہ ان بچوں کو مشق کا کبھی موقع ہی نہیں ملتا، ایسے طلبہ کی اصلاح انفرادی طور پر ہونا چاہئے اور ان کو برابر یہ بتاتے رہنا چاہئے کہ نمونہ کی عبارت سے کہاں کہاں اختلاف واقع ہوا ہے لکھنے کے دوران میں نمونہ کی تحریر برابر بچے کے سامنے رہنا چاہئے اور جیسا ہم نقل نویسی کے ضمن میں لکھ چکے ہیں بہتر یہ ہے کہ ایک سطر والی خوش خطی کا پیاں استعمال کی جائیں اور مشق دوسری کاپی پر ہو تاکہ خوش خطی کا نمونہ برابر سرکایا جاسکے اور تحریر کے قریب لایا جاسکے، عام طور پر سوائے بہت خوشخط

لڑکوں کے سب طلبہ کے لئے کم سے کم ہفتہ میں ایک بار خوش خطی کی مشق کرنا نہایت ضروری ہے اور بہتر تو یہ ہے کہ مختلف استعداد کے بچوں کی داخلی جماعتیں بنا دی جائیں سب سے خراب جماعت کو روزانہ نصف صفحہ لکھ کر دکھانا ضروری ہے۔ اس سے بہتر جماعت کو ہفتہ میں چار روز، اور اس سے بہتر جماعت کو ہفتہ میں تین مرتبہ، اس سے بہتر کو دو اور اس سے بہتر کو ایک مرتبہ۔ چند ایسے خوش قسمت بھی ہو سکتے ہیں جو قطعی طور پر بالکل مستثنیٰ کر دیے جائیں۔

بچے جتنی جتنی ترقی کرتے جائیں ان کو ایک جماعت سے دوسری جماعت میں چڑھاتے جانا چاہئیے یہاں تک کہ وہ ترقی پاتے پاتے مستثنیٰ جماعت میں پہونچ جائیں۔ اس طریقہ سے بچے غیر معمولی ترقی اور خلاف امید تیزی کے ساتھ کرتے ہیں جس کو دیکھ کر تعجب سا ہو جاتا ہے یہ مشق مدرسہ میں بھی کرائی جا سکتی ہے اور گھر پر بھی، مگر گھر پر لکھانے کی حالت میں ترقی ہمیشہ امتحان کے بعد ہونا چاہئیے، ورنہ ممکن ہے کہ بچے بجائے خود مشق کرنے کے کسی خوش خط لڑکے سے لکھا کر دکھا دیا کریں۔ اس ترکیب سے خوش خطی کی مشق کرانے کا تجربہ انگلستان میں بھی کیا گیا ہے اور ہمیشہ بیحد کامیاب ثابت ہوا۔

ایک دوسرا طریقہ یہ بھی ہے کہ مختلف جماعتوں میں ماہوار مقابلے

بھی کرائے جائیں، اس طریقہ پر کہ ہر جماعت کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا جائے اور جماعت کے خوش خط ترین لڑکوں کو اُن حصوں کا تحریری مانیٹر بنا دیا جائے جن کا کام یہ ہو کہ وہ اپنے اپنے گروہ کو اپنے امکان و استعداد کے مطابق مشق کرائیں اور ان کے خط کو ترقی دیں۔ کچھ دنوں اس طرح مشق ہوتی رہے اس کے بعد ایک دن مقرر کیا جائے اور مدرسہ کے سب گروہوں میں مقابلہ ہو، ہر گروہ کے مجموعی نمبر سال کے آخر میں جوڑے جایا کریں اور دیکھا جایا کرے کہ کس جماعت کا کون گروہ بازی لے گیا، ہر جماعت کو گروہوں میں تقسیم کرکے اُن میں بھی مقابلہ کرایا جاتا ہے تاکہ وہ برابر کوشش کرتے رہیں۔

یورپ میں مختلف مقامات پر اس طرح کے تجربے کیے گئے ہیں اور یہ معلوم ہوا ہے کہ یہ ترکیب اول الذکر ترکیب سے زیادہ کامیاب ثابت ہوئی اور یہ دیکھا گیا کہ ہر مانیٹر اپنے گروہ کے خط کی درستی کے لئے غیر معمولی کوشش کرتے ہیں بعض اوقات مانیٹروں نے ایک ترکیب یہ کی کہ اپنے گروہ کے کچھ خوش خط لڑکوں کو چن لیا اور کچھ بدخط لڑکوں کو ان کے سپرد کر دیا، اس طرح تقسیم عمل بھی ہو گیا اور کام بھی آسان ہو گیا۔ اور خود گروہ کا مانیٹر ان کے کام کی نگرانی کرتا رہا۔

(ب) املا کی غلطیاں

املا کی کمزوری کا نقص ہر جگہ ہر زمانے اور ہر زبان میں پایا جاتا ہے

جس طرح بعض لڑکے فطری طور پر ریاضی میں کمزور ہوتے ہیں اور ان کا دماغ اس سے مناسبت نہیں رکھتا، اسی طرح بعض لڑکے فطری طور پر ہجے میں بھی کمزور ہوتے ہیں لیکن کوئی سبب نہیں معلوم ہوتا کہ ایک ذہین لڑکا جن الفاظ کو دن رات استعمال کرتا رہتا ہے ان کے ہجے بھی صحیح کیوں نہ لکھے، انگلستان کے ماہرین کی رائے میں بغیر لکھے ہوئے زبانی طور پر ہجے کی مشق بالکل بیکار ہے نیز ان کی رائے میں یہ طریقہ مشق بھی بالکل غلط ہے کہ مشکل الفاظ جن کو روزانہ یا ہفتہ میں دو ایک مرتبہ بچوں کو دیے جائیں تاکہ وہ ان کی مشق کریں اور اس طرح ہجے کی مشق کے لئے گھنٹہ مقرر کر دیا جائے، دونوں قسم کی تدابیر غیر دلچسپ اور نفرت انگیز ہیں اور اس کا خاص سبب یہ ہے کہ یہ عقل کے بھی خلاف ہیں، ظاہر ہے کہ دونوں صورتوں میں بچے الفاظ کی خیالی تصویر کو دماغ میں قائم نہیں کر سکتے، پہلی صورت میں تو اس وجہ سے کہ بچوں کے پیش نظر ان الفاظ کے نقوش نہیں ہوتے جن کو وہ یاد کر رہے ہیں اور دوسری حالت میں الفاظ بالکل تنہا ہوتے ہیں اور بچے غیر استعمال شدہ الفاظ میں نہ دلچسپی لے سکتے ہیں اور نہ ان میں دل لگا سکتے ہیں۔

ہجے دراصل اظہار کی مشق اور پڑھنے کے ضمن میں سکھانا چاہئے، اس وجہ سے بھی کہ یہ مشق تحریری اظہار سے علیحدہ ہو کر بچے اور معلم دونوں کے لئے غیر معمولی وقت اور طوالت پیدا کرتی ہے، نیز ایسے الفاظ کے ہجے سکھانا جن کی طلبہ کو

نہ اس وقت ضرورت ہے اور نہ ان کا کبھی کام پڑتا ہے۔ نہایت غلطی اور حماقت ہے۔ جس قدر زیادہ قریبی تعلق بچے کو طلبہ کی تحریری اظہار اور پڑھنے سے ہوگا اسی قدر ان کے سکھانے اور ان کی مشق کرانے میں آسانی ہوگی۔ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ ضروری اور کامیاب ترکیب یہ ہے کہ ہر بچے کو ایک لغت خرید وا دی جائے اور اس کا صحیح استعمال بتا دیا جائے بلکہ اس کے استعمال کی عادت ڈال دی جائے۔ اچھی خاصی جیبی لغتیں بہت کم داموں میں ملتی ہیں تعلیمی مشاغل کے دوران میں ہر طالب علم کے لئے نہایت ضروری ہے کہ ایک لغت اس کے پاس موجود ہو اور لغت ہونے کی حالت میں بچے کے پاس غلط املا کا کوئی عذر نہیں رہتا، اعلیٰ جماعتوں کے طلبہ کے پاس بہتر قسم کی لغات ہونا چاہئے۔

جب طلبہ کے پاس لغتیں موجود ہوں گی تو معلم کو اس کی ضرورت ہوگی کہ وہ الفاظ کے صحیح ہجے تختہ سیاہ پر لکھ کر روزانہ بتائے یا ہر کاپی میں علیٰحدہ غلطیوں کی اصلاح کرے، اس ضمن میں صرف اس قدر کافی ہوگا کہ معلم صرف ہجے کی غلطی کا نشان لگا دے گا اور باقی کام خود بچے پر چھوڑ دے گا بچوں کا یہ فرض ہونا چاہئے کہ سب سے پہلے وہ غلط الفاظ کا صحیح املا لغت سے معلوم کریں اور اپنی تصنیفی مشق کے نیچے درج کریں اور پھر اسکی مشق کریں۔ نیز کاپی کے آخر میں ایک مکمل فہرست ایسی بنائیں جس میں

غلط املا والے الفاظ درج کر دیے جایا کریں۔ اس طرح طلبہ کو خود بخود یہ خواہش ہوگی اور وہ ہمیشہ اس کی کوشش کریں گے کہ ان کی کاپی میں یہ تعداد اور زیادہ نہ ہو جائے۔

ایسی فہرستیں معلم کے لئے بھی بیحد کارآمد ہوتی ہیں۔ ان کا مقابلہ کرنے سے اس کو یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ کون سے الفاظ عام طور پر غلط لکھے جا سکتے ہیں اور وہ کبھی کبھی ان الفاظ کی خاص طور پر مشق کرا سکتا ہے، کبھی کبھی معلم یہ بھی کر سکتا ہے کہ ایسے الفاظ کی ایک فہرست بنا کر بچوں سے ان کو جملوں میں استعمال کرائے۔ ہر لڑکے کی ذاتی فہرست کی مدد سے انفرادی مشقیں بھی بنائی جا سکتی ہیں، جن بچوں کی فہرستوں سے یہ بنائی گئی ہیں انھیں کو دے کر جملوں میں الفاظ کو استعمال کرا کر یا یوں ہی لکھا کر اس بات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ بچوں نے کہاں تک ترقی کی ہے۔

لغت کے استعمال کی عادت کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ ہر لڑکا اپنے املا کی درستی کے معاملہ میں اپنی ذات پہ بھروسہ کرے گا۔ وہ اپنی غلطیاں آپ صحیح کرے گا اور دوسری غلطیاں کرنے سے اپنے کو محفوظ رکھے گا، نیز آخری مگر اہم ترین فائدہ یہ ہے کہ اس کو لغت کے استعمال کی مشق اور عادت ہو جائے گی، نہ صرف ہجے کے لئے بلکہ ان تمام ضرورتوں کے لئے جو لغت کی مدد سے پوری ہو سکتی ہیں مثلاً ہجے، معنی، مادہ اور مادہ کے دیگر مشتقات وغیرہ۔

مختصر یہ کہ جو کچھ لغت میں ایک لفظ کے متعلق مل سکتا ہے وہ نہایت آسانی اور بلا کسی قسم کی الجھن محسوس کئے اس سے حاصل کرنے کی کوشش کرے گا، عادت ہو جانے کی وجہ سے یہ کام آسان ہو جاتا ہے اور پھر عام لوگوں کی طرح اس کو لغت دیکھنا بار نہیں معلوم ہوتا بلکہ کچھ ایسی عادت پڑ جاتی ہے کہ ذرا بھی کسی لفظ کے متعلق کسی طرح کا شک ہوا اور آدمی لغت دیکھنے کے لئے بے چین ہو گیا۔

ایک مخصوص وقت پر کسی لفظ کو لغت میں دیکھنے کی عموماً ایک ہی غایت ہوتی ہے، یا تو آدمی ہجے کی ضرورت سے لغت دیکھتا ہے، یا معنی کی غرض سے اور یا اس مادے کے دیگر مشتقات کے لئے مگر جب لغت کھولتا ہے تو اکثر اس لفظ کی کل تفصیل دیکھ لیتا ہے اور نہ صرف وہ خاص ضرورت رفع ہو جاتی ہے، بلکہ ایک لفظ کے تمام معانی، مرادفات، تمام مشتقات اور ان کے معانی وغیرہ غرضکہ اس لفظ کی پوری حقیقت اور مکمل تفصیل بلکہ بہت سے نئے الفاظ معلوم ہو جاتے ہیں جس سے عام قابلیت میں نہایت بیش قیمت اضافہ ہوتا ہے۔

لغت دیکھنے سے ابتدا میں تو نہایت الجھن ہوتی ہے مگر رفتہ رفتہ صرف یہ الجھن رفع ہو جاتی ہے بلکہ بعض اوقات تو یہ دیکھا گیا ہے کہ اس قدر دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے کہ بعض لڑکے تفریحاً لغت دیکھتے ہیں اور الفاظ کی

حقیقت وتفصیل معلوم کرنا ان کا مشغلۂ تفریح بن جاتا ہے جو اگر غلط طریقہ پر استعمال نہ کیا گیا تو بچے کی ادبی استعداد کی ترقی اور قابلیت کے اضافہ میں غیر معمولی طور پر اعانت کرتا ہے۔ کم سے کم یہ تو میرا ذاتی تجربہ ہے کہ لغت دیکھنے کی عادت پڑ جانے کے بعد یہ قریب قریب ناممکن سا ہو جاتا ہے کہ پڑھنے کے سلسلہ میں کسی لفظ کو جس کے معنی معلوم نہیں ہیں یوں ہی چھوڑ دیا جائے، خواہ کیسا ہی ضروری کام کیوں نہ کیا جاتا ہو اور کیسی ہی عدیم الفرصتی کیوں نہ ہو۔

(ج) طلبہ کے تحریری کام کی اصلاح

ہر قسم کی تحریری مشق کے لئے اصلاح بہت ضروری ہے، اس میں کلام نہیں کہ ذاتی مشق ترقی کا اصل زینہ ہے اور آدمی بغیر کسی کی مدد کے بھی انتہائی ترقی کر سکتا ہے مگر اس کے لئے بہت زیادہ وقت کی ضرورت ہے، جو ترقی ایک محدود وقت کے اندر ہم اپنے طلبہ میں پیدا کرنا چاہتے ہیں وہ بغیر صحیح رہنمائی اور اصلاحِ اغلاط کے ممکن نہیں نیز ذاتی مشق بھی اصلاح سے بے نیاز نہیں ہو سکتی، جو لوگ دوسروں سے مدد نہیں لیتے اور خود لکھنے پڑھنے کا ذوق رکھتے ہیں ان کی استعداد کی ترقی کی صورت یہ ہوتی ہے کہ وہ مطالعہ کے ذریعہ سے نئے الفاظ و فقرات، نئے مطالب و طرز ادا وغیرہ معلوم کرتے

ہیں اور اُن کو اپنی تحریر میں استعمال کرتے ہیں، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جیسا جیسا وہ پڑھتے جاتے ہیں نہ صرف نئے نئے الفاظ، فقرات، مطالب اور طرزادا ان کو معلوم ہوتے جاتے ہیں، بلکہ پچھلے زیادہ صحت اور بہتر استعمال کے ساتھ دماغ میں جاگزیں ہوتے جاتے ہیں جس کی وجہ سے اپنی تحریر کی پچھلی غلطیاں اور نقائص بھی محسوس ہوتے رہتے ہیں۔ گویا اس حالت میں کتابیں یا اس کے مصنف استاد کا کام کرتے ہیں اور اس کی اصلاح میں معین ہوتے ہیں اور آدمی اس طرح ترقی کرتا جاتا ہے مگر ساتھ ہی کاوش بھی بہت زیادہ کرنا پڑتی ہے۔ معمولی طریقۂ تعلیم میں بھی اصلاح اور ترقی استعداد کی قریب قریب یہی صورت ہوتی ہے لیکن اول الذکر حالت میں طالب علم خود اپنی کوشش اور ذوق کاوش کی رہنمائی پر بھروسہ کرتا ہے اور آخر الذکر حالت میں ایک دوسرے شخص یعنی معلم کی رہنمائی پر جس کی وجہ سے اس کو یہ غیر معمولی کوشش و کاوش خود نہیں کرنا پڑتی اور بڑا وقت بچ جاتا ہے جو دوسرے مفید کاموں میں صرف کیا جاسکتا ہے اور صحیح رہنمائی اور اصلاح اغلاط مفت حاصل ہو جاتی ہے۔ علاوہ اس کے ہر طالب علم خاص کر ابتدا میں نہ تو اس قدر علم کا بھوکا ہوتا ہے کہ خود اتنی محنت کر سکے اور نہ ہر شخص اس قدر محنت برداشت کر سکتا ہے اسی وجہ سے تعلیم کے لئے معلم ناگزیر ہے اور طلبہ کے تحریری کام پر اصلاح

دینا اس کا اہم ترین فرض ہے، مگر موجودہ طریقۂ اصلاح معلم کے لئے انتہائی تکلیف دہ، دماغ سوز اور دقت کش ہونے کے ساتھ طلبہ کے لئے بھی قطعی بے کار و غیر مفید ثابت ہو رہا ہے، اور میں پچیس سال کا میرا ذاتی تجربہ یہ ہے کہ اس طریقۂ اصلاح سے طلبہ کو ہرگز کوئی فائدہ نہیں ہوتا اس لئے نہایت ضروری ہے کہ اس طریقہ میں ترمیم کی جائے اور ایسی صورت اختیار کی جائے جو اساتذہ کے لئے تکلیف دہ بھی نہ ہو اور طلبہ کے لئے سودمند ثابت ہو سکے۔

یہ ظاہر ہے کہ سب سے زیادہ بہتر اور موثر طریقۂ اصلاح یہ ہے کہ ہر لڑکے کی کاپی اس کی موجودگی میں جانچی جائے اور ہر اصلاح اس کو سمجھا کر دی جائے جس کو وہ پورے طور پر سمجھ لے اور آئندہ اس کا خیال رکھے، مگر جماعتوں میں کم سے کم تیس پینتیس لڑکے ہوتے ہیں اور معلمین کو ہر روز کئی کئی درجوں کو تحریری مشق کرانا پڑتی ہے، اس لئے صرف یہی ناممکن نہیں ہے کہ طلبہ کے سامنے ان کی تحریروں پر اصلاح دی جا سکے بلکہ یہ بھی ایک اہم سوال ہے کہ تنزانشی اور بعض اوقات اس سے زیادہ مشقیں معلم روزانہ کیوں کر دیکھ سکتا ہے مدرسے میں چار پانچ گھنٹے دماغ پاشی کرنا، گھر پر بھی اس کے لئے دو ایک گھنٹے تیاری میں صرف کرنا اور پھر ساتھ ہی اس قدر اصلاحی کام کرنا گویا دس بارہ گھنٹے روزانہ دماغی کام میں صرف کر دینا ہرگز ممکن نہیں بلکہ اگر اس میں کچھ کمی کر دی جائے تو بھی یہ بہت زیادہ ہے۔

اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ جو کام فرض منصبی سے تعلق رکھتا ہو
اس میں چند روز سے زیادہ دلچسپی کسی کو نہیں ہو سکتی، صرف احساس فرض
ہوتا ہے جو کام کراتا ہے یا افسر کا خوف و لحاظ، اس لئے لامحالہ ایک پڑھے
لکھنے والا انسان مجبور ہے کہ اپنی دلچسپی کے لئے اپنے مذاق کے مطابق اخبار وغیرہ
یا کوئی دوسری کتابیں بھی پڑھے اور اساتذہ کے لئے تو محض اس غرض سے
بھی کہ وہ اپنے کام کو بہتر طریقہ پر انجام دے سکیں، یہ نہایت ضروری ہے کہ
ان کی استعداد و معلومات مختلف علوم و فنون پر حاوی ہو اور ان کی دماغی
نشو و نما اور وسعت نظر میں بھی زمانے کی رفتار کے ساتھ ساتھ ترقی ہوتی جائے
اس لئے گویا یہ بھی ضروری ہو گیا کہ ہر معلم اس معمولی منصبی کام، اس کی تیاری
اور طلبہ کی تحریری مشقوں کی اصلاح کے علاوہ روزانہ کچھ وقت اخبار و
رسائل اور دوسری تعلیمی و غیر تعلیمی کتابوں کے مطالعہ پر بھی صرف کرے، جس کے معنی
یہ ہو گئے کہ اس کو دس گھنٹے سے چودہ پندرہ گھنٹے تک روزانہ دماغی کام کرنا
چاہئے جو ایک انسان کے لئے بالکل ناممکن ہے اور اگر کوئی شخص واقعی خلوص
نیت کے ساتھ اتنا دماغی کام روزانہ کرنا بھی چاہے تو دو تین ماہ سے زیادہ
ہرگز نہیں کر سکتا، بلکہ اتنے دنوں ہی میں وہ بالکل بے کار ہو جائے گا، اسکی
صحت اور دماغ دونوں جواب دے دیں گے۔

ہم ایک معلم سے فرض منصبی کے سلسلہ میں زیادہ سے زیادہ کل پانچ چھ گھنٹے

روزانہ دماغی کام لے سکتے ہیں، اگر واقعی ہم کو ٹھیک طور پر کام لینا ہے ورنہ اس کا نتیجہ وہی ہوگا جو آجکل ہمارے پیش نظر ہے اور حقیقتاً ہمارے کل نظام تعلیم کی ابتری کا اصلی راز ہے یعنی اساتذہ ان اسباق کی تیاری گھر پر بالکل نہیں کرتے جو ان کو مدرسے میں پڑھانا ہوتے ہیں، زیادہ سے زیادہ اگر ہوتا ہے تو صرف اس قدر کہ جو مضامین شروع سال میں اساتذہ کے سپرد کئے جاتے ہیں وہ ان کی کتابیں ایک بار سرسری نظر سے دیکھ جاتے ہیں تاکہ ان میں کوئی لفظ یا کوئی ایسی بات نکل آئے جس پر وہ اٹک جائیں اور طلبہ کے سامنے ذلت ہو، پھر سال بھر اٹھا کر نہیں دیکھتے، یا بہت کرتے ہیں تو اس قدر کہ روزانہ یا ہفتہ وار دیکھ لیتے ہیں، وہ بھی صرف اسی غرض سے، ان کو ہرگز اس کی فکر نہیں ہوتی کہ سبق کو دلچسپ اور کامیاب بنایا جائے اور دماغ سے سوچ کر مبحث یا مضمون کو بہترین طریقہ سے پیش کیا جائے اور انصاف تو یہ ہے کہ موجودہ حالت میں روزانہ یہ ممکن بھی نہیں ہے، اصلاحی کام، جہل قسم کی دفتری بیگار اور غیر نصابی مشاغل مدارس میں اس قدر بڑھتے جاتے ہیں جن کی وجہ سے اساتذہ کو دم مارنے کی مہلت نہیں ملتی اور باوجود کوئی خالص اور مفید کام نہ کرنے کے بھی ان کو کم سے کم آٹھ گھنٹے روزانہ دماغ سوزی کرنا پڑتی ہی، کم و بیش پانچ چھ گھنٹے مدرسے میں اور دو تین گھنٹے گھر پر اصلاح وغیرہ میں اور وہ پڑھنا لکھنا جو ہر علم دوست آدمی اپنی عادت

اور اپنے شوق سے روزانہ کرتا ہے اور اساتذہ مقابلتاً اس کے زیادہ عادی ہوتے ہیں مزید برآں۔ اُن لوگوں کو جنھیں مدرسہ کی بیگار سے سابقہ نہیں پڑا ہے سخت تعجب ہوگا کہ معلم صاحبان پڑھانے کے لئے تیاری بھی نہیں کرتے پھر بھی دو تین گھنٹے گھر پر ان کو مدرسہ کے کام میں صرف کرنا پڑتے ہیں، یہ کیا بات ہے؟ سنئے :-

جیسا میں نے اوپر کہا ہے اول تو کوئی معلم مشکل سے ایسا ہوتا ہوگا جس کو کم سے کم دو اور بعض اوقات تین درجوں کی کسی نہ کسی قسم کی تحریری مشقوں کی اصلاح نہ کرنا پڑتی ہو، ہر درجہ میں کم سے کم تیس سے لیکر ۵۰ تک طلبہ ہوتے ہیں، شمار کیجئے کہ مشقوں کی کل تعداد کتنی ہوئی اور اُن کو غور سے آخر تک پڑھنا اور نہایت احتیاط سے ان کی اصلاح کرنا کس قدر مشکل کام ہے اور اس میں کس قدر وقت صرف ہو جاتا ہوگا، پھر اس پر ستم یہ ہے کہ سر معلم صاحبان اصول تعلیم کو نظر انداز فرما کر اس امر پر بہت زور دیتے اور سختی کرتے ہیں کہ اصلاح اس قدر احتیاط کے ساتھ کی جائے کہ کسی کاپی میں کہیں ایک حرف غلط بھی چھوٹنے نہ پائے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اساتذہ رو رو کر اس وبال کو بھگتتے ہیں اور دوسرے کام جو تعلیمی اہمیت میں اس سے زیادہ ہیں رہ جاتے ہیں مثلاً اسباق کی تیاری اور ذاتی وسعت معلومات کی ترقی، پھر صرف یہ اصلاحی کام ہی نہیں ہے جو اس قدر مصیبت بن گیا ہے، ڈائری کی تیاری اور اس کے سلسلہ میں

بال کی کھال نکالنا، مدرسہ کے لئے مختلف اعداد و شمار کے نقشے تیار کرنا، جماعتوں کے رجسٹر کی خانہ پری اور تکمیل، اس کے ساتھ غیر نصابی بیگاریں اور مدرسہ کے اوقات کے علاوہ بھی لڑکوں کو اس غرض سے پڑھانا کہ مدرسہ کا نتیجہ بہتر رہے، اس طرح کی ذلیلیں ہر روز ہی بھگتنا پڑتی ہیں اور کافی وقت بیکار ضائع کر دیتی اور دماغ چر لیتی ہیں، اس قدر آفت و مصیبت میں تو غریب اساتذہ کی جان ہوتی ہے وہ کیا کیا کریں اور پھر سب سے بڑھ کر سر معلم اور دیگر افسران بالادست مثل سکرٹری، منیجر وغیرہ کی خوشامد اور غیر تعلیمی بیگار جس میں غیر سرکاری مدارس کے اساتذہ کو بعض جگہ تو بہت زیادہ وقت صرف کرنا پڑتا ہے۔

ان حالات میں اس کی سخت ضرورت ہے کہ یہ اصلاحی طریقہ جس میں معلم کا اس قدر وقت بے کار ضائع ہوتا ہے فوراً ترک کر دیا جائے۔ بے کار ضائع ہونے کی صورت یہ ہے کہ اصلاح طلبہ کے سامنے تو ہوتی نہیں اسلئے اول تو ان میں اتنی استعداد نہیں ہوتی کہ وہ بغیر سمجھائے خود سمجھ لیں کہ کیا غلطی تھی اور کیوں اصلاح دی گئی، پھر یہ کوئی ایسا کام نہیں ہوتا جس میں ان کو دلچسپی ہو، وہ غور کر کے سمجھنا تو درکنار اس کو بالکل نظر انداز کر دیتے ہیں بعض مدارس میں تو اس کا یہ علاج کیا گیا ہے کہ وہاں ہر اصلاح کو کئی بار لکھنا ضروری قرار دیا گیا ہے تاکہ اسی طرح اصلاح طلبہ کی نظر سے گذر جائے، مگر میرے خیال میں ایسے نظر سے گذرنے سے کوئی فائدہ نہیں کہ اصلاح

بغیر سمجھے ہوئے نقل کر دی جائے اور تجربے نے بھی یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ طریقہ نہایت غلط ہے اور اس سے طلبہ کی استعداد میں ہرگز کوئی اضافہ نہیں ہوتا، جو غلطیاں سال کے شروع میں پائی جاتی ہیں وہ آخر تک اسی طرح موجود رہتی ہیں۔

ان ہی دقتوں کو مدنظر رکھ کر یورپ اور امریکہ کے مستند ماہرین تعلیمات نے اصلاح کے دوسرے اصول وضع کئے ہیں جو پورے طور پر کارآمد اور بہت مفید ہیں اور ان کے ذریعہ سے نہ صرف اساتذہ کی اس قدر محنت بچ جاتی ہے اور دماغ محفوظ رہتا ہے بلکہ طلبہ کو بھی پورا فائدہ ہوتا ہے اور سب سے اہم شرط یعنی طلبہ کے سامنے اصلاح دی جائے یا اصلاح ان کو سمجھا دی جائے بھی پوری ہو جاتی ہے، وہ اصول ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:۔

ا۔کل جماعت کی کاپیاں روزانہ نہ دیکھی جائیں بلکہ جماعت کو مناسب حصوں میں تقسیم کر دیا جائے کہ:۔

(الف) ہر استعداد کے لڑکے ہر حصے میں موجود ہوں

(ب) جماعت کے کل طلبہ کی ایک ایک مشق ہفتہ یا مہینہ میں کم سے کم ایک بار ضرور دیکھی جائے، البتہ کل کاپیوں پر ایک سرسری نظر ڈالنا اور دستخط کرنا ضروری ہے تاکہ لڑکے توجہ سے مشق کرتے رہیں اور لکھنے سے بے پروا نہ ہو جائیں۔

۲۔ ہر حصے یا گروہ کی مشقیں دیکھنے کے دوران میں معلم ایسی اغلاط کی ایک علیحدہ فہرست بنائے جو عام طور پر کل گروہ میں پائی جاتی ہیں اور اس کی علیحدہ جو مختلف لڑکوں میں انفرادی طور پر پائی جاتی ہیں۔

۳۔ آئندہ موقعے (TURN) پر جو بجائے دوسری مشق کے، اصلاح کا موقع ہونا چاہئے۔ عام غلطیاں کل درجہ کے سامنے اچھی طرح سمجھا دی جائیں اور جہاں ضروری ہو طلبہ کو ان کا اندراج بھی کرا دیا جائے یا اُن کی مشق کرا دی جائے اور خاص غلطیاں جو ایک ایک دو دو طلبہ میں پائی جاتی ہیں وہ ان کو علیحدہ سمجھا دی جائیں اور ضرورت ہو تو ان کا اندراج بھی کرا دیا جائے۔ غلطیوں کی تعداد کم ہونے کی حالت میں ضروری نہیں کہ آئندہ موقعے پر پورا گھنٹہ اس میں صرف کر دیا جائے، کچھ وقت اصلاح کو دے کر دوسری مشق کرائی جا سکتی ہے۔

۴۔ جس گروہ کی کاپیاں معلم نے دیکھی ہیں اس گروہ کو اس موقع پر اجازت دی جائے کہ وہ اپنی تصنیفات پڑھ کر درجہ کو سنائے اور ان پر تبادلۂ خیال، تنقید اور تبصرہ ہو، مگر اس کے لئے ضروری ہے کہ اُن گروہوں کی اصلاح یا پڑھنے کی باریاں مقرر کر دی جائیں اور یہ کسی کو نہ معلوم ہو سکے کہ اس بار کس گروہ کی جانچ ہو گی ورنہ یہ ہو جائے گا کہ صرف اپنی باری پر تو گروہ توجہ سے مضمون لکھیں گے ورنہ نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ طلبہ کو اس کا کبھی علم نہ ہونے پائے

کہ کل درجہ گردہوں یا حصوں میں منقسم ہے اور صرف ایک حصہ کی کاپیاں اس موقعے پر جانچی جائیں گی۔

۵۔ جس وقت طلبہ مشق کے کرنے میں مصروف ہوں معلم کو چاہئے کہ ان کے پاس جا کر دیکھے کہ انھوں نے جتنا لکھا ہے اس میں کیا غلطیاں کی ہیں اور اُن لڑکوں کے کام کی خاص طور پر نگرانی کرے جو کمزور ہوں اور ان کی غلطیاں بتلا کر ان کی صحت کرے۔ اس طرح بھی اصلاح کے کام میں بے حد سہولت ہو جائے گی اور اُن کے سامنے بھی اصلاح ہوتی جائے گی جس کو وہ پورے طور پر سمجھ سکیں گے۔ مگر یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب معلم کو اس بات کا یقین ہو کہ اس طرح کی بار بار مداخلت لڑکوں کے لئے نقصان رساں نہ ہو گی اور اُنکے سلسلۂ خیال کو منقطع نہ کر دے گی۔

(۱۸) خاتمہ

خدا کا شکر ہے کہ یہ مختصر نگارش بالآخر تمت بالخیر کے مرتبہ تک پہنچ گئی اور میں اس پریشانی سے آج آزاد ہو گیا جو اس کی طوالت کی وجہ سے مجھ کو لاحق ہو گئی تھی، اس کتاب کی تصنیف ایسی عدیم الفرصتی کے زمانہ میں ہوئی ہے کہ وقت کی تنگی اور کام کی زیادتی کی وجہ سے مجکو بالکل موقع نہ ملتا تھا کہ میں اس کی ترتیب و تدوین کی طرف پوری توجہ کر سکتا

اور اس کا حسب دل خواہ تکمیل کو پہونچنا ناممکن معلوم ہونے لگا تھا۔ بہر حال آج بحمداللہ اس سے فراغت ہو گئی اور میں نہایت خوش ہوں کہ وہ تمام مواضیع و مباحث جو اظہار و تصنیف سے دور یا نزدیک کسی طرح کا بھی علاقہ رکھتے ہیں سب اس میں آ گئے ہیں، یہاں تک کہ اساتذہ کی موجودہ مشکلات اور اصلاح کا اہم مسئلہ جو فی زمانہ ہمارے مدارس کے لئے ایک مشکل ترین مسئلہ بن گیا ہے، اس کا حل بھی پیش کرنے کی میں نے کوشش کی ہے۔

ساتھ ہی آخر میں دو ضمیمے بھی شامل کرتا ہوں۔ پہلے میں تو موجودہ ثانوی مدارس کے لئے اُردو کا مکمل نصاب تعلیم انتہائی تدریج کے ساتھ پیش کیا گیا ہے اور دوسرے میں تقریباً اسی تدریجی طریقہ پر مدرسے کی کل جماعتوں کے لئے مفید مشقیں مہیا کی گئی ہیں۔ یہ ذخیرہ کچھ میرا موضوعہ اور کچھ انگریزی کی بعض عمدہ، نادر اور جدید کتابوں سے انتخاب کیا ہوا ہے اور ایک طرح سے گویہ بالکل غیر مکمل ہے، اس وجہ سے کہ مشقیں محض خاکے کی حیثیت رکھتی ہیں اور ان کو اساتذہ بغیر خود کاوش کئے کام میں نہیں لا سکتے تاہم اس اعتبار سے یقیناً بے کار نہیں بلکہ بیحد مفید ہیں کہ ان کی مدد سے مختلف جماعتوں کی استعداد کے مطابق مناسب، دلچسپ اور نتیجہ خیز مشقیں تیار کی جا سکتی ہیں۔

ضمیمہ (۱)

مکمل نصابِ تعلیم اردو برائے مدارس ثانوی (HIGH SCHOOLS)

(الف) مطالعہ یا کتابی تعلیم

منزل (۱)

ابتدائی کام (موجودہ جماعت سوم و چہارم)

نصاب کے اس حصے کا مقصد اصول زبان کی تعلیم کی بنیاد رکھنا ہے۔ اس زمانے میں بچہ کو صحت کے ساتھ کتاب پڑھنا سکھا دینا چاہیئے، قواعد کے ضروری ارکان بھی یاد کرا دینا نہایت ضروری ہے اور ساتھ ہی اس کی بھی اشد ضرورت ہے کہ بچہ صفائی اور صحت کے ساتھ لکھنا سیکھ لے۔

ہم یہ فرض کئے لیتے ہیں کہ اس منزل میں پہنچتے پہنچتے بچہ حروف کی مختلف اشکال اور تغیرات کا ماہر ہو چکا ہو گا اور الفاظ کے پہچاننے اور پڑھنے میں اس کو بالکل تکلف نہ ہونا ہو گا، اس لئے موجودہ مطمح نظر صرف یہ ہو گا کہ

اس کو عبارت کا روانی، بے تکلفی اور موثر طریقہ سے بآواز بلند پڑھنا سکھایا جائے تاکہ آئندہ چل کر اس میں خاموش مطالعہ کی استعداد پیدا ہو سکے، نیز صحت کے ساتھ نظم سے پڑھنا اور الفاظ، فقروں اور پیروں کے معانی و مطالب کی توضیح کر سکنا، نظم کی نثر کامیابی و بے تکلفی سے بنا سکنا بھی انھی جماعتوں میں آجانا چاہئے۔

اس مقصد کے حاصل کرنے کے لئے پہلے عام زبان کی کتاب جو نہایت سہل ہو گی پڑھائی جائے گی اور مناسب استعداد پیدا ہو جانے کے بعد ادبی کتاب پڑھانا شروع ہو گا۔

نثر:۔ نثر کی تعلیم کے سلسلہ میں مندرجۂ ذیل امور کا خاص لحاظ رکھا جائے گا۔

۱۔ مشکل الفاظ کے معانی ذہن نشین کرانا۔

۲۔ مناسب اوقاف کے ساتھ پڑھنا سکھانا۔

۳۔ نفس مضمون پر سوالات۔

۴۔ تلفظ اور لہجہ کی اغلاط کی اصلاح۔

۵۔ ایسی غیر نصابی کتابوں کا پڑھنا جو استعداد کے مطابق ہوں۔

نظم:۔ کی تعلیم کے ساتھ مندرجۂ ذیل امور قابل لحاظ ہوں گے:۔

لطف اندوز ہو سکیں گے۔

ان جماعتوں میں طلبہ کو خاموش مطالعہ کی کچھ دیر برابر مشق کرائی جائے گی، تاکہ پڑھنے کی رفتار میں ترقی ہو۔ اگر ممکن ہو تو ایسا بھی کیا جا سکتا ہے کہ طلبہ کو یہ اختیار دے دیا جائے کہ وہ بلند خوانی کے لئے خود اپنے انتخابات لے کر درجہ میں آئیں۔ ان جماعتوں میں کتب خانے کی طرف بھی زیادہ توجہ دلانے کی ضرورت ہے۔ بلکہ ہر بچے کو اپنے مطالعات یا خواندہ کتابوں کی ایک باقاعدہ فہرست رکھنا چاہئے، جس میں وہ ہر کتاب کے سامنے اپنی رائے، پسند یا اس کتاب کے مطالب کے متعلق اپنی ذاتی تنقید لکھیں۔ مثلاً میں نے اس کتاب کو پسند کیا اس وجہ سے کہ............ یا میں نے اس کتاب کو ناپسند کیا اس وجہ سے کہ............

(نثر)

نصاب کا مواد

۱۔ **حکایات و قصص**: جنوں اور پریوں کے قصے جن سے بچوں کو بالطبع رغبت ہوتی ہے مگر یہ قصے تخیلی ہونا چاہئے اور دلچسپ حیرت انگیز اور بہادرانہ واقعات پر مشتمل ہوں۔

۲۔ سوانحی اور تاریخی اقتباسات جن کا تعلق بادشاہوں، قومی شخصیتوں اور بزرگان دین کے حالات سے ہو۔

۳۔ جدید ایجادات و معلومات سے تعلق رکھنے والے واقعات مثلاً دخانی مشینوں اور گراموفون وغیرہ کی ایجاد، امریکہ کی دریافت اور قطبین کی مہم وغیرہ۔

۴۔ آسان اور دلچسپ مکالمات اور تمثیلی اقتباسات۔

۵۔ تفصیلی مناظر، شہروں اور جنگوں کے وغیرہ قدرتی۔

قابل لحاظ امور

۱۔ الفاظ مشکلہ کے معانی۔

۲۔ مناسب اوقاف کے ساتھ بلند خوانی۔

۳۔ نفس مضمون پر سوالات۔

۴۔ خلاصہ نگاری۔

۵۔ تلفظ اور لہجہ کی اصلاح۔

۶۔ سمجھ کر تیز بلند خوانی کی مشق۔

۷۔ خاموش مطالعہ کی اچھی مہارت۔

۸۔ الحاقی یا ضمنی مطالعہ (SUPPLIMENTORY READING) یعنی

علاوہ مخصوص نصاب کے وسعت معلومات اور مزید مشق کے لئے کچھ کتب کا پڑھنا جو کم سے کم دو سو صفحات کی ہوں۔

۹۔ محاورات و امثال جو مخصوص نصابی کتابوں میں پڑھی جائیں انکا استعمال۔

۱۰۔ زبان کے معلم خصوصی کی ہدایت اور نگرانی میں اپنی استعداد کے مطابق مدرسہ کے کتب خانے کی کتابوں کا مطالعہ۔

۱۱۔ کم سے کم ۲۵ مختلف مصادر سے بنے ہوئے محاورات کی ایک فہرست تیار کرنا اور ان کو اپنے بنائے ہوئے مختلف فقروں میں استعمال کرنا مثلاً ٹپکنا آم ٹپکنا، رال ٹپکنا، اوپر سے ٹپک پڑنا وغیرہ

۱۲۔ الفاظ کی اصل یا مادوں اور ان سے بنے ہوئے مختلف الفاظ کی ایک فہرست تیار کرنا مثلاً کتاب۔ کتابت، کاتب، مکتوب۔ مکتوب الیہ، مکتب، کتابی وغیرہ۔

۱۳۔ پیراگراف کا مفہوم سمجھنا، مسلسل عبارت کو متعدد پیراگراف میں تقسیم کرنا اور اُن پر مناسب عنوانات قائم کرنا۔

(نظم)

نصاب کے لئے مواد

۱۔ تخیلی ـــــ منظوم خیالی حکایات، غزلیات کے قسم کی نظمیں جو

عاشقانہ نہ ہوں۔

۲۔ تفصیلی ـــــ مناظر فطرت اور عمارات کی تعریف۔

۳۔ بیانی ـــــ مرثیہ، منظوم واقعات مثل شاہنامہ وغیرہ

۴۔ حب وطن سے تعلق رکھنے والی نظمیں۔

۵۔ اخلاقی ـــــ پند ونصائح۔ اس میں نتیجہ خیز حکایات بھی شامل ہیں۔

قابل لحاظ امور

۱۔ موزونیت۔ قافیہ۔ ردیف پر خاص زور دینا اور بچوں کی توجہ مرکوز کرنا چاہئے۔

۲۔ صحت اور لطف اندوزی کے ساتھ بلند خوانی۔

۳۔ نظم کی نثر کرنے کی مشق اور شعر کے ضروری نکات کی تشریح نیز نفس خیال کا معلوم کرنا۔

۴۔ آسان، مترنم اشعار اور نظموں کو زبان یاد کرانا جن کی تعداد کم سے کم سوا اشعار ہو۔

۵۔ بیت بازی۔

۶۔ شعر، بیت، فرد، مصرع، نثر اور نظم کا فرق جاننا۔ اس سلسلہ میں صرف ظاہری خصوصیات ہی سے بحث کی جائے گی۔

۷۔ بندوں اور نظموں کے خلاصے، اور نفس خیال بتانا۔

منزل (۳)

تعمیری اور مشقی کام (موجودہ جماعات ہفتم و ہشتم)

یہ منزل وسطی منزل ہے اور یہاں بنیادی وابتدائی کام سے بلندی کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ اگر ہم کو دو سابق منزلوں کے کام میں کامیابی ہوئی ہے تو اس منزل میں پہونچ کر طلبہ میں عام مطالعہ سے اچھی خاصی دلچسپی پیدا ہو جانا چاہئے اور معلم کی ذراسی حوصلہ افزائی اُن کو کتب خانے کے صحیح استعمال تک راہ نمائی کرے گی۔ اس منزل میں طلبہ کو نظم سے بھی کافی دلچسپی پیدا ہو جانا چاہئے اور نظم کو شوق سے پڑھنا، سمجھنا اور ایک مخصوص ذوق پیدا کرلینا چاہئے۔

ان جماعتوں میں بلند خوانی صرف نظم تک یا نثر کے ان اقتباسات تک محدود رہنا چاہئے جو صناعی کا اعلیٰ نمونہ ہوں۔ طلبہ کو اس بات کا شوق دلانا چاہئے کہ وہ درجہ میں اپنی بلند خوانی کے لئے خود اپنے انتخابات لائیں۔ اس سلسلہ میں تمثیلات کا متعاونہ طور پر یعنی کئی لڑکوں کا سوال وجواب کرتے ہوئے مل کر پڑھنا نہایت مفید ہے۔ بہتر تو یہ ہے کہ

اصلی بلند خوانی سے قبل ہر شخص کا کردار مقرر کر کے اس کی ایک بار مشق کرا دی جائے۔

اِن جماعتوں کے طلبہ سے یہ بھی امید کی جاتی ہے کہ وہ اعلیٰ تر استعداد کی عام کتابوں کے متعلق رائے دے سکیں گے اور تنقید کر سکیں گے۔ خاموش مطالعہ زیادہ تر معلم کی راہ نمائی میں اسی طرح ہونا چاہئے جیسا منزل سابق میں اور کتب خانے کی اعانت سے۔

نصاب کے لئے مواد

اس منزل میں آ کر جماعت سابقہ کے نصاب کے مواد میں ذیل کا اضافہ ہونا ضروری ہے :-

۱۔ فکری اقتباسات۔

۲۔ اخلاقی اقتباسات۔

۳۔ سائنس سے متعلق واقعات وحکایات۔

۴۔ چھوٹے چھوٹے افسانے۔

۵۔ الحاقی یا ضمنی مطالعہ کم سے کم دو سو پچاس صفحات پر مشتمل ہونا چاہئے۔

نثر

قابل لحاظ امور

اس سلسلہ میں منزل سابق میں دیے ہوئے نکات میں ذیل کا اضافہ ہو جائے گا۔

۱۔ عبارت کا نفس مطلب معلوم کرنا۔

۲۔ خلاصہ نگاری

۳۔ عبارت کے اہم اور غیر اہم نکات۔

۴۔ سمجھ کر تیز بلند خوانی کر سکنا۔

۵۔ خاموش مطالعہ کی اچھی مہارت۔

۶۔ بلند تر استعداد کی عام کتابوں کا مطالعہ، کتب خانے کا بہتر استعمال اور پڑھی ہوئی کتابوں پر بہتر تنقید، معلم کی زیر نگرانی عام مطالعہ۔

۷۔ مخصوص نصابی کتابوں میں سے مرکب الفاظ کو چن کر علیحدہ فہرست بنانا اور ان کا تجزیۂ صرفی مثلاً زادراہ، خانہ خراب۔ گرہ کٹ وغیرہ

۸۔ اسم اور صفت سے مصدر یا حاصل مصدر بنانا جیسے دھکا — ڈھکیلنا، دھکیانا، گرم —— گرما گرمی۔ گرم جوشی، دل گرمی وغیرہ

۹۔ متضاد اور مترادف الفاظ کی فہرست تیار کرنا۔

۱۰۔ کم سے کم پچھتر مصادر سے بنے ہوئے مختلف محاورات کی فہرست

بنانا اور اُن کو جملوں میں استعمال کرنا۔

۱۱۔ ضروری تلمیحات کا جاننا۔

۱۲۔ عبارات کی اپنے طرز پر بازنگاری۔

۱۳۔ سوابق (PREFIXES) کی مدد سے الفاظ بنانا اور ان کو جملوں میں استعمال کرنا مثلاً بند ــــ نہ بند، خراش ــــ دل خراش، ان۔ گڑھ نا۔ گوار وغیرہ۔

۱۴۔ لواحق (SUFFIXES) کی مدد سے الفاظ بنانا اور ان کو جملوں میں استعمال کرنا مثلاً دل ــــ دل گیر، دل دار، شکار ــــ شکار گاہ، شکار بند وغیرہ۔

۱۵۔ عربی الاصل و فارسی الاصل الفاظ منتخب کرکے ان کا تجزیہ صرفی کرنا۔

۱۶۔ سو مختلف مصادر سے نکلے ہوئے محاورات کی فہرست مرتب کرنا اور ان کو جملوں میں استعمال کرنا۔

۱۷۔ تلمیحات سے بنے ہوئے محاورات کا اندماج کرنا اور ان کو جملوں میں استعمال کرنا مثلاً شق القمر، حسن یوسف۔

۱۸۔ عبارات و اقتباسات کی توضیح، تلمیحات کی تشریح اور تشریح کرنے کا صحیح طریقہ۔

۱۹- دی ہوئی عبارت کو مفصل تر یا مجمل تر بنا سکنا۔

(نظم)

قابل لحاظ امور

یہاں بھی منزل سابقہ کے دیے ہوئے نکات میں ذیل کا اضافہ ہو جائے گا:۔

۱۔ اشعار کی مفصل تر اور زیادہ باقاعدہ اور زیادہ اصولی تشریح۔

۲۔ شاعر کے جذبات و احساسات سے متاثر ہونا۔

۳۔ اس طرح سے سمجھ کر بلند خوانی کرنا جس سے سننے والوں کے لئے مفہوم کی وضاحت ہوتی جائے اور وہ متاثر بھی ہوں۔

۴۔ طلبہ کو کم سے کم ڈیڑھ سو اشعار اس دو سال کے عرصہ میں ضرور حفظ کرائے جائیں۔

۵۔ بیت بازی، مگر یہاں صحت کے ساتھ پڑھنے اور اچھے اشعار پیش کرنے پر زور دیا جائے گا۔

۶۔ قطعہ، غزل، مرثیہ، قصیدہ اور مثنوی کا فرق، مگر صرف خارجی خصوصیات ہی سے بحث کی جائے گی۔

۷۔ حسن مطلع، مطلع، مقطع، ردیف، قافیہ اور بحر وغیرہ کا فرق، مگر یہاں بھی ظاہری خصوصیات نہ ہی مدنظر رہیں گی۔

منزل (۴)

ترقی یافتہ کام (موجودہ جماعات نہم و دہم)

اگر منازل ماسبق کا کام کامیابی کے ساتھ انجام پذیر ہوا ہے تو اس منزل میں پہنچ کر طلبہ کو کتب بینی کا ایک چسکا پڑ جانا چاہئے تاکہ وہ کتب خانہ سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے لگیں اور اس طرح اپنے میں نثر و نظم کے لئے ایک انفرادی مذاق پیدا کرلیں۔ اب تو ان کو نظم میں اچھی طرح لطف آنا چاہئے اور ان کو اس قابل ہو جانا چاہئے کہ وہ نثر و نظم کو سمجھنے اور اس پر ناقدانہ نظر رکھتے ہوں اور ان کی تحریر میں ایک خاص قلم کا رانہ شان پیدا ہو جانا چاہئے۔

بلند خوانی محض نظم اور اعلیٰ قسم کی نثر تک، بالکل محدود رہنا چاہئے، خاموش مطالعہ اور آزاد مطالعہ کو بہت زیادہ ترقی دینا چاہئے اسکالمات و تمثیلات کو متعادنہ طریقہ سے پڑھنے کی اور بھی زیادہ مشق ہو اور کتب خانے کے کام کو بھی وسیع تر ہو جانا چاہئے۔ نیز اس منزل کے طلبہ سے امید کی جاتی ہے کہ بلند تر استعداد کی عام کتب کا مطالعہ کریں گے اور نہایت باقاعدہ طور پر مفصل تبصرے اور تنقیدیں بھی لکھ سکیں گے بلکہ اپنے تنقیدی اندراجات کو

مرتب بھی کر سکیں گے یعنی غیر مرتب تنقیدی اشارات و اندراجات کو ایک مرتب و مکمل مضمون میں منتقل کر دینا۔

نصاب کے لئے مواد

یہاں پہنچ کر منزل سابق میں دیئے ہوئے نکات میں حسب معمول ذیل کا اضافہ ہو جائے گا۔

۱۔ ادبی اور قلم کارانہ اقتباسات۔
۲۔ تنقیدی عبارات و اقتباسات۔
۳۔ حفظ کرنے کے لئے انفرادی ذوق کے مطابق عمدہ اور اعلیٰ اشعار کا انتخاب۔

(نثر)

قابل لحاظ امور

منزل سابق کے نکات کے ساتھ نثر کی تعلیم میں مندرجۂ ذیل باتیں خاص کر ملحوظ رکھی جائیں:۔

۱۔ ایک اقتباس کے اہم اور غیر اہم نکات کا معلوم کرنا۔
۲۔ تخلیق نگارش۔

۳۔ خاموش مطالعہ کی کامل مہارت۔

۴۔ کتب خانے کی اعلیٰ کتابوں سے فائدہ اٹھانا اور ہر ایک کے متعلق معیاری تنقیدوں کے مکمل اندراجات محفوظ رکھنا۔

۵۔ مخصوص نصابی کتابوں سے مرکب الفاظ کا انتخاب اور اُن کا تجزیۂ صرفی۔

۶۔ سو مختلف مصادر سے مشتق محاورات کی ایک فہرست بنانا اور اُن کو جملوں میں استعمال کرنا۔

۷۔ اہم اور ضروری تلمیحات کا جاننا۔

۸۔ سوابق و لواحق کی مدد سے الفاظ بنانا۔

۹۔ عربی الاصل و فارسی الاصل الفاظ کا انتخاب اور ان کا تجزیۂ صرفی۔

۱۰۔ حسب سابق تلمیحات سے محاورات بنانا اور اُن کو فقروں میں استعمال کرنا۔

۱۱۔ عبارات و اقتباسات کی تشریح تلمیحات و اشارات کی توضیح اور اس کے اصول۔

(نظم)

قابلِ لحاظ امور

منزلِ سابق کے نکات کو شامل کرتے ہوئے ذیل کے امور پر خاص توجہ

کی جائے گی۔

۱۔ اشعار کی نہایت مفصل اور اصولی تشریح۔

۲۔ مروجہ تمام اصناف و اشکالِ نظم کو پہچاننا اور ان کی خارجی و داخلی خصوصیات سے واقف ہونا۔

۳۔ آسان بحر والے اشعار کی تقطیع کرسکنا۔

۴۔ جن شعرا کا کلام نصاب میں داخل ہو اُن کے سوانح حیات کا جاننا اور ان کے کلام پر تنقیدی نظر رکھنا۔

۵۔ تخلیص نگاری اور اقتباسات کا نفس مطلب یا مرکزی خیال معلوم کرنا۔

(ب) قواعد زبان ۔ علم ہجا، علم صرف اور علم نحو وغیرہ کی تعلیم

منزل (۱)

موجودہ جماعت سوم

(الف) علم ہجا:۔ حرکات، تشدید، جزم اور وقف۔

(ب) علم صرف:۔ طلبہ کو مندرجۂ ذیل ارکان کلام کی تعلیم اور پوری مشق

کرا دینا چاہئے۔

۱۔ اقسام لفظ ——— کلمہ، مہمل

۲۔ اقسام کلمہ ——— اسم، صفت، ضمیر، فعل، تمیز، حرف۔

۳۔ اقسام اسم ——— مصدر، مشتق، جامد۔

۴۔ اقسام اسم جامد ——— معرفہ، نکرہ

۵۔ اقسام فعل ——— ماضی، حال، مستقبل۔

۶۔ اقسام تمیز ———

۷۔ اقسام حرف ——— حرف عطف۔ حرف ندا، حرف جار

موجودہ جماعت چہارم

• اس جماعت میں ارکان کلام زیادہ وضاحت کے ساتھ بتلائے جائیں گے مگر حسب سابق تعریفوں میں اختصار سے کام لیا جائے گا، نیز باشتمال سابق مندرجۂ ذیل ارکان کی تعلیم دی جائے گی:۔

(الف) علم ہجا:۔

۱۔ حرکات ——— فتحہ، کسرہ، ضمہ

۲۔ سکنات ——— وقف، جزم

۳۔ حذف ——— تشدید، تنوین

۴۔ حروف ابتث ــــ یائے معروف، یائے مجہول، نون ظاہر، نونِ غنہ۔

(ب) علم صرف :۔

۱۔ اقسام مشتق ــــ اسم فاعل، اسم مفعول۔

۲۔ اقسام جامد ــــ اسم ذات، اسم صفت

۳۔ اقسام فعل ــــ تام، ناقص اور لازم، متعدی

۴۔ اقسام زمانہ ــــ ماضی، حال، مستقبل۔

۵۔ اقسام حرف ــــ علاماتِ فاعل و مفعول

منزل (۲)

موجودہ جماعت پنجم

باشتمال سابق ذیل کے ارکانِ کلام کی تعلیم دی جائے گی :۔

(الف) علم ہجا :۔

حروف ابتث ــــ الف مقصورہ، الف ممدودہ، واؤ معروف، واؤ مجہول۔

(ب) علم صرف :۔

۱۔ لفظ اور کلمہ کا فرق، کلمہ اور کلام کا فرق۔

۲۔ لوازم اسم ــــــ تعداد، جنس، صیغہ (تکلم)

۳۔ اقسام اسم مشتق ــــ اسم فاعل، اسم مفعول، حاصل مصدر

۴۔ اقسام مصدر ــــــ اصلی، فرعی، طریق تعدیہ۔

۵۔ قائم مقام اسم ــــــ ضمیر، اشارہ

۶۔ اقسام فعل ــــــ ماضی، حال، مستقبل، مضارع، امر، نہی۔

۷۔ اقسام تمیز۔

۸۔ اقسام حرف ــــــ حرف علت، حرف استثنیٰ، حرف نفی۔

۹۔ تجزیۂ صرفی ــــــ اسم، صفت، ضمیر، فعل، حرف۔

(ج) علم نحو:۔

۱۔ اجزائے جملہ ــــــ مسند الیہ، مسند، فاعل، مفعول، فعل، مبتدا، خبر۔

۲۔ اقسام مرکب ــــــ مفید، ناقص، مطلق، تابع۔

۳۔ اقسام مرکب ناقص ــ مرکب اضافی، مرکب توصیفی۔

۴۔ ترکیب نحوی ــــــ جملہ مفرد (SIMPLE SENTENCE)

۵۔ نصابی کتابوں میں سے جملوں کے فاعل اور فعل خاص بتانا اور اُن سے جملے بنانا۔

موجودہ جماعت ششم

(الف) علم ہجا :- واؤ معدولہ، ہائے ملفوظی، ہائے مختفی، ہائے مخلوط

(ب) علم صرف :-

۱۔ اسم ــــ اقسام جنس، تکلم، حالت۔

۲۔ اقسام اسم نکرہ ــــ اسم آلہ، اسم عام، اسم ظرف۔

۳۔ اقسام صفت ــــ ذاتی، تعدادی، مقداری۔

۴۔ مندرجہ بالا تجزیہ صرفی۔

۵۔ فعل کی اپنے فاعل سے جنس، تعداد اور تکلم میں مطابقت۔

۶۔ فعل ــــ مکمل گردان۔

۷۔ اقسام حرف ــــ استفہام، تشبیہ، شرط، جزا اور ان کا تجزیہ صرفی

(ج) علم نحو :-

۱۔ اقسام مرکب ــــ تام و ناقص

۲۔ اقسام جملہ ــــ اسمیہ، فعلیہ، خبریہ، انشائیہ۔

۳۔ کسی قدر پیچیدہ مفرد جملوں کی ترکیب نحوی

۴۔ نصابی کتب میں سے پیچیدہ جملوں میں مسند الیہ، مسند اور فاعل،

مفعول بنانا اور ان جملوں کو مفرد جملوں میں تقسیم کرنا۔

منزل (۳)

موجودہ جماعت ہفتم

(الف) علم ہجا:۔

حروف اینث ___ حروف شمسی و قمری

(ب) علم صرف:۔

۱۔ اقسام اسم معرفہ ___ علم، ضمیر، اسم اشارہ۔

۲۔ اقسام اسم نکرہ ___ اسم مصغر، اسم مکبر، اسم جمع، اسم صوت۔

۳۔ اقسام اسم مشتق ___ اسم فاعل۔ اسم مفعول، اسم حالیہ۔ اسم آلہ مشتق، اسم ظرف مشتق، حاصل مصدر، صفت مشبہ۔

۴۔ اسم ظرف مشتق اور جامد کا فرق۔ اسم آلہ مشتق اور جامد کا فرق۔

۵۔ اقسام فعل ___ معروف، مجہول

۶۔ مختلف مصادر سے کل اقسام فعل کی گردان معروف و مجہول۔

۷۔ اقسام تمیز۔

۸۔ اقسام حرف ___ ترقی، تخصیص، تاکید، قسم، جواب، تحسین، نفرین،

ندبہ اور ان کا تجزیہ صرفی۔

(ج) علم نحو :۔

۱۔ اقسام مرکب ناقص ــــ مرکب اضافی، مرکب توصیفی، مرکب امتزاجی، مرکب غیر امتزاجی۔

۲۔ اقسام جملہ ــــ جملہائے مفرد کی تفصیلات ۔

۳۔ مفرد و مرکب جملوں کے پہچاننے کی مشق اور ان کی ترکیب نحوی۔

موجودہ جماعت ہشتم

(الف) علم ہجا :۔

۱۔ حرف ابجد

۲۔ ہائے حطی، ہائے ہوز

(ب) علم صرف :۔

۱۔ اقسام صفت ــــ ذاتی۔ نسبتی۔ تعدادی۔ مقداری

۲۔ مدارج صفت ذاتی ــ صفت نفسی۔ تفضیل بعض۔ تفضیل کل۔

۳۔ اقسام صفت تعدادی ــــ معین، غیر معین۔

۴۔ اقسام صفت مقداری ــــ معین، غیر معین۔

۵۔ ضمیر ــــ حالت، شخصیت۔

۶۔ اقسام تمیز۔

۷۔ مندرجۂ بالا ارکان کا تجزیۂ صرفی۔

(ب) علم نحو:۔

۱۔ اقسام مرکب ناقص ــــ اضافی، توصیفی، امتزاجی، غیر امتزاجی

۲۔ اقسام اضافت ــــ تملیکی، تخصیصی، توضیحی، ظرفی، ابنی، بیانی

بادنیٰ ملابست، تشبیہی، استعاری، اقترانی وغیرہ۔

۳۔ اقسام مرکب تام (جملہ) اسمیہ، فعلیہ، خبریہ، انشائیہ، اور اقسام انشائیہ۔

۴۔ اقسام فقرہ ــــ فقرہ خاص (PRINCIPAL CLAUSE) فقرۂ تابع (SUBORDINATE CLAUSE)

۵۔ وہ امتیازی الفاظ جن سے مختلف قسم کے فقراتِ تابع شروع ہوتے ہیں۔

۶۔ ترکیب نحوی ــــ مفرد اور آسان مرکب (COMPLEX) یا مشترک (COMPOUND) جملوں کی۔

نوٹ:۔ مندرجۂ بالا ہر جماعت کا کام شروع ہونے سے پہلے لازم ہے کہ سابقہ جماعتوں کے نصاب پر ایک سرسری نظرثانی ہو جائے۔

منزل (۴)

موجودہ جماعت نہم

الف۔ علم ہجا :۔

سابقہ جماعتوں کے نصاب پر غائر نظر ثانی۔

ب۔ علم صرف :۔

۱۔ اسم ـــ	تمام اقسام و	مکمل بیان و	تجزیۂ صرفی
۲۔ صفت ـــ	"	"	"
۳۔ ضمیر ـــ	"	"	"
۴۔ فعل ـــ	"	"	"
۵۔ تمیز ـــ	"	"	"
۶۔ حرف ـــ	"	"	"

۷۔ سوابق (PREFIXES) لواحق (SUFFIXES)

۸۔ اقسام توابع ـــ عطف، تاکید، بدل اور بدل کی قسمیں۔

۹۔ اقسام معہود ـــ ذہنی و خارجی۔

ج۔ علم نحو :۔

۱۔ مرکب ناقص — غائر نظر ثانی۔

۲۔ اقسام جملہ — مفرد (SIMPLE)، مرکب (COMPLEX)، مشترک (COMPOUND)، مخلوط (MIXED)، مطلق (INDEPENDANT) تابع (DEPENDENT)

۳۔ اقسام فقرہ — فقرۂ خاص (PRINCIPAL CLAUSE)
فقرۂ مساوی (COARDINATE CLAUSE)
فقرۂ تابع (SUBORDINATE OR DEPENDENT CLAUSE)
فقرۂ اسمی (NOUN CLAUSE)
فقرۂ وصفی (ADJECTIVE CLAUSE)
فقرۂ تمیزی (ADVERBIAL CLAUSE)

۴۔ اقسام جملۂ مرکب و مشترک — متانفہ، معترضہ، شرطیہ، ندائیہ، قسمیہ، دعائیہ، معطوفہ، معللہ، نتیجیہ، بیانیہ وغیرہ۔

۵۔ ترکیب نحوی — اجمالی (بلا تجزیۂ صرفی)، تفصیلی (مع تجزیۂ صرفی)

د۔ علم بیان و بدیع:۔

۱۔ دلالت — وضعی یا لغوی، التزامی۔

۲۔ تشبیہ — استعارہ، مجاز مرسل، کنایہ۔

۳۔ صنائع لفظی — جو عام طور پر زیادہ استعمال ہوتی ہیں۔

۴۔ صنائع معنوی ــــ جو عام طور پر زیادہ استعمال ہوتی ہیں۔

ہ۔ اقسام نثر:ــ

۱۔ خارجی۔ مسجع، مرجز، عاری۔

۲۔ داخلی ــــ سلیس، دقیق، سادہ، رنگین۔

و۔ اقسام نظم:ــ

۱۔ خارجی ــــ غزل، قصیدہ، مثنوی، مسمط، قطعہ، رباعی، ترکیب بند

ترجیع بند، مستزاد، فرد وغیرہ۔

۲۔ داخلی ــــ غزل، مدح، ہجو، واسوخت، واقعہ نگاری، ہزل و ظرافت، پند و موعظت، نظم وغیرہ۔

۳۔ ارکان و اقسام شعر ــــ قافیہ، ردیف، مطلع، مقطع، بند وغیرہ

ز۔ فصاحت و بلاغت۔

ح۔ اوقاف ــــ

اُردو نام	انگریزی نام	علامت
۱۔ ختمہ	FULL STOP	۔
۲۔ سکتہ	COMMA	،
۳۔ وقفہ	SEMI COLON	؛
۴۔ تفسیریہ	COLON	:

اُردو نام	انگریزی نام	علامت
۵۔ تفصیلیہ	COLON AND DASH	:—
۶۔ استفہامیہ	NOTE OF INTERROGATION	؟
۷۔ فجائیہ	NOTE OF EXCLAMATION	!
۸۔ قوسین	BRACKETS	( )
۹۔ واوین	INVERTED COMMAS	" "
۱۰۔ خط یا ڈیش	DASH	—
۱۱۔ زنجیرہ	HYPHEN	۲۷—
۱۲۔ تساویہ	SIGN OF EQUATION	=

موجودہ جماعت دہم

۱۔ کل سابقہ جماعتوں کے نصاب پر نظر ثانی اور عملی مشق۔

۲۔ تجزیہ صرفی و ترکیب نحوی کی مشق۔

نوٹ:۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کام ہلکا کرنے کی غرض سے جماعت نہم کا کچھ حصہ نصاب جماعت دہم کے لئے اٹھا رکھا جائے مگر اس کی مقدار اس قدر نہ ہو کہ مشق کے لئے کافی وقت نہ نکل سکے۔

(ب) تصنیف یا اظہار کی تعلیم

منزل (۱)

ابتدائی کام

موجودہ جماعت سوم

(تقریری)

۱۔ نصابی کتابوں میں پڑھی ہوئی کہانیوں کی بازگوئی۔
۲۔ دیکھی ہوئی چیزوں اور واقعات کی تفصیل۔
۳۔ تصاویری تصنیف ــــ سوالات و جوابات

(تحریری)

۱۔ نقل نویسی۔ نصابی کتب میں دی ہوئی نثروں اور نظموں کے اقتباسات کی نقل، جس کے مطابق اصل اور خوش خط ہونے پر خاص زور دیا جائے گا۔

۲۔ خوش خطی کاپی کا پابندی، احتیاط اور کثرت سے استعمال۔

موجودہ جماعت چہارم

(تقریری)

۱۔ نصابی کتابوں میں پڑھی ہوئی کہانیوں کی بازگوئی

۲۔ دیکھی ہوئی چیزوں، جگہوں، عمارات اور واقعات کی تفصیل۔

۳۔ روزمرہ کی ضروریات اور کاموں وغیرہ کے متعلق سوال وجواب۔

۴۔ تصاویری تصنیف ـــــ دقیق تر سوالات وجوابات۔

(تحریری)

۱۔ نقل نویسی ـــــ نصابی کتب میں دی ہوئی نثروں اور نظموں کے اقتباسات کا حسب سابق نقل کرنا جس کے مطابق اصل ہونے اور خوش خط لکھے جانے پر خاص زور دیا جائے گا۔

۲۔ خوش خطی کاپی کا پابندی، احتیاط اور کثرت سے استعمال۔

۳۔ املا ـــ پڑھے ہوئے اسباق میں سے نیز ایسے خارجی اقتباسات کا جو بچوں کی سمجھ اور استعداد سے باہر نہ ہوں۔

منزل (۲)

بنیادی کام

موجودہ جماعت پنجم

(تقریری)

۱۔ نصابی کتابوں میں پڑھی ہوئی کہانیوں کی بازبیانی اور اُن پر تبادلۂ خیالات۔

۲۔ دیے ہوئے نکات کی مدد سے کہانیاں بنانا۔

۳۔ مکالمے اور تمثیل کو ادا کرکے دکھانا۔

(تحریری)

۱۔ مندرجۂ بالا مشاغلِ تقریری کا زبانی ادا کر چکنے کے بعد لکھنا۔

۲۔ دیکھے ہوئے واقعات، جگہوں اور مناظر کی تفصیل نگاری۔

۳۔ خطوط نویسی اور اس کے ابتدائی اصول مثلاً القاب، آداب، ابتدا، خاتمہ، لفافے کا پتہ وغیرہ۔

۴۔ نقل نویسی ـــــ نصابی کتب کے عمدہ نثر و نظم کے اقتباسات کا جو

طلبہ کو پسند ہوں۔

۵۔ خوش خطی ـــــ نمونے کو سامنے رکھ کر لکھنا، مذکورہ شرائط کے ساتھ۔

۶۔ املا ـــــ اس سلسلے میں مندرجہ ذیل امور کا لحاظ رکھا جائے گا۔

۱۔ دماغ کو ایک چیز پر قائم کرنا اور توجہ کو ایک خاص نکتے پر مرکوز کرنا۔

۲۔ ہم آواز اور ایک تلفظ مگر مختلف املا رکھنے والے الفاظ۔

۳۔ ہم املا یا ایک ہجے رکھنے والے مگر مختلف المعانی الفاظ۔

۴۔ تصریف الفاظ یا ان کا صرفی استعمال۔

۵۔ ایک مادے سے مشتق الفاظ کا املا۔

موجودہ جماعت ششم

اس جماعت میں جماعت پنجم ہی کی ہدایات پر عمل ہوگا البتہ زیادہ تفصیل اور کچھ زیادہ بلند معیار کے ساتھ

منزل ۳
تعمیری اور مشقی کام
موجودہ جماعت ہفتم و ہشتم

(تقریری)

۱۔نصابی اور غیر نصابی پڑھے ہوئے افسانوں اور کہانیوں کی بازبیانی مگر زیادہ مفصل۔

۲۔دیے ہوئے نکات وحدود کی مدد سے کہانیاں اور قصے بنانا۔

۳۔روزمرہ کے واقعات، مناظر اور قدرتی حالات کے متعلق تبادلۂ خیالات اور مباحثے۔

(تحریری)

۱۔مندرجۂ بالا مشاغل تقریری کا زبانی ادا کر چکنے کے بعد لکھنا۔

۲۔خطوط نگاری اور اس کے اصول جن کا معیار سابق سے بلند ہوگا مثلاً زیادہ بہتر قسم کے القاب و آداب وغیرہ۔

۳۔ابتدائی ذوق کے اور آسان مباحث پر مضمون نگاری ــــ تفصیلات اور بیانات۔

منزل (۴)

ترقی یافتہ کام

موجودہ جماعات نہم و دہم

(تقریری)

۱۔مباحثہ ــــ مختلف فیہ مگر طلبہ کی دلچسپی کے مواضیع پر۔

۲۔ تقریر ــــ حسب استعداد مواضیع پر۔

۳۔ وضیح تفصیلات۔

۴۔ بے تکلفانہ تنقیدی تبادلۂ خیال۔

(تحریری)

۱۔ افسانہ نگاری۔

۲۔ اقتباسات کی خلاصہ نگاری۔

۳۔ نثر و نظم کے اقتباسات کی تشریح۔

۴۔ محاورات اور ضرب الامثال کا عبارت میں استعمال۔

۵۔ مضمون نگاری ــــ تفصیلی اور بیانی مضامین پر زیادہ اور فکری مواضیع پر کم۔

ضمیمہ (۲)

اظہاری مشقیں

نوٹ :- ان مشقوں میں بخوف طوالت صرف سوالات اور اشارات دیے گئے ہیں جن کی مدد سے اساتذہ خود مشقیں اور ان کا مواد مہیا کر سکتے ہیں۔

(۱) جماعت سوم وچہارم

تقریری

۱- آج کل دنیا میں جو سکے رائج ہیں ان میں جتنے کے تم نام جانتے ہو بتاؤ؟

۲- بتاؤ کہ لفافے کے مقابلے میں کارڈ کیوں زیادہ استعمال ہوتے ہیں؟-

۳- گونگے کی طرح مندرجہ ذیل باتیں اشاروں سے بتاؤ۔

۴- سخت دفتی کے ٹکڑے میں سے دی ہوئی لمبائی چوڑائی کا ایک مستطیل

کاٹ کر نکال دو اور پھر اس کو اپنی آنکھوں کے ۱۵ انچ پر قائم کرکے بتاؤ کہ اس کے اندر سے تم کو کیا کیا نظر آتا ہے؟

۵۔ دی ہوئی جبروں میں کیا عجیب بات ہے؟

۶۔ تم ایک منٹ میں جتنے مفرد اور جامد الفاظ سوچ سکتے ہو بتاؤ۔

۷۔ کمرے میں چاروں طرف نظر ڈال کر فوراً بارہ چیزوں کے نام لو۔

۸۔ مندرجہ ذیل اعداد کا یاد رکھنا کیوں آسان ہے:-

۶ ۵ ۴ ۳ ۲ ۱ ۸ ۷

۹۔ گفتگو کرتے وقت جسم کے کن حصوں کو حرکت ہوتی ہے؟

۱۰۔ دیے ہوئے جملوں کو زبان سے جلد جلد ادا کرو، بلا لحاظ اس کے کہ الفاظ پوری صحت کے ساتھ ادا ہوں۔

۱۱۔ ذیل کے جملوں کی اصلاح کرو:-

۱۲۔ یہ اشعار اگر نثر میں لکھے جائیں تو ان کی ترتیب میں کیا فرق ہو جائے گا؟

۱۳۔ دی ہوئی عبارت نثر ہے یا نظم؟

۱۴۔ دیے ہوئے سوالات کا 'ہاں' یا 'نہیں' میں جواب دو۔

۱۵۔ ان کہانیوں میں سے ایک جو تم چاہو درجے کے سامنے بیان کرو۔

۱۶۔ تمھاری عمر کیا ہے، آئندہ سال گرہ پر کیا ہو جائے گی، موجودہ سنہ کیا ہے، تمھاری تاریخ ولادت کیا ہے۔؟

۱۷۔ اگر میری عمر ۲۵ برس ۶ ماہ ہے تو میں تم سے کتنا بڑا ہوں، کیا ۱۰ برس کے بعد بھی میری تمھاری عمر میں یہی فرق رہے گا۔؟

۱۸۔ حامد ۱۵ برس کا ہے اور اس کا باپ ۴۵ برس کا، کیا دس برس کے بعد بھی اس کا باپ اس سے اسی طرح تگنا بڑا رہے گا؟

۱۹۔ ذیل کے واقعہ میں کون سی بات غلط ہے:۔

"ایک سپاہی جو سخت زخمی ہو گیا تھا، اور اپنے ہوش میں نہ تھا فوجی اسپتال میں گیا۔ اس کا ڈاکٹر نے معائنہ کیا اور بایاں بازو کاٹ دیا۔ وہ سپاہی بہت جلد اچھا ہو گیا، اسکا بھائی جو جنگ میں اندھا ہو گیا تھا اُسے دیکھنے آیا، سپاہی پر اس کے اس ہمدردانہ برتاؤ کا بہت اثر ہوا اور اس نے اپنے بھائی کے گلے میں باہیں ڈال دیں اور اسے پیار کیا"

۲۰۔ دی ہوئی چیزوں کی خصوصیات بتاؤ اور ان کے فوائد بھی۔

۱۔ چھری یا مسطر (۲) پنسل (۳) کھڑکی یا دروازے میں لگا ہوا شیشہ (۴) میز پوش (۵) کتاب (۶) قینچی (۷) کھریا وغیرہ۔

۲۱۔ اگر کوئی کہے کہ وہ کسی بات یا علم کو: الف، بے، سے، تک،

جانتا ہے تو اس کے کیا معنی ہیں ؟

۲۲. کوئی لطیفہ یا چھوٹا سا قصہ بیان کر کے طلبہ سے بازبیانی کرانا۔

(تحریری)

۱۔ دیے ہوئے الفاظ کے غلط ہجے کو صحیح کرو۔

۲۔ دیے ہوئے مصرعوں یا اشعار کی نثر کرو۔

۳. کتاب کے کسی صفحہ پر سے کچھ الفاظ پڑھو اور پھر کتاب بند کر کے ان کو لکھو۔

۴۔ دیے ہوئے الفاظ کو اس طرح ترتیب دو کہ مکمل جملے بن جائیں۔

۵۔ مندرجہ جملوں میں فعل کی جگہیں جو خالی ہیں وہاں پر دیے ہوئے افعال لکھواؤ۔

۶۔ ذیل کے اعداد کو پانچ مرتبہ پڑھ کر بغیر دیکھے ہوئے لکھو۔

۵ ۸۱۳ ۰۷ ۶۴۱۹

۷۔ دی ہوئی گردانوں میں بجائے دیے ہوئے افعال کے کھانا استعمال کرو۔

۸۔ کچھ جملے بناؤ جن کے شروع میں دیے ہوئے الفاظ استعمال کرو۔

۱۔ بتائی ہوئی عبارت کو پڑھو اور کتاب بند کر کے جس قدر تم یاد

رکھ سکتے ہو لکھو۔

۱۰۔ دی ہوئی دیہاتی زبان کی عبارت کو صحیح اردو میں لکھو۔

۱۱۔ دیے ہوئے جملے کو دو جملوں میں اس طرح تقسیم کرو کہ وہ دو علیحدہ بیان ہو جائیں:۔

اس نے مجکو اور تم کو اپنی سال گرہ کی دعوت میں بلایا ہے۔

۱۲۔ دیے ہوئے دو جملوں کو ایک جملے میں لکھو:۔

تم جا رہے ہو تمھارے والد جا رہے ہیں۔

۱۳۔ دیے ہوئے الفاظ کو حروف کی ترتیب میں لکھو، اس ترتیب میں الفاظ کے صرف پہلے حروف کا لحاظ رکھا جائے گا اور اگر کسی دو الفاظ یا زیادہ کے ابتدائی حروف ایک ہی ہوں گے تو ان کے دوسرے حروف کی ترتیب کا لحاظ کیا جائے گا۔

۱۴۔ کتاب کے مختلف موضوعوں کی ایک ایک فہرست بناؤ جو (INDEX) کا کام دے۔

۱۵۔ اپنی اردو کتاب کو دیکھو اور اس کے مختلف مضامین جن کتابوں سے لئے گئے ہیں ان کے مصنفین کی ایک فہرست بناؤ۔

۱۶۔ اپنے دوستوں یا گھر والوں یا ہم جماعت طلبہ میں سے دس کے نام حروف کی ترتیب سے لکھو۔

(۲) جماعت پنجم وششم

(تقریری)

۱۔ دئے ہوئے اشتہار کا کیا مطلب ہے؟

۲۔ جماعتی جلسۂ مباحثہ کے لئے مبحث (موضوع) تجویز کرو۔

۳۔ کسی دوکان یا کارخانہ کے بل کو ڈاک کے ذریعہ سے کیوں کر ادا کروگے؟

۴۔ دیے ہوئے جملوں میں کیا عجیب بات ہے؟

۵۔ جب ذیل کی باتیں کہی جائیں تو بتاؤ کہ تم کیا دیکھتے ہو یعنی اُن کے ساتھ تم کو کیا قابل ذکر باتیں نظر آتی ہیں؟

۶۔ دی ہوئی عبارت کے فلاں فلاں جملوں کو تمثیلی انداز سے ادا کرو۔

۷۔ دی ہوئی ہدایتوں کو ایک مرتبہ غور سے پڑھ کر ان پر عمل کرو۔

۸۔ دی ہوئی عبارت کے ساتھ ایک تصویر یا نقشہ دیا ہوا ہے اس کو دیکھو اور سمجھو اور پھر بتاؤ کہ اس تصویر یا نقشے سے کیا فائدہ اٹھایا گیا ہو۔

۹۔ ایک مرتبہ ایک عورت نے ایک ایسے مرد کی جس سے وہ نفرت کرتی تھی مندرجہ ذیل برائیاں کیں:-

۱۔ بتاؤ کہ ان میں کون کون برائیاں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔؟

۲۔ بتاؤ کہ کون کون برائیاں آدمی میں ایک ساتھ ہونا ضروری ہے۔

۳۔ فلاں برائیوں کے ساتھ کون کون اسم استعمال ہو سکتے ہیں

۴۔ فرض کرو کہ وہ آدمی اپنی شرافت کی بنا پر اس کے جواب میں تمام امکانی اچھائیاں اس عورت کے لئے استعمال کر سکتا ہے، بتاؤ کہ وہ سب کیا ہو سکتی ہیں؟ اس سلسلے میں اُن برائیوں کی مقابل اچھائیاں تلاش کرنے کی کوشش کرو۔

۱۰۔ دیئے ہوئے جملوں میں خط کشیدہ الفاظ کے متعلق بتاؤ کہ وہ کس کس قسم کے لفظ ہیں ؟

۱۱۔ دی ہوئی عبارت میں سے کون کون سے الفاظ حذف کئے جا سکتے ہیں اس طرح کہ اصل مطلب ادا ہو جائے۔

۱۲۔ مندرجہ ذیل اجازتیں تم کس طرح حاصل کرو گے ؟

۱۔ کل آدھے دن کی رخصت کے لئے۔

۲۔ رکابی سے ایک سیب لینے کے لئے۔

۳۔ میرے کمرے میں خود معہ اپنے دوست کے آنے کے لئے۔

۴۔ اپنی والدہ کے ساتھ ایک جلسہ میں جانے کے لئے۔

۱۳۔ تم مندرجہ ذیل ٹیلیفون نمبر کس طرح یاد رکھو گے :۔

۳۴۵۶ رابنسن (ROBINSON) اور ۲۲۴۵ ہووے (HOWE)

جواب میں خاص کر یہ بتاؤ کہ رابنسن اور ہود میں مغالطے کے امکان کو کیوں کر بچاؤ گے۔

۱۴۔ وقت معلوم کرنے کے طریقے بیان کرو، یہ بتاؤ کہ جانور اپنے راتب کا وقت کیسے معلوم کر لیتے ہیں؟

۱۵۔ دیے ہوئے الفاظ کا صحیح تلفظ بتاؤ۔

۱۶۔ ذیل کی نظم عام اصولِ نظم پر لکھی گئی ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو کاتب نے کیا تبدیلی کر دی ہے؟

۱۷۔ ذیل کی نظم میں کون سا مصرع یا شعر تمھارے کانوں کو سب سے زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے۔

۱۸۔ جب دفعتاً آگ بڑے زور سے بھڑک اٹھتی ہے تو تم کیا کرتے ہو اور کیوں؟

۱۹۔ ذیل کے فقروں کے اصل معنی بتاؤ؟

آئندہ اتوار کو میری سولھویں گرہ لگائی جائے گی۔ آج چاند کی کون سی ہے وغیرہ۔

۲۰۔ ایک مکمل قلمدان میں کیا کیا چیزیں ہونا چاہئے۔

۲۱۔ سال کا یہ کون سا موسم ہے؟ آجکل کی موسمی حالت بیان کرو۔

۲۲۔ دیے ہوئے اقتباس میں جتنے اسم آئے ہیں بتاؤ کہ وہ کس کس قسم کے ہیں

۲۳۔ اپنے دوستوں کی گفتگو کو غور سے سنو اور بتاؤ کہ اُن میں سے ہر ایک کون کون سے لفظ زیادہ استعمال کرتا ہے؟

۲۴۔ دیے ہوئے قصے میں خالد، زید اور اشفاق تین آدمی ہیں، قصہ خالد نے بیان کیا ہے، اب تم اس کو زید کے منہ سے اور پھر اشفاق کے منہ سے بیان کرو یا کسی غیر آدمی کے منہ سے یا اپنی طرف سے۔

۲۵۔ اس تصویر کو دیکھ کر تم بتا سکتے ہو کہ کیا قصہ ہے؟ اس سے تم کو کیا نصیحت ملتی ہے۔

۲۶۔ دیے ہوئے سوالوں کا جواب سمجھ کر ہاں، یا نہیں، میں دو۔

۲۷۔ تمھارا کتا کھو گیا ہے، اس کا حلیہ بیان کرو۔

۲۸۔ کل تم کوئی تماشا یا سینما دیکھنے گئے تھے، وہاں کا حال تفصیل سے بیان کرو۔

۲۹۔ مندرجہ ذیل حالتوں میں تم کیا کرو گے؟

ا۔ ہوائی حملہ کا دفعتاً بگل ہونے کی حالت میں۔

ب۔ گھر میں دفعتاً آگ بھڑک اٹھنے کی حالت میں۔

ج۔ جنگل میں جاتے ہوئے دفعتاً کسی درندے کے نکل آنے یا حملہ کرنے کی حالت میں۔

۳۰۔ راستہ میں جو نئی بات، واقعہ یا چیز تم نے دیکھی ہو تفصیل سے بیان کرو

نیز مفصل طور پر بتاؤ کہ اس کے دیکھنے کے بعد تمھارے دل میں کیا کیا خیالات پیدا ہوئے۔؟

۳۱۔ چار لڑکوں کی مدد سے ایک قصہ بیان کرو۔

۳۲۔ دیے ہوئے جملوں میں تم کو کون سا سب سے زیادہ پسند ہے اور کیوں؟

۳۳۔ بالکل ٹھیک ٹھیک بتاؤ کہ اس وقت کیا ہوا، تمھارے جذبات و احساسات کیا تھے جب اتفاقیہ طور پر دفعتًا تم سے کوئی ضروری اور قیمتی چیز ٹوٹ یا کھو گئی یا اور کسی طرح کا زبردست نقصان ہو گیا؟

۳۴۔ روٹی کیوں کر پکتی ہے یا چائے ٹھیک طور سے کیوں کر بنانا چاہیے؟

(تحریری)

۱۔ دیے ہوئے اشارات کی مدد سے پورا قصہ لکھو۔

۲۔ دی ہوئی عبارت میں سیاحوں نے جو راستے اختیار کیے ہیں انکو نقشہ کھینچ کر بتاؤ۔

۳۔ تمثیل کے عملین یا اداکاروں (ACTORS) کی فہرست بناؤ نیز مناظر کے حدود قائم کرو۔

۴۔ دی ہوئی عبارت کو اسی طرز سے لکھو مگر الفاظ مختلف ہوں۔

۵۔ ذیل میں دی ہوئی باتوں یا چیزوں پر نوٹ لکھو۔

۶۔ دی ہوئی عبارت میں خط کشیدہ اسماء کے بجائے ضمائر استعمال کرو۔

۷۔ بعض ضمیریں پورے پورے سوالیہ جملوں کے بجائے استعمال ہوتی ہیں، بتاؤ وہ کون سی ہیں؟

۸۔ مندرجہ ذیل معمہ کو حل کرو:۔

وہ کون جانور ہے جو صبح کو اپنے چار پیروں سے چلتا ہے، دن بھر دو پیروں سے اور شام کو تین پیروں سے؟

۹۔ مندرجہ ذیل پیغاموں کو نقشے کھینچ کر ان کے ذریعے سے ظاہر کرو۔

۱۰۔ اچھی کتابوں کی نگہداشت کے متعلق ایک پیراگراف لکھو۔

۱۱۔ دیے ہوئے فقروں میں لفظ "صرف" کیا کیا معنی دیتا ہے؟

۱۲۔ ایک پیراگراف میں بتاؤ کہ خوش گوار موسم سے تمھاری کیا مراد ہے۔

۱۳۔ دیے ہوئے مرکبات ناقص کو اپنے جملوں میں بطور فاعل یا مفعول استعمال کرو۔

۱۴۔ دیے ہوئے مرکبات ناقصہ کو اپنے جملوں میں بطور فاعل یا مفعول اس طرح استعمال کرو کہ سب جملے مل کر ایک مسلسل مضمون ہو جائے۔

۱۵۔ دیے ہوئے اسمیہ یا فعلیہ، خبریہ یا انشائیہ مفرد جملوں کو آپس میں

جوڑ کر مرکب بناؤ۔

۱۶۔ دیے ہوئے جملوں کی خالی جگہوں پر مناسب صفتیں، ضمیریں یا حروف جار شامل کرو۔

۱۷۔ ایسے جملے بناؤ جن میں دی ہوئی متضاد صفتیں استعمال ہو سکیں:- بزدل اور بہادر، مسرت اور کفایت شعار، کالا اور گورا۔ چھوٹا اور بڑا۔

۱۸۔ دیے ہوئے جملوں کے جواب میں اپنے جملے لکھو جن میں ان جملوں کے بیان کی تردید کرو۔

۱۹۔ ایک مضمون لکھو جس میں دی ہوئی تصویر کی تفصیل بیان کرو۔

۲۰۔ دی ہوئی تصویر کی تفصیلات پر غور کر کے لکھو کیا واقعہ ہے۔

۲۱۔ دی ہوئی تصویر کی خوبیاں اور برائیاں بیان کرو نیز بتاؤ کہ تمہاری پسندیدگی یا ناپسندیدگی کے وجوہ کیا ہیں۔

(۳) جماعت ہفتم و ہشتم

(تقریری)

۱۔ جماعت مباحثہ یا جلسۂ مذاکرہ طلبہ سے کیا سمجھتے ہو، اس کے اہل کار و کارکن کون ہوتے ہیں اور جلسۂ مباحثہ کی کارروائی کیوں کر ہوتی ہے۔

۲۔ کن حالات میں کارڈ لکھنا ناشائستہ، نامناسب یا بدمذاقی ہے۔

۳۔ دیے ہوئے قصے کے متعلق تمھاری کیا رائے ہے۔ تفصیل کے ساتھ مع وجوہ بتاؤ۔

۴۔ دی ہوئی عبارت میں کون فقرہ یا جملہ تمھارے تصور کے سامنے سب سے زیادہ صاف منظر پیش کرتا ہے؟

۵۔ کیا دیے ہوئے الفاظ اس قدر ہم معنی ہیں کہ ایک دوسرے کے بجائے استعمال ہوسکتے ہیں؟

۶۔ دیے ہوئے جملوں پر تبصرہ کرو اور بتاؤ کہ ان میں سے ہر ایک کے متعلق لکھنے والے کے دماغ میں کیا کیا باتیں تھیں؟

۷۔ غالب شاعر نے اس موقع پر یہ کہنے کے بجائے یہ کیوں کہا؟

۸۔ کن جملوں سے کوئی کچھ الفاظ ایسے چنو جو دماغ کے سامنے نہایت صاف نقشہ کھینچ دیں۔

۹۔ غالب نے اپنے خطوط میں جو مکالمانہ انداز اختیار کیا ہے کیوں کیا ہے یہ انداز خیالات کے اظہار کا بہترین ذریعہ کیوں سمجھا جاتا ہے۔

۱۰۔ کن باتوں میں مندرجہ عبارت تاریخ کی معمولی عبارت سے مختلف ہے۔

۱۱۔ کیا نتیجہ ہوگا اگر ذیل کی گذری ہوئی باتیں اس طرح لکھی جائیں جیسے وہ اسی زمانے میں واقع ہو رہی ہیں؟

۱۲۔ مندرجہ شعر میں شاعر نے معمولی طرز ادا کو چھوڑ کر یہ نیا انداز بیان کیوں اختیار کیا ہے۔

۱۳۔ تمھاری کتاب کے فلاں قصے میں کس شخص کا کردار تم کو پسند ہے اور کیوں؟

۱۴۔ دیے ہوئے جملوں کے پہلے الفاظ کے متعلق بتاؤ کہ وہ کیسے الفاظ ہیں؟

۱۵۔ انگریزی کے (PASSIVE VOICE) اور اردو کے مجہول میں کیا فرق ہے؟

۱۶۔ مندرجۂ ذیل نثر تفصیلی (DISCRIPTIVE) بیانی (NARRATIVE) تکلمی (CONVERSATIONAL) واقعی (REALISTIC) تخیلی (IMAGINATIVE) ہے یا تمثیلی (DRAMATIC)؟

نوٹ: اگر ان میں سے ایک سے زیادہ اقسام کی ضمن میں آتی ہو تو بتاؤ۔

۱۷۔ دیے ہوئے قصے میں کوئی بات ایسی تو نہیں ہے جو آسانی سے ممکن نہ ہو یا غیر ممکن ہو؟

۱۸۔ مندرجۂ ذیل عبارت کو سمجھ کر پڑھیے اور بتاؤ کہ فلاں آدمی نے اپنے بیان میں کیا باریکیاں رکھی ہیں؟

۱۹۔ جب روزانہ تم ٹہلنے جاتے ہو، کسی ایسی بات کا خیال رکھو جو بہ تو معمولی مگر عام طور پر نہ ہوتی ہو تو ایسا ہو سکتا ہے کہ ہفتوں کوئی ایسی بات نہ ملے مگر جب ایسا دلچسپ موضوع ہاتھ آ جائے تو اس کو نہایت دلنشیں

کے ساتھ بالکل اس طرح بیان کرنے کی کوشش کرو یا لکھنے کی جیسا کہ تم نے خود محسوس کیا ہے۔

۲۰۔ اپنا ایک خواب بیان کرو جو حال میں تم نے دیکھا ہے مگر عبارت بے ربط نہ ہونے پائے۔

۲۱۔ ان باتوں میں سے کونسی ایسی ہیں جن سے تم کو اتفاق نہیں ہے۔ بلاتکلف بتاؤ مگر وجوہ کے ساتھ۔

۲۲۔ ایسی بارہ کتابوں کے نام بتاؤ جو تمہاری رائے میں ہر گھر کے کتب خانہ میں ہونا چاہئے۔

۲۳۔ دی ہوئی عبارت میں اگر یہ یہ تبدیلیاں یا اصلاحیں کر دی جائیں تو بتاؤ کہ کن کن اعتبارات سے وہ مفید اور مناسب ہوں گی۔

۲۴۔ ذیل کی نظم کس قسم کی نظم ہے؟ خارجی و داخلی دونوں تقسیموں کے اعتبار سے بتاؤ۔

۲۵۔ ذیل کی عبارت میں سے تشبیہ و استعارے کی مثالیں انتخاب کرو۔

۲۶۔ ذیل کے سوالات کا پوشیدہ مطلب کیا ہے؟

۲۷۔ دی ہوئی عبارت میں کون سے مفرد الفاظ ایسے ہیں جن کی وجہ سے جملوں کی روانی میں ہرج واقع ہوتا ہے؟

۲۸۔ فرض کرو کہ تم باورچی خانے میں گئے ہو، وہاں تم نے چولھے کے قریب

ایک کھونٹی پر ایک کپڑا لٹکا ہوا دیکھا جس میں آگ لگ گئی ہے اور وہ زور سے جل رہا ہے بتاؤ کہ تم کیا کروگے؟

۲۹۔ تم اپنے گھر میں داخل ہوتے ہو، وہاں تیز بو گیس کی پھیلی ہوئی ہے تم کیا کروگے؟

۳۰۔ دیے ہوئے جملے پڑھو، پھر ان کو حکم کے طور پر ادا کرو اور پھر درخواست کے طور پر۔

۳۱۔ ذیل کی عبارت میں سے ایسے الفاظ بتاؤ جو اپنی آواز سے معنی کا پتہ دیتے ہوں۔

۳۲۔ ذیل میں دیے ہوئے کلمات کے کیا معنی ہیں:۔

شیر خدا، سلطان الہند، اجمیری دولہ، قائد اعظم، قائد ملت، مہاتما جی، فصیل ہندوستان۔

۳۳۔ دیے ہوئے نام کن خیالات یا واقعات کی یاد تازہ کردیتے ہیں۔

پانی پت، اندور، متھرا، گوکل، شجاع الدولہ، لارڈ کلائیو، جلیانوالہ باغ، شہید گنج۔

۳۴۔ بتاؤ کہ مندرجہ ذیل اشارات دیے ہوئے قصے کو کچھ دنوں کے بعد کیوں کر یاد دلائیں گے؟

دوسری کہانیوں کے لئے ایسے ہی اشارات مرتب کرو۔

۳۵۔ بغیر گھڑی دیکھے ہوئے، محض سورج کی جائے وقوع، اپنے احساس اپنے کام کے وقت یا کسی اور اندازے سے بتاؤ کہ اس وقت کیا بجا ہوگا۔

تحریری :۔

۱۔ مندرجہ ذیل قصہ اگر مکالمہ کی صورت میں بیان کیا جائے یا لکھا جائے تو اس میں کیا کیا کمی اور کیا کیا اضافہ ہو جائے گا ؟

۲۔ دئے ہوئے اقتباس کا اس طور پر تجزیہ کرو کہ تفصیلی (DISCRIPTIVE) واقعاتی یا بیانی (NARRATIVE) اور مکالمی (CONVERSATIONAL) حصے علیحدہ ہو جائیں۔

۳۔ دی ہوئی عبارت کا خلاصہ کرو پھر اصل عبارت کے کل الفاظ کو گنو اور اپنے خلاصے کے الفاظ کو اور دیکھو کہ تم نے کس قدر اختصار کیا ہے۔

۴۔ دی ہوئی عبارت کے فلاں شخص کے کردار (CHARACTER) پر ایک پیراگراف لکھو۔

۵۔ دئے ہوئے مباحثے کا موضوع کیا ہے؟

۶۔ دی ہوئی عبارت میں کیا نصیحت کی گئی ہے ؟

۷۔ دئے ہوئے قصے کا کیا نتیجہ ہے اور اس سے تم کو کیا نصیحت ملتی ہے؟

۸۔ دی ہوئی عبارت اٹھارہویں صدی کی ہے اس کو موجودہ زمانے کی اردو میں لکھو۔

۹۔مندرجہ ذیل مضامین کو مختصر طور پر تار کی عبارت میں ادا کرو:۔

الف۔ایک دوست کو مقررہ وقت اور مقام پر ملاقات کرنے کی ہدایت کرنا۔

ب۔موٹر یا موٹر سائکل کے کسی پرزے یا حصے کی خرید یا فروخت کے متعلق ہدایت کرنا۔

ج۔کل رات کی کسی مخصوص ٹرین کا ایک درجہ رزرو (RESERVE) کرانا۔

د۔اپنے ایک دوست سے جس کے یہاں تم ابھی مقیم تھے یہ دریافت کرنا کہ تم اپنی قیام گاہ میں چھتری تو نہیں بھول آئے ہو۔

۱۰۔دئے ہوئے اقتباس کے انداز پر ایک پیراگراف کسی جنگل کے منظر یا موسمی منظر یا کسی سڑک یا اپنے گرد و پیش کے منظر پر لکھو۔

۱۱۔دئے ہوئے الفاظ کے معنی ایک پیراگراف میں لکھو۔

۱۲۔دی ہوئی نظم کی مدد سے اُس نظم کے مصنف کے زمانے میں فلاں طبقے یا گروہ کی جو حالت تھی لکھو۔

۱۳۔نیچے دئے ہوئے مکالمے لکھو:۔

الف۔ایسے دو لڑکوں کے درمیان جنھوں نے ابھی ایک شخص کو ایک نہر میں گرے ہوئے ایک لڑکے کو نکالتے ہوئے دیکھا۔

ب ۔ ایسی دو لڑکیوں میں جو چند دنوں میں مدرسہ چھوڑ دینے والی ہیں، اس بارے میں کہ وہ اس کے بعد کیا کریں گی ۔

ج ۔ ایک سپاہی اور ایک جہازی میں جو اپنے اپنے پیشوں کی دلچسپیاں اور بدمزگیاں بتاتے ہوں ۔

۱۴ ۔ دی ہوئی عبارت کے متعلق اپنی رائے کا اظہار ایک پیراگراف میں کرو ۔

۱۵ ۔ دی ہوئی عبارتیں جو اخباروں سے لی گئی ہیں اِن کے کیا معنی ہیں؟

۱۶ ۔ ایک مختصر قصہ لکھو جس کے ذریعے سے نیچے دی ہوئی مثلوں یا کہاوتوں میں سے کسی ایک یا ایک سے زیادہ کی تشریح ہو جائے، یعنی قصہ ایسا ہو کہ خود بخود یہ کہاوتیں سمجھ میں آ جائیں:

"وقت پر ایک ٹانکا لوٹا ٹانکے لگانے کی زحمت سے بچاتا ہے" وغیرہ

۱۷ ۔ انگلستان کے بادشاہ اور دول وفاقیہ امریکہ (U.S.A) کے صدر میں کیا فرق ہیں؟ جتنے معلوم ہوں لکھو ۔

۱۸ ۔ اخبارات کی مندرجۂ ذیل سرخیوں سے تم کیا سمجھتے ہو؟

۱۹ ۔ صرف ایک جملہ میں کچھ ایسی تجارتوں کے نام استعمال کرو جو اخبارات کی طباعت و اشاعت سے تعلق رکھتی ہوں ۔

۲۰ ۔ اخبار، رسالے، جریدے، مجلّے، روزنامے، ماہنامہ کا فرق بتاؤ ۔

۲۱ ۔ اخبارات کی ضرورت، اُن کا استعمال اور اُن کے فوائد تحریر کرو ۔

۲۲۔ ایک ایسی جگہ پر تم چھٹی منانے گئے ہو جہاں غیر معمولی دلچسپیاں اکٹھا ہیں تم اپنے دوست کو ایک کارڈ لکھو اور اپنی اس پر لطف زندگی کا پورا نقشہ عبارت کے ذریعے کھینچو یا ایک واقعی نقشہ اس طرح بناؤ کہ بغیر کچھ بیان کئے ہوئے اُسے تمھاری حالت کا پورا اندازہ ہو جائے۔

۲۳۔ ذیل کے مضامین کو اشتہار یا اعلان کی صورت میں تحریر کرو:۔

۲۴۔ دئے ہوئے چھوٹے چھوٹے جملوں کو اس طرح طویل کر دو کہ ہر جملہ کے مقابل میں جو فقرے دئے ہوئے ہیں اُن کو ان جملوں میں جوڑ دو، جوڑنے میں ترتیب کا پورا لحاظ رکھا جائے اور جو فقرہ پہلے آنا چاہئے وہ پہلے آئے اور جو بعد میں آنا چاہئے وہ بعد میں آئے۔

۲۵۔ دئے ہوئے اشعار کو مندرجۂ ذیل نظم میں ایسی مناسب جگھوں پر کھپاؤ کہ مطلب کا سلسلہ قائم رہے۔

۲۶۔ دی ہوئی عبارت کا خلاصہ اس طرح لکھو کہ سب ضروری باتیں آجائیں۔

۲۷۔ دی ہوئی عبارت میں بتاؤ کہ کس کس قسم کے جملے ہیں۔

۲۸۔ دی ہوئی عبارت پر ایک مناسب عنوان قائم کرو، یہ عبارت ایک مکمل مضمون ہے یا اقتباس؟ تم کو کیسے معلوم ہوا؟

۲۹۔ مختلف صفات اور مرکبات توصیفی کے صحیح معنی لکھو اور اُن کے

استعمال پر تنقید کرو۔

۳۰۔ اس عبارت کے خیال یا طرز ادا میں کیا بات پرانے طرز کی ہے؟

۳۱۔ ذیل کے قصے کو تمثیلی طرز پر ادا کرو۔

۳۲۔ ذیل کی عبارت کے طرز پر اگر تم مضامین لکھو تو کیا ہرج ہے؟ وضاحت سے بحث کرو۔

۳۳۔ ذیل کے فقروں کو اپنی عبارت کے دوران میں اس طرح استعمال کرو کہ بے موقع نہ معلوم ہوں۔

۳۴۔ دیے ہوئے نقشے میں یہ بتایا گیا ہے کہ تتلی بننے والے کیڑے میں تتلی بننے سے قبل کیا کیا تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں، ایک پیراگراف میں تم اس کی تشریح اس طرح کرو کہ اس تدریجی انقلابات کی الفاظ میں پوری وضاحت ہو جائے۔

۳۵۔ دیا ہوا نقشہ انسان کے کان کی ساخت بتاتا ہے، اس کا غور سے مطالعہ کرو اور پھر ایک پیراگراف میں اس کی وضاحت کرو۔

۳۶۔ کان میں تین تین پردے ہوتے ہیں، ان بہرے پردوں کا کان پر کیا اثر ہوتا ہے اور ہم کو ان سے کیا فائدہ ہے؟

۳۷۔ اگر تمھارے دوست نے ایک تیز چاقو سے کسی چیز کو کاٹتے ہوئے دفعتاً اپنا انگوٹھا کاٹ لیا اور کاری زخم آیا، بتاؤ کہ اس وقت تم کیا کرو گے؟

۳۸۔ راستہ میں جاتے ہوئے تم کو زمین پر پڑی ہوئی ایک نوٹ بک ملتی ہے

جس میں کچھ رقم بھی نوٹوں کی صورت میں ہے، ملاقات کے کارڈ بھی ہیں اور ریل کا موسمی ٹکٹ بھی ہے، تم کیا کرو گے؟

۳۹۔ ایک پیراگراف میں ریل کے انجن کی ساخت کی تشریح کرو اور اُسکے بعد دوسرے پیراگراف میں اس کا عمل بیان کرو۔ اگر تم کو انجن اور مشین وغیرہ کے کام میں دخل نہیں ہے تو تم ایک پیراگراف میں دخانی انجنوں کا عام حال لکھو۔

۴۰۔ دی ہوئی عبارت اوپر کی تصویر کے متعلق ہے۔ اب تم ایک پیراگراف لکھو جو اس عبارت کے سلسلہ کو قائم رکھتے ہوئے تصویر کی پوری وضاحت کردے۔

۴۱۔ دئے ہوئے نقشے برطانیہ کی درآمد و برآمد بتانے ہیں، مختلف اشیاء کی چھٹائی بڑائی کے ذریعہ سے اُن کی مقدار کا تناسب ظاہر کیا گیا ہے:۔

الف۔ ایک یا زیادہ پیرے ان نقشوں پر لکھو، مگر صرف نام ہی نہ گنائے جائیں بلکہ غور کر کے جس قدر دلچسپ باتیں تم اخذ کر سکتے ہو نکالو اور مختلف چیزوں کے تناسب کی تشریح کرو، مختلف چیزوں کو مختلف حصوں میں تقسیم کرنے کی وجہ بھی بتاؤ اور اپنے جملوں کو احتیاط کے ساتھ شروع کرو۔

ب۔ اون کی درآمد بھیڑ کی شکل میں کیوں دکھائی گئی ہے اور برآمد گٹھے کی شکل میں؟

۴۲۔ ذیل میں کوئلہ کی کان کا نقشہ ہے، اس کو غور سے دیکھو اور سمجھو اور ایک پیراگراف میں کان کی ساخت کی تشریح کرو اور یہ بتاؤ کہ کوئلہ کس طرح نکالا جاتا اور ریل کے ڈبوں میں لادا جاتا ہے۔

۴۳۔ ذیل کی عبارت میں داوین کا استعمال کرو۔

۴۴۔ ذیل کے اشارات کی مدد سے پوری کہانی تیار کرو۔

۴۵۔ خیالات کے اعتبار سے مندرجہ ذیل پیراگراف کی تقسیم کرو۔

۴۶۔ دی ہوئی تصویر کے متعلق مندرجۂ ذیل باتوں کی مدد سے پورا قصہ لکھو۔

(۴) جماعت نہم و دہم

نقریری:۔

۱۔ کن وجوہ سے ذیل کا افسانہ تمثیل کے بجائے متحرک تصویر (MOVING - PICTURE) بننے کے لئے زیادہ موزوں ہے، اگر اس کا فلم بنایا جائے تو اس میں سے کون سی باتیں یا چیزیں حذف ہو جائیں گی؟

۲۔ اس قصے کو اگر تمثیل کے طور پر لکھا جائے تو اس میں کون کون سی باتیں ظاہر نہیں کی جاسکتیں؟

۳۔ مضمون نگار نے ذیل کی عبارت میں کون کون سے خاص خاص الفاظ استعمال کئے ہیں اور کیوں؟

۴۔ کون سے الفاظ راقم کے خاص طرز تحریر کا پتہ دیتے ہیں؟

۵۔ قافیہ۔ ردیف۔ موزونیت۔ وزن، تقطیع اور بحر سے کیا سمجھتے ہو؟

۶۔ دئے ہوئے مکالمہ کی مدد سے مندرجۂ ذیل باتوں کو ثابت کرو۔

۷۔ دی ہوئی گفتگو کی مدد سے باتیں کرنے والے کے کردار پر روشنی ڈالو۔

۸۔ مندرجہ ذیل حالتوں میں تم کو تقریر کرنا ہو، بتاؤ کہ تم کیا کہو گے۔

الف۔ لوگوں میں کسی غلط فہمی کی بنا پر جوش پیدا ہو گیا ہو۔

ب۔ لوگ کسی بے موقع حرکت پر جوش کے ساتھ تلے ہوئے ہیں۔

ج۔ لوگ کسی ضروری کام کے کرنے پر تیار نہیں ہوتے۔ وغیرہ

۹۔ دئے ہوئے پیراگراف یا مضمون کا نفس مطلب بیان کرو۔

۱۰۔ پیراگراف کے اعتبار سے موجودہ زمانے کی تحریروں اور گذشتہ زمانہ کی تحریروں میں کیا فرق ہے۔

۱۱۔ کوئی ایسی مثل بتاؤ جو تم کو پسند نہیں ہو اور ناپسندیدگی کے وجوہ بھی بیان کرو۔

۱۲۔ سانچ کو آنچ نہیں، اس مثل کی تنقید کرو۔

۱۳۔ دی ہوئی کہاوتوں اور مثلوں کی تشریح کرو۔

۱۴۔ اگر تم اپنے کام سے کام رکھو تو تمھارا کردار کس طرح کا ہو جائے گا؟

۱۵۔ تمھارے خیال میں کامیاب زندگی، یا، زندگی میں کامیابی حاصل ہونا، کے کیا معنی ہیں، بے تکلف بیان کرو۔

تحریری:۔

۱۔مندرجہ ذیل نظم کے حوالہ سے فلاں شخص کا تشخص کرو اور کردار لکھو۔

۲۔دئے ہوئے جنگ کے نقشہ پر مندرجہ ذیل باتیں بتاؤ:۔

الف۔نقشہ کی تفصیلات کو پوری وضاحت سے بیان کرو۔

ب۔جنگ کا جائے وقوع بتاؤ۔

ج۔فوجوں کے حرکات وسکنات کی تفصیل سے وضاحت کرو۔

د۔دستہ پیادہ نمبر ۵ نے کتنا فاصلہ یعنی کتنے میل طے کرلئے تھے جب وہ نمبر ۲ کے پہاڑ کی چوٹی پر پہنچا؟

۳۔دئے ہوئے مصرعوں کی تقطیع کرو۔

۴۔دئے ہوئے اشعار کی تقطیع کرو اور وزن بتاؤ۔

۵۔فہرست مضامین،سرورق،تقریظ،تنقید،تبصرہ،دیباچہ،عنوان،باب،فصل،عنوان باب،اور عنوان فصل سے تم کیا سمجھتے ہو۔

۶۔مندرجہ ذیل الفاظ کی محاکاتی یا تخلیلی حیثیت بتاؤ۔

۷۔متکلم،علم کلام،خطیب۔خطابت،علم بدیع۔محسناتِ کلام اور عبارت مرصع کی تعریفیں تلاش کرکے وضاحت سے لکھو۔

۸۔مندرجہ ذیل اوقاف کو دی ہوئی عبارت میں استعمال کرو اور جو نہ استعمال ہوسکیں ان کے لئے خود اپنی طرف سے عبارت مہیا کرو۔

۱۔ سکتہ (COMMA) (،)

۲۔ وقفہ (SEMICOLON) (؛)

۳۔ رابطہ (COLON) (:)

۴۔ تفصیلیہ (COLON AND DASH) (:—)

۵۔ ختمہ FULLSTOP (۔)

۶۔ سوالیہ یا استفہامیہ (NOTE OF INTERROGATION) (؟)

۷۔ فجائیہ یا ندائیہ NOTE OF EXCLAMATION (!)

۸۔ قوسین BRACKETS ( ) یا [ ]

۹۔ خط DASH (——)

۱۰۔ واوین INVERTED COMMAS " "

۱۱۔ زنجیرہ HYPHEN ' (V)

۱۲۔ مساویہ SIGN OF EQUATION (══)

۹ ۔ دی ہوئی تصویر کو غور سے دیکھو اور اس شخص کے کردار کے متعلق اس کے قیافے اور ظاہری حالت سے جن جن باتوں کا اندازہ لگا سکتے ہو لکھو۔

۱۰۔ دی ہوئی عبارت کے طرز تحریر پر ایک پیراگراف لکھو اور پھر دونوں کے طرز تحریر کا مقابلہ کر کے دیکھو کہ دونوں میں کتنا فرق ہوا اور ہم بھی یا نہیں۔

۱۱۔ تمثیل کا دیا ہوا منظر پورا کرو اور دوسرا منظر اپنی طرف سے لکھو۔

۱۲۔ دئے ہوئے قصے کو پہلے اپنے الفاظ میں بیان کرو پھر تمثیل کے طور پر لکھو اور اسکے ساتھ اسٹیج اور اداکاری (ACTING) کے لئے ہدایات بھی لکھو۔

۱۳۔ دئے ہوئے قصے کو تمثیل کے طور پر ذیل کی ہدایات کے مطابق لکھو۔

۱۴۔ اس بات کے دلائل لکھو کہ یہ قصہ فلم سازی کے لئے نہایت مناسب ہے۔

۱۵۔ قصہ بیان کرنے کے کچھ اصول بتاؤ۔

۱۶۔ بتاؤ کہ دی ہوئی باتیں گفتگو میں کس طرح کہی جائیں گی۔

۱۷۔ چھوٹے چھوٹے قصے یا لطیفے بتاؤ جو مندرجہ ذیل فقروں سے شروع ہوتے ہوں:-

الف۔ کل ہم لوگ شکار کھیلنے گئے۔

ب۔ آج میں نے اپنے ملازم کو دیکھا کہ وہ ایک ٹانگ پر کھڑا ہوا تھا

۱۸۔ دئے ہوئے اقتباس پر سرخی لکھو۔

۱۹۔ دی ہوئی عبارت کے الفاظ و مرکبات مشکلہ کی تشریح کرو اور دوسری ضروری باتوں کی وضاحت کرو۔

۲۰۔ جس قدر مثلیں یا کہاوتیں تم کو یاد ہوں لکھو اور ان کا استعمال بتاؤ۔

۲۱۔ مندرجہ ذیل مقولوں کی تشریح و تنقید کرو۔

۲۲۔ مندرجہ ذیل الفاظ کتنے معنوں میں استعمال ہو سکتے ہیں؟ مثالیں دیکر بتاؤ۔